سلسلہ تاریخ اسلام جلد دوئم حصہ دوئم

اندلس

کی

اموی خلافت

ظفر عمر زبیری ایم۔ اے

و

عطیہ ظفر زبیری ایم۔ اے

مکتبہ علم و فکر فریر مارکیٹ
کراچی

• سلسلہ تاریخ اسلام کی جلدیں جنھیں
•• ظفر عمر زبیری اور عطیہ زبیری
••• نے مرتب کیا۔

جلد اوّل رسول اکرمؐ اور خلافت راشدہ
جلد دوئم حصہ اوّل بنو امیہ دمشق میں
جلد دوئم حصہ دوئم بنو امیہ اندلس میں
جلد سوئم خلافت بنو عباس
جلد چہارم خلافت آلِ عثمان

اشاعت اوّل :۔ اپریل ۱۹۶۳ء

کتابت :۔ چمن

طباعت :۔ امین لیتھو پریس

قیمت :۔ چار روپے

خورشید الزماں زبیری نے امین لیتھو پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر
مکتبہ علم و فکر کی طرف سے شائع کی۔

دیباچہ

ہم نے اپنے طالب علموں کے لئے اندلس کی اموی خلافت پر کچھ نوٹس تیار کئے تھے اب ان ہی کے اصرار پر انھیں کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے اس موضوع پر ہمیں سلسلہ "تاریخ اسلام" کی جلد دہم، حصّہ دوم کے لئے ایک جامع کتاب تیار کرنی ہے اور یہ موجودہ کتاب صرف طالب علموں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تمہید کے طور پر پیش کی جا رہی ہے۔ جن کتابوں کی مدد سے یہ نوٹس تیار کئے گئے تھے۔ ان کی فہرست اگلے صفحہ پر شائع کی جا رہی ہے لیکن چونکہ کتابی شکل میں ان نوٹس کی اشاعت جلدی میں کی جا رہی ہے اسلئے ان کتابوں کے حوالے نہیں دیئے جا سکے ہیں جن پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

آئندہ اشاعت میں نہ صرف اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ مستند بنانے کی کوشش کی جائے گی بلکہ اندلس کا نقشہ بھی شامل کیا جائے گا تاکہ شہروں اور مقامات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

ظفر عمر زبیری
عطیہ ظفر زبیری
۳۰ اپریل ۱۹۶۳ء

فہرست عنوانات

دیباچہ - کتابیات

پہلا باب :- فتح اندلس - ۷ تا ۲۶

فتح اسلام سے قبل اندلس کے سماجی معاشی، مذہبی، سیاسی حالات۔ اندلس کی فتح - فتح کے اثرات - اندلس کی امارت -

دوسرا باب :- عبدالرحمٰن الداخل ۲۷ تا ۴۸

عبدالرحمٰن کی پریشان حالی - عبدالرحمٰن افریقہ میں، اندلس میں عبدالرحمٰن کی حمایت - اور فتوحات - عبدالرحمٰن کی حکومت کا قیام - بغاوتیں اور ان کا استیصال - کردار اور کارنامے -

تیسرا باب :- ہشام اوّل اور حکم اوّل ۴۹ تا ۷۳

ہشام اوّل -

عیسائیوں کی بغاوت - مشرقی علاقوں میں بغاوت - بربریوں کی بغاوت عیسائی ریاستوں پر حملہ - ہشام کی دنیا سے کنارہ کشی - ہشام کی وفات اور اس کے عہد پر تبصرہ -

حکم اوّل ۵۶

مشرقی اندلس کی بغاوت - طلیطلہ کی اطاعت اور یوم الخندق مغربی اندلس کی بغاوت - قرطبہ میں فقہا کی بغاوت - سیرت اور کارنامے -

چوتھا باب :- عبدالرحمٰن ثانی ۷۴ تا ۸۹

عبدالرحمٰن کے درباری اور مشیر - بغاوتیں اور ان کا استیصال عیسائی حکمرانوں سے جنگیں - عیسائیوں میں مذہبی دیوانگی - متفرق واقعات - سیرت و کارنامے -

پانچواں باب:۔ محمد، منذر۔ عبداللہ ۹۰ تا ۱۱۲
محمد اوّل
طلیطلہ کی بغاوت۔ قرطبہ کے عیسائی شہید۔ ارغون کی بغاوت
ابن مروان کی بغاوت۔ عمر بن حفصون۔
منذر
عبداللہ
البیرہ کی شورش۔ اشبیلہ میں عربوں کی بغاوت۔ عمر بن حفصون سے
جنگیں۔ دیگر واقعات۔
چھٹا باب:۔
عبدالرحمٰن الناصر ۱۱۳ تا ۱۳۵
باغی علاقوں کی فتوحات۔ عیسائی ریاستوں سے جنگیں۔ فاطمین مصر
سے جنگیں۔ سیرت و کارنامے
ساتواں باب:۔ حکم ثانی۔ ہشام ثانی۔ حاجب المنصور ۱۳۶ تا ۱۶۵
حکم ثانی
عیسائی ریاستوں پہ حملے۔ شمالی افریقہ میں فتوحات۔ حکم کا ذوق علمی۔
متفرق کام۔
ہشام ثانی اور حاجب المنصور۔
محمد بن ابی عامر کی ترقی۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں فتوحات۔ المنصور
کا خطاب اختیار کرنا۔ مغرب اقصیٰ میں فتوحات۔ سیرت و کارنامے۔
آٹھواں باب:۔ اموی خلافت کا جائزہ ۱۶۶ تا ۱۸۱
زوال اور خاتمہ۔ انتظام حکومت۔ اموی عہد میں اندلس کی ترقی۔

پہلا باب

فتح اندلس

فتح اسلام سے قبل اندلس کی حالت

(اندلس کے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اس ملک میں جو قوم سب سے پہلے آباد ہوئی اس کا نام اندلش تھا اور اس ہی کی مناسبت سے اس ملک کا نام اندلس پڑا۔ یہ قوم مذہباً مجوسی تھی اور قحط کے سبب جلد ہی فنا ہو گئی۔ اس کی جگہ افریقہ کے جلاوطن یہاں آباد ہوئے جن کو رومیوں نے شکست دی رومی تقریباً تین سو سال تک اندلس پر حکومت کرتے رہے جب ان کی طاقت کمزور ہوئی تو گاتھ (GOTH) قوم نے ان کو نکال دیا۔ یہ قوم بھی اندلس پر تقریباً دو سو سال تک حکمران رہی اور رومی حکومت کی برائیوں دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی بلکہ عوام کی حالت ان کی حکومت کے دوران میں ابتر ہو گئی۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت یہی قوم اندلس پر حکمران تھی۔ اس کے آخری بادشاہ کا نام غیطشہ (WITIZA) تھا جس کو اس کی باغی فوج کے سردار رذریق (RODE RICK) نے قتل کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اسی کے زمانہ حکومت یعنی ۹۲ھ میں مسلمانوں نے فاتح کی حیثیت سے اندلس میں قدم رکھا)

مسلمانوں کے حملے کے وقت سماجی حالت:۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت اندلس کے حالات:۔ رعایا مختلف طبقوں میں بٹی ہوئی

تھی۔ حکمراں طبقہ میں بادشاہ، پادری اور امرا۔ شامل تھے۔ اور محکوم طبقہ میں متوسط لوگ، غلام، کسان اور یہودی تھے۔ اس زمانے میں حکمراں طبقہ کی حالت بہت بہتر تھی۔ پادریوں کو تمام قانونی اختیارات حاصل تھے گاتھ قوم ان کی بہت عزت افزائی کرتی تھی جس کی وجہ سے ان کو نہ صرف مذہبی اجارہ داری ملی ہوئی تھی بلکہ ملک کی بڑی بڑی املاک بھی ان کے قبضہ میں آگئی تھیں۔ پادریوں نے اپنے احکامات میں بار بار اس بات کا اعلان کیا کہ وہ یسوع مسیح کی طرف سے قوم کے نگہبان بنائے گئے ہیں اس لئے بادشاہ کو ان کے احکامات پر عمل کرنا چاہیئے۔ اکثر اوقات بادشاہ کا عزل و نصب اُن ہی کے مشوروں سے انجام پاتا تھا۔ اس طرح اندلس میں ایک نئی طاقت نے عروج حاصل کیا جو دوسری طاقتوں سے سبقت لے گئی۔ شروع میں غریب غلاموں کو ان پادریوں سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں اور ان کا خیال تھا کہ وہ انجیل کے احکامات کے تحت اس غلامی کو ختم کردیں گے مگر وہی پادری جو پہلے مساوات کی تبلیغ کرتے رہتے تھے جب خود جاگیردار بن گئے، دولت اور غلاموں سے بھرے ہوئے محلات ان کو رہنے کے لئے ملے تو انھوں نے بھی ان مظلوموں کے ساتھ پہلے سے کوئی بہتر سلوک نہیں کیا اور اعلان کیا کہ غلاموں کی آزادی کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اور ممکن ہے کہ کئی صدیوں تک نہ آئے۔ چنانچہ غلاموں کی حالت بہتر ہونے کی بجائے ابدتر ہوگئی۔

اسی طرح شاہی خاندان کے افراد اور دوسرے امرا۔ کی بھی اخلاقی حالت نہایت پست تھی۔ پورا ملک چھوٹی بڑی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جن کے مالک بڑے بڑے محلات میں عیاشی کے دن گذار رہے تھے۔ مذہب کے نام پر عیاشی کے اڈے کھولے گئے تھے جہاں جوا، شراب، زنا اور چوری ہر طرح کے جرم سرزد ہوتے تھے۔ عوام کا پیٹ کاٹ کر ان

امراء کی حرص کو پورا کیا جاتا تھا۔

جبکہ حکمراں طبقہ کو ہر طرح کی مراعات اور سہولتیں حاصل تھیں۔ محکوم طبقہ کی حالت بہت خراب تھی۔ متوسط طبقہ کی حالت بھی غلاموں سے بہت زیادہ بہتر نہ تھی۔ ان ہی پر تمام ٹیکسوں کا بار تھا۔ وہ اپنی املاک کو فروخت نہیں کر سکتے تھے اور اگر فصلیں موسم کی خرابی کی وجہ سے تباہ ہو جاتی تھیں تو بھی ان کو پورا پورا ٹیکس ادا کرنا ضروری ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی جائدادوں کو چھوڑ چھوڑ کر ملازمتیں اختیار کر لیتے تھے اور اپنے آقاؤں کے لئے عیش کے سامان فراہم کرتے تھے۔

معاشرے میں سب سے ابتر حالت غلاموں اور کسانوں کی تھی۔ کسانوں کی قسمت زمینوں سے وابستہ تھی۔ جب بھی کوئی جاگیردار اپنی زمین فروخت کرتا تھا تو اس کے ساتھ ساتھ یہ کسان بھی فروخت ہو جاتے تھے۔ ان کی اپنی کوئی ملکیت نہ تھی اور نہ ہی ان کو کوئی حق حاصل تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مرضی سے شادی بھی نہیں کر سکتے تھے (اگر دو جاگیروں کے کسان آپس میں شادی بیاہ کرتے تھے تو ان کی اولاد مالکوں میں برابر سے تقسیم کر دی جاتی تھی۔

رومی حکومت کے زمانہ میں کسانوں کی حالت غلاموں کے مقابلہ میں تھوڑی بہتر تھی۔ لیکن گاتھ حکومت کے دوران غلام اور کسان دونوں کو انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ ان سے جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا اور ہر طرح کی جسمانی سزائیں دی جاتی تھیں۔ غلامی کا عام رواج تھا اکثر اوقات ایک ایک امیر کے پاس چار ہزار سے آٹھ ہزار تک غلام ہوتے تھے۔ جو مختلف کام انجام دیتے تھے۔ مثلاً کاشت کرتے مچھلیاں پکڑتے مویشی چراتے اور صفائی وغیرہ کے کام کرتے تھے۔ اپنے

آقاؤں کے مظالم سے تنگ آکر اکثر اوقات غلام اور کسان جنگلوں میں پناہ لیتے تھے اور ڈاکو بن جاتے تھے اور جب بھی ان کو موقع ملتا ملتا تھا تو اپنے آقاؤں کے محلات کو لوٹ کر انکے مظالم کا بدلہ لیتے تھے۔

معاشی حالت:۔ معاشی طور پر مسلمانوں کے حملے کے وقت اندلس کی حالت اچھی نہ تھی۔ حکمراں طبقہ ہر قسم کے ٹیکسوں سے بری الذمہ تھا متوسط طبقہ ٹیکسوں کی بار کی وجہ سے پسا جا رہا تھا بھاری بھاری ٹیکسوں کی وجہ سے صنعت و حرفت ختم ہو چکی تھی اور سارے معاشی نظام پر ایک جمود کی سی کیفیت طاری تھی۔ غلاموں اور کسانوں کے پاس اپنی کوئی جائداد نہ تھی اور جب یہ لوگ اپنے آقاؤں کو بھاری بھاری رقمیں ادا کرنے میں ناکام رہتے تو ان کو ہر طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ زراعت کی حالت بھی اطمینان بخش نہ تھی۔ زیادہ تر زمینیں پانی کی کمی اور نہروں کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بیکار پڑی ہوئی تھیں۔ ذرائع آمدورفت بہت خراب حالت میں تھے جس کی وجہ سے ڈاکوؤں اور لٹیروں نے بہت شورش مچا رکھی تھی۔ پورا معاشی اور تجارتی نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور اصلاحات کا محتاج تھا۔

مذہبی حالت:۔ اندلس میں مذہبی رواداری بالکل نہ تھی۔ دوسرے مذاہب کو ہر طرح جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اندلس میں کیتھولک عیسائیوں کے علاوہ یہودی بھی بڑی تعداد میں آباد تھے چنانچہ وہی مذہبی طور پر ستائے جاتے تھے۔ بار بار ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جاتی تھی ۶۱۶ء میں سیسبٹ (SIS EBUT) نام کے گاتھ بادشاہ نے قانونی طور پر یہودیوں کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا اور جن لوگوں نے انکار کیا وہ جلاوطن کر دیئے گئے اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔

چنانچہ نوے ہزار کے قریب مظلوم یہودیوں نے بظاہر عیسائیت قبول کر لی وقتاً فوقتاً طلیطلہ میں جو اُس وقت دارالحکومت تھا، کونسل منعقد ہوتی رہتی تھیں اور مختلف قوانین یہودیوں پر مظالم اور ان کی مذہبی تبدیلی کی سلسلہ میں جاری کئے جاتے تھے۔ ان کو اپنے رسم ورواج کے تحت شادی بیاہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ان کو اپنے بچوں کو عیسائی مذہب سکھانے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اور جو یہودی ان احکامات کی پابندی نہ کرتے تھے ان کو کوڑے لگائے جاتے تھے ان کی زمین اور املاک ضبط کر لی جاتی تھیں اور تذلیل کے طور پر انھیں اپنے سروں کو منڈوانا پڑتا تھا ۶۹۴ء میں ایک نیا قانون پاس ہوا جس کے تحت یہودیوں کو غلام بنا لیا گیا۔ صرف سات سال کے بچے اس قانون کی زد سے آزاد تھے لیکن انھیں عیسائی مذہب میں زبردستی داخل ہونا تھا۔ مظالم سے تنگ آکر یہودیوں نے ایک عام بغاوت کرنی چاہی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی اور اس کا نتیجہ اور خراب ہوا اُن کے مویشی اور کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ یہودیوں کا قتل عام کیا گیا اور جو اس۔ کسی نہ کسی طرح بچ گئے وہ عیسائیوں کے غلام بنا دیئے گئے۔ بوڑھوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے دیا گیا لیکن نوجوانوں کے لئے مذہب کی تبدیلی لازمی قرار دی گئی۔ وہ اپنی قوم میں شادی بیاہ نہ کر سکتے تھے اور اس وقت سے یہ قانون بن گیا کہ (ایک یہودی غلام کی شادی ایک عیسائی غلام کے ساتھ کی جاتے گی۔ تاکہ اس نسل کا خاتمہ ہو جاتے۔) مظلوم یہودی۔ کسان اور غلام سب اس دن کے منتظر تھے جب وہ ان مظالم سے نجات پائیں اور انسانی حقوق حاصل کریں۔

سیاسی حالت:۔ معاشرتی اور معاشی حالت کی تباہی کے ساتھ ساتھ اندلس کی سیاسی حالت بھی بہت ابتر تھی زوذرلق نے گاتھ بادشاہ وٹیزا کو قتل کر کے حکومت حاصل کر لی تھی جس کی وجہ سے گاتھ خاندان کے

شہزادے اور امرا۔ حکومت کے زبردست مخالف تھے۔ مرکز میں سلطنت حاصل کرنے کے لئے امراء میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے تھے جس کی وجہ سے دور کے علاقوں کے گورنر خود مختار ہو جاتے تھے اور اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیتے تھے۔ سپاہیوں کو تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بغاوتوں کو دبایا نہ جاسکتا تھا۔ چنانچہ پورے ملک میں طوائف الملوکی اور انتشار کا عالم تھا

اس ابتری کے عالم میں بادشاہ وقت کے پاس کوئی مستقل فوج نہ تھی۔ مظلوم طبقہ ہی ملک کی حفاظت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا جان کی بازی لگانا ان کی اطاعت اور وفاداری کی دلیل سمجھا جاتا تھا لیکن انھیں اپنی حکومت اور ملک سے کوئی ہمدردی نہ تھی چنانچہ وہ حملہ آور کی اس امید پر مدد کرتے تھے کہ ممکن ہے ان کی حالت بہتر ہو جائے۔

جس وقت اندلس میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی شمالی افریقہ کے ساحلی علاقہ پر مسلمانوں کی ایسی حکومت قائم تھی جہاں انصاف، رواداری اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ اکثر اندلس کے غلام اور دوسرے مظلوم بھاگ بھاگ کر وہاں پناہ لیتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر والیٔ افریقہ ان کے ساتھ بہت ہمدردی سے پیش آتے تھے اور ان کو اپنے ملک میں بسنے کی اجازت دیدیتے تھے۔

اندلس کی ابتری مسلمانوں کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب بنی۔ موسیٰ بن نصیر کی عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ اندلس کے سرسبز و شاداب ملک پر قبضہ کیا جائے لیکن اموی خلافت کی طرف سے مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ مگر ایک فوری سبب کی بنا پر ان کی یہ دلی تمنا پوری ہوئی اور خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک نے ان کو حملے کی

اجازت بھی دے دی۔ ــــــ (وہ فوری سبب یہ ہوا کہ زمانہ کے رواج کے مطابق جولین (JULIAN) والی سبتہ (CEUTA) نے اپنی لڑکی فلورنڈا کو روڈرک کے محل میں آداب محفل اور تہذیب سکھانے کے لئے بھیجا۔ روڈرک نے معصوم لڑکی کی عصمت کو داغدار کیا۔ فلورنڈا نے اپنے باپ کو تمام حالات سے آگاہ کیا) اور جولین اپنی لڑکی کو واپس لے آیا۔ چلتے وقت روڈرک سے ایسے شکاری باز بھیجنے کا وعدہ کیا جو دنیا میں نایاب ہوں۔ ان بازوں سے جولین کا اشارہ مسلمانوں کی طرف تھا جو افریقہ میں موقع کے منتظر تھے۔ چنانچہ جولین فوراً موسیٰ بن نصیر کے پاس پہونچا اور ان سے درخواست کی وہ ایک ظالم و جابر بادشاہ سے اندلس کو نجات دلائیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس نے اندلس کی خوبصورتی اور دولت کے قصے بیان کئے اور کہا کہ مسلمانوں کو صرف تھوڑی سی زحمت کرنی پڑے گی اور فتح ان کے قدم چومے گی۔ جولین نے اپنے آپ کو رہنمائی کے لئے بھی پیش کیا۔ یہ سن کر موسیٰ کی خوشی کی انتہا نہ رہی لیکن پھر بھی انھوں نے حالات پر غور کرنا ضروری سمجھا کہ کہیں دھوکہ سے مسلمان افواج کو بلا کر ختم نہ کر دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ خلیفہ وقت ولید اول کو تمام حالات سے آگاہ کر کے
۲. حملہ کی اجازت چاہی۔ دربار خلافت سے اجازت تو مل گئی مگر محتاط رہنے
۶۹ھ کی بھی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ پہلے طریف نامی ایک جرنل کو کئی سو سپاہ کے ساتھ معمولی حملہ کی غرض سے بھیجا گیا جس نے سنہ ۷۱۰ء میں الخضرا (ALRECIRAS) پر حملہ کیا اور کامران واپس ہوا۔ اس مہم کی کامیابی سے اندلس کے اصلی حالات کا موسیٰ بن نصیر کو اندازہ ہو گیا۔ اور انھوں نے ایک بڑی مہم کی تیاریاں شروع کر دیں جس کا سپہ سالار طارق بن زیاد کو مقرر کیا گیا۔

(فتح اندلس) اپریل ۷۱۱ء میں طارق ابن زیاد سات ہزار منتخب سپاہ کے ساتھ اندلس کے ساحل پر لنگر انداز ہوا جو اب اس کے نام کی مناسبت سے سے جبل الطارق (GIBRALTAR) کہلاتا ہے۔ سب سے پہلے اس نے جہازوں میں آگ لگوا دی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں واپس لوٹنے کا خیال پیدا نہ ہو اور وہ جان کی بازی لگا دیں۔ تھیوڈمیر (THEODAMIR) نے جو جنوبی مشرقی ساحلی علاقہ پر رذریق کی طرف سے حکمران تھا طارق کی پیشقدمی کو روکنا چاہا۔ لیکن ناکام رہا۔ اس نے فوراً رذریق کو مسلمانوں کے حملے کی اطلاع دی جو اس وقت شمالی علاقہ میں بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھا۔ جیسے ہی اس کو تھیوڈمیر کا قاصد ملا وہ فوراً دارالحکومت واپس آیا۔ اور جاگیرداروں کو اپنی فوجوں کے ساتھ قرطبہ پہونچنے کا حکم دیا۔ پادریوں نے اس جنگ کو مذہبی جنگ قرار دیا اور سپاہیوں سے انعام و اکرام کے بڑے بڑے وعدے کیے گئے۔ جن جن لوگوں نے جنگ سے جان چھڑانی چاہی ان کو بھی جبریہ فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اس طرح ایک لاکھ کے قریب فوج جمع ہو گئی۔ طارق نے بھی موسیٰ سے مزید کمک منگوائی اور پانچ ہزار سپاہ افریقہ سے اور اندلس کے مسلمانوں کی مدد کیلئے پہونچ گئی۔ دریائے گاڈلیٹ (GUADELATE) کے کنارے میڈنہ سڈونہ (MADINA-SIDONA) کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ طارق نے جہاد پر خطبہ دیا اور اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھانے کیلئے پرزور تقریر کی۔ اس نے کہا۔

"ساتھیو! تمہارے سامنے دشمن ہے اور پشت پر سمندر۔ کوئی راہ فرار نہیں ہے سوائے صبر و استقلال اور بہادری کے"۔ تقریر ختم کر کے اس نے حملہ کا آغاز کیا۔ اور یہ خونریز جنگ ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ سابق بادشاہ وٹیزا کے بھائی اور رذریق کے جرنیل

کی درخواست پر اندلسی فوج میں شامل ہو گئے تھے پہلے ہی پیچھے ہٹ گئے تاکہ وہ روڈریق سے اپنی حق تلفیوں کا بدلہ لے سکیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کر کے واپس افریقہ لوٹ جائیں گے اور روڈریق جنگ میں مارا جائے گا یا کم از کم مسلمانوں کے ہاتھوں اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس طرح وہ دوبارہ اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کر لیں گے۔ روڈریق کی اپنی فوج جو قلب میں تھی کئی دن تک مقابلہ کرتی رہی لیکن مسلمانوں کے جذبہ اور جوش کے آگے وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکی اور مسلمانوں کو ایک عظیم فتح حاصل ہوئی۔ گاتھ فوج بری طرح پسپا ہوئی اس کا بڑا حصہ لڑائی میں مارا گیا اور جو باقی بچا وہ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گیا اور خود روڈریق کا بھی یہی حشر ہوا حالانکہ عیسائی بہت دن تک اس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے

یہ جنگ اپنے نتائج کے اعتبار سے مسلم تاریخ کی اہم جنگوں میں شمار ہوتی ہے جس نے ایک قدیم سلطنت کی بنیادیں ہلا کر ایک نئی قوم کی حکومت کی بنیاد رکھی اور ایک نئی تہذیب کو جنم دیا۔ تقریباً پچاس ہزار گاتھ مارے گئے اور تیس ہزار گرفتار ہوئے۔ اس جنگ نے جہاں عیسائیوں کے حوصلوں کو پست کر دیا۔ وہاں مسلمانوں میں نئے جوش و خروش کی روح پھونک دی۔ طارق نے موسیٰ کو فتح کا مژدہ بھیجا۔ موسیٰ نے طارق کو اس وقت تک مزید پیشقدمی کے لئے روکا جب تک کہ وہ خود اندلس نہ پہنچ جائے۔ لیکن طارق نہیں چاہتا تھا کہ عیسائیوں کی منتشر طاقت کو پھر مجتمع ہونے کا موقع ملے۔ اس لئے اس نے موسیٰ کا انتظار کئے بغیر فتوحات کو جاری رکھا۔

کاؤنٹ جولین کے مشورے سے طارق نے پھر موسیٰ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ اب مسلم افواج میں افریقہ کے بربر بھی بڑی تعداد میں آکر

شامل ہونے لگے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی فوجی طاقت بہت بڑھ گئی اندلس کا پورا معاشرتی اور سیاسی نظام اتنا درہم برہم تھا کہ مسلمانوں کو اس سے اپنی فتوحات میں بہت مدد ملی۔ غلاموں، کسانوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کی ہر طرح مدد کی۔ صرف چند جگہ پر امرا۔ اور گورنروں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست کھائی اور جلد ہی مسلمانوں کا پورے ملک پر قبضہ ہو گیا طارق نے سب سے پہلے سڈونہ اور کارمونہ (SIDONA & CARMONA) کے قلعوں کو فتح کیا۔ اس کے بعد اسے سی جا (ECIJA) کا محاصرہ کیا جہاں رُوزریق کے بھاگے ہوئے سپاہیوں نے پناہ لی تھی۔ ان لوگوں نے کھلے میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ یہ بھی مسلمانوں کے لئے ایک اہم فتح تھی کیونکہ اسے سی جا عیسائی مذہب کا ایک بڑا اور اہم مرکز تھا جہاں ہزاروں راہب اور پادری خانقاہوں میں زندگی گزار رہے تھے اس شہر کو مرکزی حیثیت حاصل تھی کیونکہ یہیں سے اندلس کے بڑے اور مضبوط شہروں غرناطہ، کارمونہ، طلیطلہ اور قرطبہ کو سڑکیں جاتی تھیں چنانچہ اسے سی جا کے مقام پر طارق نے اپنی فوج کو چار حصوں میں منقسم کر کے مختلف سمتوں میں روانہ کر دیا۔

طارق خود ایک مسلم سالار مغیث رومی کے ساتھ قرطبہ کی جانب بڑھا اس شہر کے چاروں طرف ایک بڑی مضبوط فصیل تھی۔ طارق نے نو دن تک محاصرہ کیا لیکن وہ ایک شہر میں زیادہ دن تک نہیں ٹھہر سکتا تھا اس لئے مغیث کو وہاں کی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے خود گاتھ کے دارالحکومت طلیطلہ کی طرف بڑھا۔ طارق کی روانگی کے بعد محصورین کے حوصلے بلند ہو گئے اور انھوں نے نئے جوش و خروش سے مقابلہ شروع

کر دیا۔ محاصرہ کے دوران میں مغیث کو ایک چرواہے نے فصیل میں ایک شگاف کا پتہ دیا جہاں سے کئی آدمی قلعہ کے اندر داخل ہوسکتے تھے۔ چنانچہ ایک طوفانی شب کو مغیث چند ساتھیوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوگئے۔ طوفان کی سختی کی وجہ سے قلعہ کی حفاظت پوری طرح نہ ہوسکی۔ مسلمان باآسانی پھاٹک تک پہونچ گئے اور اسے کھول دیا اور پوری مسلمان فوج شہر میں داخل ہوگئی۔ محصورین نے اب مقابلہ فضول سمجھا اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا اسطرح بغیر کشت وخون کے اسی جا پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ گورنر کے علاوہ شہر کے تمام باشندے آزاد شہری قرار دیئے گئے اور شہر کو یہودیوں کے قبضہ میں دے دیا گیا جنہوں نے مسلمانوں کی اس حملہ میں بڑی مدد کی تھی۔

قرطبہ کی فتح کے بعد مغیث مرسیہ (MURCIA) کی طرف بڑھے۔ یہ پورا علاقہ پہاڑی تھا اور تھیوڈمیر کے قبضہ میں تھا جو ایک جری حوصلہ سپہ سالار تھا اس نے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ تھیوڈمیر اپنے ایک غلام کے ساتھ بھاگ کر اوری ہیولا (ORIHLIELA) میں پناہ گزیں ہوا۔ یہاں کئی سو عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی آدمی نہ تھا۔ تھیوڈمیر نے اب حفاظت کی ایک نئی ترکیب نکالی۔ اس نے عورتوں کو سپاہیوں کے لباس پہنائے اور عالات حرب سے آراستہ کر کے قلعہ کی فصیل پر متعین کر دیا۔ مسلمان بھی اس قلعہ کی حفاظت کا اس قدر اہتمام دیکھ کر رک گئے۔ اب خود تھیوڈمیر گورنر شہر کی طرف سے قاصد بن کر مسلمانوں کے پاس صلح کا پیغام لے کر آیا۔ اس نے اس شرط پر شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا کہ عیسائیوں کے جان و مال کو امان دی جائے گی اور ان کو دوسرے شہر میں منتقل ہو لے دیا جائے گا۔ مغیث نے یہ شرائط منظور کر لیں لیکن دوسرے دن صبح مسلمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر کے اندر ایک مرد بھی موجود نہ تھا اور عورتیں معہ مال و اسباب کے شہر سے رخصت ہو رہی تھیں۔ مغیث تھیوڈمیر کی اس جسارت اور ترکیب سے بہت متاثر ہوا اور پورا علاقہ طارق کے مشورے

سے تھیوڈمیر ہی کے قبضہ میں دے دیا جواب تک اس کے نام کی مناسبت سے تدمیر کہلاتا ہے۔

اس دوران میں دوسرے سپہ سالاروں نے مالقہ (MALAGA) غرناطہ (GRANADA) اور البویرا (ELVIRI) کے صوبوں کو فتح کیا اور ہر جگہ عرب حکام کا تقرر ہوا۔

طارق اس اثنا میں گاتھ کے دارالخلافہ طلیطلہ پہونچ چکا تھا۔ یہ شہر دریائے ٹیگس کے کنارے بلندی پر آباد تھا اور اس کو مضبوط بنانے میں ہر بادشاہ نے اپنی انتہائی کوشش کی تھی۔ خود دریا اس کی چاروں طرف سے حفاظت کرتا تھا۔ طارق جب طلیطلہ پہونچا تو امرا۔ اور پادری وہاں سے بھاگ کر دوسرے محفوظ مقامات چلے گئے تھے پر صرف غربا اور یہودی موجود تھے جنھوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی انہیں خوش آمدید کہا اور بغیر کسی مزاحمت کے اس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں صرف مفرورین کی جائدادیں ضبط کی گئیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو پوری پوری مذہبی اور شہری آزادی دی گئی۔ یہاں سے بے شمار مال و دولت مسلمانوں کو ملا جس میں چار سونے کے تاج تھے جن پر بادشاہوں کے نام اور ان کی تاجپوشی کی تاریخیں کندہ تھیں۔ طلیطلہ کو وٹیزا کے بھائی اوپاس کی نگرانی میں دیدیا گیا۔ اس طرح سے چند ہی دنوں میں طارق تقریباً آدھے اندلس کا مالک بن گیا۔ مسلمان اور یہودی ان شہروں میں بس گئے جن کو عیسائی خالی کر گئے تھے۔ مسلمان سپہ سالاروں کو جنھوں نے فتوحات میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ مختلف صوبوں کی گورنری سونپی گئی۔ عوام اور یہودیوں نے مسلمانوں کو نجات دہندہ سمجھ کر ہر طرح کی مدد کی پادری اور امراء بھاگ بھاگ کر شمالی پہاڑیوں کے محفوظ مقامات پر چلے گئے۔

طارق نے اتنی ہی فتوحات حاصل کی تھیں کہ موسیٰ بن نصیر خود اندلس کی فتح کو مکمل کرنے کے لئے ۱۲ھ میں اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ پہونچ

گئے۔ ان کی افواج میں عرب کے معزز خاندان کے افراد اور اکثر صحابہ کی اولاد بھی شامل تھیں۔ موسیٰ نے اپنی فتوحات کے لئے شمالی مغربی علاقہ کو منتخب کیا اور چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کرتے ہوتے اشبیلیہ (SEVILLE) پہونچے جو اس زمانہ کے خوبصورت اور دولت مند شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک مہینے کی مسلسل کوشش کے بعد شہر فتح ہو سکا۔ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر نے مریدہ کا رخ کیا جس کی مضبوطی پر رومیوں نے خاص توجہ دی تھی یہاں کی عبادت گاہیں دولت سے پر تھیں اور عمارات فن تعمیر کا بہترین نمونہ تھیں یہ خاص مذہبی مرکز تھا اور یہاں کا بطریق طلیطلہ کے بطریق سے زیادہ شان و شوکت کا مالک تھا۔ یہاں کے باشندے دن بھر میدان میں نکل کر لڑتے اور رات کو قلعہ بند ہو جاتے تھے۔ کئی مہینے تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ تنگ آکر موسیٰ نے شہر کی ناک بندی کر دی اور پانی کے ذرائع بھی بند کر دیئے۔ بھوک اور پیاس سے مجبور ہو کر محصورین نے صلح کی شرائط منظور کر لیں اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ یہاں سے بھی بے اندازہ دولت فاتحین کو ملی۔

ان فتوحات سے فارغ ہو کر موسیٰ بن نصیر طلیطلہ پہونچے جہاں طارق ان کے انتظار میں موجود تھا۔ طارق نے مال غنیمت اور تحائف پیش کئے موسیٰ نے طارق سے پیش قدمی پر باز پرس کی اور تنبیہ کے بعد معاف کر دیا۔ اب طارق اور موسیٰ کی فوجوں نے ارغون (ARAGON) کا رخ کیا۔ اور اس کے تمام بڑے شہروں کو فتح کر لیا۔ وہاں بربر قبائل کو آباد کر کے مسجدیں بنوائیں۔ اس کے بعد قتلونہ (CATALONIA) اور بلنسیہ (VALENCIA) پر تھوڑی مزاحمت کے بعد قبضہ ہو گیا۔ مغربی علاقہ میں جلیقیہ (GALACIA) کا صوبہ بھی آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اب مسلمان افواج شمال کی طرف بڑھیں اور سرقسطہ (SAR[redacted]GOSSA) اور برشلونہ (BARCELONA) جیسے اہم شہروں کو فتح کیا۔ اس طرح دو سال سے کم عرصے میں تقریباً پورے

اندلس پر مسلمانوں کا قبضہ پرینیز کی پہاڑیوں تک ہو گیا یہیں کھڑے ہو کر موسیٰ نے پورے یورپ کی فتح کا خاکہ اپنے ذہن میں تیار کیا لیکن وہ ابھی اس پر کوئی عملی قدم بھی نہ اٹھانے پایا تھا کہ ولید اوّل خلیفہ وقت کا قاصد پہونچا کہ مسلمان اب مزید پیش قدمی فوراً روک دیں۔ چنانچہ موسیٰ نے اپنے اس ارادہ کو ترک کر کے اسپین کے پہاڑی علاقوں کی سرکوبی کرنی شروع کی جہاں بہت سے عیسائی پادری اور امراء چھپے ہوتے تھے۔ اس میں بھی مسلم افواج کو کامیابی ہوئی یہاں تک کہ صرف پلیو (PELAYO) اسٹریاس (ASTURIAS) کے پہاڑیوں میں اپنے چالیس ساتھیوں سمیت رہ گیا بہت ممکن تھا کہ موسیٰ اور طارق اُس کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیتے کہ ولید کا پروانہ پہونچا کہ دونوں فاتح بارگاہ خلافت میں حاضری دیں۔ چنانچہ موسیٰ اور طارق نے واپس جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسلم افواج کی یہ بے موقع واپسی اسلام کے لئے آئندہ بہت مضر ثابت ہوئی پلیو نے یہیں پہاڑیوں میں اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ اور بعد میں جب مسلم سلطنت اندلس میں کمزور پڑنی شروع ہوئی تو عیسائیوں نے ان پر حملہ کر کے ان کو اپنے ملک سے نکال دیا۔

اندلس چھوڑنے سے قبل موسیٰ نے وہاں کے ضروری انتظامات کئے۔ اپنے لڑکے عبدالعزیز کو پورے علاقہ کا گورنر مقرر کیا اور اشبیلیہ کو دارالسلطنت قرار دیا۔ دوسرے لڑکے عبداللہ کو افریقہ کی ولایت پر متعین کیا۔ اور سب سے چھوٹے بیٹے عبدالملک کو مراقش کا حکمراں مقرر کیا۔ ان انتظامات سے فارغ ہو کر موسیٰ اور طارق بے شمار مالِ غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ ستمبر ۷۱۴ء میں دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ان کو ولید کی سخت علالت کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی ساتھ سلیمان بن عبدالملک ولیعہد خلافت کا ایک خط ملا کہ یہ لوگ اپنی رفتار کم کر دیں تا کہ اس عرصہ میں ولید کی جگہ سلیمان برسرِ اقتدار آجائے

مگر موسیٰ نے اُس کے خط کو کچھ اہمیت نہ دی اور تیزی کے ساتھ دارالخلافہ روانہ ہوا۔ یہانتک کہ ولید کے انتقال سے چالیس دن قبل یہ فاتحین پہونچ گئے۔ ولید نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ان کو انعام و اکرام سے نوازا لیکن سلیمان کے دل میں اسی وقت سے ان فاتحین کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا اور اس نے ولید کے مرتے ہی ان سے انتقام کیا۔ موسیٰ پر غبن کا الزام لگاکر گرفتار کرالیا۔ اور کسمپرسی کی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ طارق کا اتنا عبرتناک انجام تو نہیں ہوا لیکن اس کی بقایا زندگی گمنامی کی حالت میں گذری اور اس کو کسی مہم پر نہیں بھیجا گیا۔

فتح کے اثرات

اندلس پر زمانہ قدیم سے بیرونی حملے ہوتے رہے اور مختلف قوموں کی حکومتیں قائم ہوئیں لیکن یونانیوں اور رومیوں تک نے اندلس کو وہ تہذیب و تمدن نہیں بخشا جو عیسائی مورخین کے خیالات کے مطابق "غیر مہذب" مسلمانوں نے عطا کیا۔ وہ اپنے ساتھ محبت واخوت، مساوات، رحمدلی اور خوشحالی کے بہترین اصول لے کر آتے جس وقت انھوں نے اندلس پر حملہ کیا تھا انھیں اس کا اندازہ تک نہ تھا کہ وہ اتنی عظیم فتوحات حاصل کرلیں گے۔ اور اتنے بڑے اور شاداب ملک کے حکمراں بن جائیں گے مگر جب ان کو حکمرانی ملی تو انھوں نے ایک ایسی حکومت قائم کی جو بقول لین پول (وہ زمانہ وسطیٰ کی بہترین حکومت تھی جبکہ تمام یورپ بربریت، جہالت اور خانہ جنگی میں بُری طرح مبتلا تھا اس حکومت نے تنہا مغربی دنیا کے سامنے علم و تہذیب کی مشعل کو روشن و منور رکھا۔")

فتح اندلس نے یہاں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا اور ایک اہم معاشرتی، اور معاشی انقلاب پیدا کیا۔ شروع میں مسلمانوں کے حملہ کو صرف ایک وقتی مہم تصور کیا گیا لیکن مسلمانوں کی نوآبادیات کے قیام، مسجدوں کی تعمیر اور عرب والبول کے صوبوں پر تقررات نے یہ بات واضح کردی کہ مسلمان

صرف حملہ کرنے کی غرض سے نہیں آتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ ۱۱۲۳۰۹

اسلامی فتح کی ابتدا میں اگرچہ لوٹ مار کے اکثر واقعات پیش آتے لیکن امن و امان قائم ہو جانے کے بعد مسلم حکمرانوں نے مسلم اور غیر مسلم رعایا کے فرق کو مٹایا۔ جس طرح انھوں نے مسجدوں کا انتظام کیا اسی طرح عیسائیوں کے کلیساؤں کے لئے بھی نظم و ضبط کے اصول بنائے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی وہ اپنے مذہبی امور کی خود نگہداشت کرتے اپنے رسم و رواج کے تحت اپنے تہوار مناتے تھے۔ مسیحی مجالس کے انعقاد کی عام اجازت تھی اور کلیساؤں سے متعلق ہر شہر میں اس کی فتح کے موقعہ پر عیسائی رعایا سے جو شرائط طے پاتے تھے ان کی پابندی کی جاتی تھی مسلمانوں نے مذہبی رواداری کی ایسی مثال قائم کی جو اندلس کے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے بالکل انوکھی تھی۔ اور جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔

مسلمانوں نے اندلس کے محاصل کا خاص انتظام کیا۔ عیسائی رعایا کے حق کاشت کو محفوظ رکھا۔ اور ان کو جاگیرداروں کے مظالم سے نجات دلائی۔ ان کے تنازعات ان کے اپنے قوانین کی رو سے ان ہی کے جج طے کرتے تھے۔ فوجی خدمت کے معاوضہ میں اور جان و مال اور عزت و آبرو کی ذمہ داری کی وجہ سے عیسائی رعایا پر جزیہ کی رقم عاید کی گئی جو پچھلے محاصل کے مقابلہ میں بہت معمولی تھی امراء سے ۴۸ درہم متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم اور مزدوروں اور پیشہ وروں سے صرف بارہ درہم سالانہ لئے جاتے تھے عورتیں، بچے، بوڑھے، راہب اور اپاہج اس سے مبرا تھے لیکن جیسے ہی وہ اسلام قبول کر لیتے تھے ان کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ محاصل کو وصول کرنے کیلئے ان ہی کے ہم قوم باشندے مقرر کئے گئے تھے۔ صرف ان امراء کی جائیدادوں کو ضبط کیا گیا تھا جو شہروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور ضبط شدہ جائدادوں کو مسلمان سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا

کسانوں اور کاشتکاروں کے ساتھ خاص مراعات کی گئیں اور ان کو حق ملکیت عطا کیا گیا۔ یہ حق بقول ڈوزی کے عیسائی کاشتکاروں کو رومی اور گاتھ حکومتوں کے زمانہ میں بھی نہیں ملتا تھا حاصل کی نگہداشت اور اصلاح کے ساتھ ساتھ زمین کی زرخیزی کے وسائل شروع سے مسلمانوں نے اختیار کئے۔ کاشتکاروں کو ہر طرح کی سہولتیں مہیا کیں۔ تجارتی کاروبار میں آسانی پیدا کرنے کے لئے راستے ہموار کئے۔ تجارتی قافلوں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ بعد میں صنعت و حرفت کی ترقی کی ہمت افزائی کی جس سے آئندہ ملک کی تجارت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ معاشرتی

اندلس کی فتح سے خاص طور پر متوسط طبقہ، غلام اور کسان بہت متاثر ہوئے۔ مسلمانوں نے ظالم قوانین کا خاتمہ کر کے امراء کے حقوق و اختیارات کو بہت محدود کر دیا۔ ایسے قوانین بنائے جن میں آقا اور غلام، زمیندار اور کسان ایک ہی رتبہ کے مالک بن گئے۔ حکومت کے بہت سے فرائض متوسط طبقہ کو بھی سونپے گئے۔ اور انہیں بھی حکومت کے کاروبار میں شریک کیا گیا۔ عوام کے ساتھ، فاتحین نے جس رواداری، اور انصاف کا برتاؤ کیا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اندلس کے عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور ان کی وفاداریاں مشتبہ نہیں رہیں۔ عیسائی عرصے سے اندلس میں آباد تھے اور تہمل زندگی بسر کر رہے تھے مسلمانوں کی فتح کے بعد ان کی تہذیب و تمدن نے بھی اندلس پر بڑا گہرا اثر قائم کیا اور ایک ایسے جدید تمدن کی نشوونما ممکن ہو سکی جو نہ صرف صدیوں تک برقرار رہا بلکہ دیگر یورپین اقوام کو بھی متاثر کرتا رہا۔ مغربی یورپ کی علمی و تمدنی ترقی، اندلس کے مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے جس کا اعتراف، خود یورپین مصنفین نے کیا ہے۔

اندلس کی امارت موسیٰ بن نصیر اپنی واپسی کے وقت اندلس پر اپنے

لڑکے عبدالعزیز کو والی نامزد کر گیا تھا۔ لیکن موسیٰ کے زوال کے کچھ ہی عرصہ بعد سلیمان نے اندلس کے بعض عرب سرداروں سے سازش کر کے عبدالعزیز کو قتل کرا دیا اور اندلس کی حکومت کو افریقہ کی ولایت سے متعلق کر دیا۔ اندلس چونکہ کافی فاصلہ پر تھا لہٰذا سلیمان اور اس کے بعد دیگر اموی خلفاء اندلس کے نظم ونسق پر پوری طرح توجہ نہ دے سکے اور جو عامل یہاں مقرر کئے جاتے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے حکومت کرتے نئے فتوحات کا سلسلہ شروع کرتے تھے۔ اور نظم ونسق میں اصلاح کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد نہ صرف شام میں عربوں کی قبائلی عصبیت ابھر آئی تھی بلکہ جن مفتوحہ علاقوں میں عربوں کے طاقتور قبیلے آباد تھے، ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اندلس میں کلبی اور فہری قبائل کے اثرات قائم تھے۔ اور اکثر وہاں کی امارت پر ان قبائل کے سردار تعینات کئے جاتے تھے۔

ان قبائل کے آپس میں اختلافات بڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں شمالی افریقہ کے بربریوں نے اموی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ جسے ختم کرنے کیلئے شامی افواج شمالی افریقہ روانہ کی گئی تھیں۔ ان شامیوں کو بربریوں کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی اور وہ اندلس پہونچ گئے۔ ان شامیوں نے اندلس کے عامل عبدالملک فہری کو معزول کر کے قتل کر دیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر اندلس میں قبائلی دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی۔ ۷۴۱ء/۱۲۳ھ سے ۷۵۶ء/۱۳۸ھ تک اندلس کے عرب قبیلے خانہ جنگی کا شکار رہتے۔ اسی خانہ جنگی میں جن عرب سرداروں نے حصہ لیا۔ ان میں ابوالخطار کلبی، صمیل بن حاتم، ثوابہ بن سلمہ حدانی اور ابوالعطاء قیسی کے نام قابل ذکر ہیں ان سرداروں میں سے بعض کو قیسی قبائل کی حمایت حاصل تھی اور بعض کو یمنی قبائل کی۔ ابوالخطار کلبی کو جس کی امارت ۷۴۳ء/۱۲۵ھ

سے ۷۴۶ء/ ۱۲۸ھ تک قائم رہی تھی۔ قبیلہ قیس کے سربراہ صمیل بن حاتم نے شکست دیکر ثوابہ بن سلمہ حدان کو امارت پر نامزد کیا تھا جو یمنی قبائل سے تعلق رکھتا تھا۔ ثوابہ کے انتقال کے بعد صمیل نے یوسف بن عبدالرحمٰن النہری کو، جو خانہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا، امن و امان کے نام پر مجبور کیا کہ وہ اندلس کی امارت کو قبول کرے۔ لیکن یوسف کی مخالفت ابوالخطار اور اس کے حامیوں نے کی۔ اور قریب تھا کہ پھر خانہ جنگی کا آغاز ہو جائے لیکن بعض سرداروں کی کوششوں سے فریقین میں ایک معاہدہ ہو گیا جس کی رو سے اندلس کی امارت ایک سال کے لئے مضری قبیلہ میں اور دوسرے سال یمنی قبیلہ میں رہنی منظور کی گئی۔ چنانچہ پہلے سال (۷۴۷ء/ ۱۳۰ھ) یوسف النہری کی امارت تسلیم کی گئی جسے مضری قبائل کی حمایت حاصل کی تھی۔ سال کے خاتمے کے بعد یہ امارت یمنی قبائل میں منتقل ہونی تھی لیکن صمیل بن حاتم معاہدہ سے منحرف ہو گیا۔ اور جنگی تیاریاں کرنے لگا۔ یوسف النہری، معاہدہ شکنی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اسکے قبیلے نے صمیل کا ساتھ دیا۔ لہٰذا اسے بھی جنگ میں حصہ لینا پڑا۔ مضری قبائل کی سربراہی صمیل بن حاتم اور یوسف النہری کر رہے تھے جبکہ یمنی قبائل کی قیادت ابوالخطار اور ابن حریث کے ہاتھوں میں تھی۔ قرطبہ کے نزدیک (وادی الکبیر میں) نہایت خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ جو ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ آخر میں یمنیوں کو شکست ہوئی اور ابوالخطار اور ابن حریث گرفتار ہو کر قتل کئے گئے۔ مضریوں کو اندلس میں برتری حاصل ہو گئی۔ اور ابن اثیر کے بیان کے مطابق امارت پر یوسف فائز تھا لیکن حکم صمیل کا چلتا تھا۔ یوسف اور صمیل نے ملکر یمنیوں کی طاقت کو بالکل ختم کر دیا۔ لیکن یہ ہی وہ زمانہ تھا جب بنو عباس بنو امیہ کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور ۷۵۰ء/ ۱۳۲ھ میں دمشق کے آخری اموی حکمران مروان ثانی کو جنگ زاب میں شکست ہو چکی تھی۔

اموی خلافت کے خاتمہ کا اثر اندلس پر بھی پڑا اور وہاں کے یمنیوں نے عباسیوں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ دو یمنی سرداروں عامر اور حباب زہری نے اپنے حامیوں کو جمع کر کے شمالی اندلس کے صوبہ پر چڑھائی کی جہاں اس وقت صمیل موجود تھا۔ صمیل کی حمایت میں بنو کلاب، بنو غطفان اور بنو کعب نے عباسیوں کی مخالفت کا اعلان کر دیا اور صمیل کی مدد کے لئے روانہ ہو گئے۔

یمنیوں نے سرقسطہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا لیکن امدادی لشکر آجانے کی وجہ سے انھیں یہ محاصرہ اٹھانا پڑا۔ لیکن بعض دیگر مقامات پر حامیانِ بنو امیہ اور حامیانِ بنو عباس میں جنگیں ہوئیں۔

اسی اثنا میں ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن بن معاویہ کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر شمالی افریقہ پہنچ گیا تھا اور اس نے اپنے غلام بدر کو اپنا قاصد بنا کر اندلس بھیجا تھا۔ تاکہ ان قبائلی سرداروں سے گفت و شنید کی جائے جو بنو امیہ کے حامی ہیں اور اس کی حکومت تسلیم کرنے کیلئے تیار ہو سکتے ہیں۔ موسیٰ بن نصیر کے بعد سے عبدالرحمٰن الداخل تک کل بیس امراء نے حکومت کی تھی۔ لیکن اس دور میں زیادہ تر اندلس کے عرب قبائل خانہ جنگی میں مصروف رہے تھے اور اندلس کو وہ اہمیت حاصل نہ ہو سکی تھی جو عبدالرحمٰن الداخل کی حکومت کے قیام کے بعد ممکن ہوئی۔

دوسرا باب

عبدالرحمٰن الداخل

آغازِ حکومت ۱۳۸ھ ۷۵۶ء   وفات ۱۷۱ھ ۷۸۷ء

عبدالرحمٰن کی پریشان حالی

عباسیوں نے مشرق میں اموی خلافت کا تختہ الٹنے کے بعد بنو امیہ کے نام ونشان کے مٹانے کی انتہائی کوشش شروع کر دی، تاکہ ان میں سے کوئی سلطنت کا دعویدار بن کر بغاوت نہ کر دے اس انتشار کے عالم میں جس اموی شہزادے کو جہاں بھی سر چھپانے کا موقعہ ملا وہ وہاں روپوش ہو گیا۔ ان ہی میں اندلس کی اموی سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی تھا۔

عبدالرحمٰن مشہور اموی خلیفہ ہشام کا پوتا اور اس کے لڑکے معاویہ کا بیٹا تھا۔ وہ مروان کی شکست اور قتل کے وقت اپنی جاگیر میں تھا جب امویوں کا قتل عام شروع ہوا تو بہت سے اموی خاندان کے افراد شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں پناہ لینے لگے۔ اب عباسیوں نے دوسری چال چلی اور امن عام کا اعلان کیا۔ چنانچہ مختلف محفوظ مقامات پر پوشیدہ افراد اس دھوکے میں آ گئے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اسّی سے زیادہ امویوں کو سفاح کے چچا عبداللہ ابن علی نے قتل کروا دیا۔

عبدالرحمٰن اور اس کا بھائی یحییٰ عباسیوں کی اس چال کو سمجھ گئے تھے

اور اپنی جاگیر میں چھپ گئے۔ عباسیوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یحیٰی مارا گیا۔ اتفاق سے عبدالرحمن اسوقت شکار کھیلنے باہر گیا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی جان بچ گئی۔ اور فرات کے کنارے ایک گاؤں میں جہاں اس کی بہنیں مقیم تھیں پہنچ گیا یہیں اس کے اہل وعیال بھی آ گئے وہ کچھ دن اس امید میں ٹھہرا رہا کہ جب خطرہ کم ہو جائے تو وہ افریقہ کے علاقہ کی طرف نکل جائے۔ لیکن یہاں بھی اس کو اطمینان نصیب نہ ہو سکا اور عباسیوں نے جلد ہی اس کی قیام گاہ کا پتہ لگا کر گاؤں کو گھیر لیا۔ عبدالرحمن کے لئے یہ وقت بڑا سخت تھا۔ اس نے عورتوں اور بچوں کو وہیں چھوڑا اور ہدایت کی کہ اس کے آزاد کردہ غلام بدر کو معہ اثاثہ دریا کے پار بھیج دیں۔ پھر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو ہمراہ لیا اور فرات کے کنارے گھنے جنگلوں میں چھپ گیا۔ عباسیوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو مجبوراً دونوں بھائیوں نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ دریا کا پاٹ بہت چوڑا تھا اس لئے عباسی سپاہیوں نے اپنی جان خطرے میں ڈالنی مناسب نہ سمجھی اور دونوں کو امان کے وعدے پر واپس بلانا چاہا۔ عبدالرحمن نے ان کی آوازوں کی پرواہ نہ کی مگر اس کا بھائی کمسنی کی وجہ سے تھک چکا تھا چنانچہ وہ ان کے کہنے میں آ گیا اور واپس لوٹ گیا۔ سپاہیوں نے اس کو کنارے پر پہونچتے ہی قتل کر دیا۔ اس وقت تک عبدالرحمن دریا کے دوسرے کنارے پر پہونچ چکا تھا۔ وہ دریا کے کنارے جھاڑیوں میں پناہ لیتا ہوا فلسطین پہونچا اور جب اسے اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ اس کا تعاقب چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ مغرب کی طرف روانہ ہوا نہایت پریشان حالی میں وہ افریقہ پہونچا جہاں اسکا غلام بدر اور اس کی بہن کا غلام سالم معہ جواہرات اور اشرفیوں کے اس سے آن ملے۔

عبدالرحمٰن افریقہ میں:۔ افریقہ میں اس وقت عبدالرحمٰن ابن حبیب فہری کی حکومت تھی جو یوسف بن عبدالرحمٰن والی اندلس کا رشتہ دار تھا عبدالرحمٰن نے ابتک عباسی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور بہت سے اموی شہزادے اپنی جانیں بچاکر وہاں پہونچ چکے تھے اسلئے عبدالرحمٰن کو اس بات کی توقع تھی کہ وہ اس کی حمایت کرے گا۔ اگر وہ چاہتا تو اپنی زندگی نہایت خاموشی اور اطمینان سے گزار سکتا۔ مگر اس کے دل میں بڑے بڑے عزائم اور حوصلے تھے۔ وہ ایک معمولی آدمی کی طرح زندگی بسر کرنا نہ چاہتا تھا۔ اس زمانہ کے عربوں میں یہ عام عقیدہ کہ انسان کی قسمت اس کی پیشانی پر لکھی ہوتی ہے۔ عبدالرحمٰن کا اس پر اس لئے اور بھی راسخ عقیدہ تھا کہ اوّل تو بچپن میں مسلمہ بن عبدالملک نے خلیفہ ہشام سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ یہ بچہ بڑھ کر کسی نہ کسی ملک کا بادشاہ بنے گا۔ دوسرے بنو امیہ کے زوال کے زمانے میں ایک نجومی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اموی سلطنت کے زوال کے بعد اسی خاندان کا کوئی فرد دوسری جگہ پھر اسے قائم کریگا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ وہ ضرور حکومت حاصل کرلے گا۔ مگر کہاں؟ اس کے متعلق اس کو یقین نہ تھا۔ مشرق میں اس کے امکانات بالکل ختم ہو چکے تھے۔ صرف افریقہ اور اندلس کے ملک باقی تھے۔ جہاں فہری خانداں خود اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کی فکر میں تھا۔

افریقہ کے والی عبدالرحمٰن ابن حبیب فہری سے ایک یہودی پیش گوئی کرچکا تھا کہ ایک گھونگریالے بالوں کا اموی شہزادہ جس کا نام عبدالرحمٰن ہوگا ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد رکھے گا اور افریقہ اس کی حکومت کے ماتحت ہوگا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کے افریقہ پہونچنے پر عبدالرحمٰن ابن حبیب کو یہ پیش گوئی یاد آگئی اور اس نے

یہودی کو بلا کر کہا کہ وہ اس نوجوان اموی کو قتل کرا دے گا۔ یہودی ابن حبیب کے اس ارادے پر بہت پریشان ہوا۔ اور اس نے ابن کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لیے اس طرح دلیلیں پیش کیں کہ اگر اس نے شہزادے کو مروا دیا اور یہ وہ شخص نہ ہوا تو وہ خون ناحق کا مرتکب ہوگا۔ اور اگر یہ وہی شخص ہے تو وہ اس کی جان نہیں لے سکتا، کیونکہ کسی کے مقدر کو بدلنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ یہودی کی دلیل کو معقول پا کر ابن حبیب نے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن وہ اس حد تک بدگمان ہو چکا تھا کہ وہ سارے اموی افراد پر کڑی نگرانی رکھنے لگا۔ اور اکثر افراد کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ عبدالرحمٰن نے جب یہ حالت دیکھی تو اس نے مختلف بربری قبائل میں پناہ لینا شروع کی اور پانچ سال تک خانہ بدوش کی زندگی گذارتا رہا۔ آخر کار وہ قبیلہ نفزہ میں پہونچ گیا جس سے اس کی ماں تعلق رکھتی تھی چنانچہ اس قبیلہ کے بربریوں نے اس کی بڑی حمایت کی اور اپنا رشتہ دار سمجھ کر اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔

اندلس میں عبدالرحمٰن کی حمایت:۔ عبدالرحمٰن کو اب اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ افریقہ میں اس کی قسمت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسلیے اس نے اندلس میں تقدیر آزمائی کرنی چاہی اور اپنے غلام بدر کو ایک خط دیکر اموی موالیوں کے پاس جو البیرہ اور جیین کے علاقوں میں آباد تھے روانہ کیا اس نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ابن حبیب کی دشمنی کی وجہ سے وہ افریقہ میں پریشان حال ہو گیا ہے اب اس کی یہ خواہش ہے کہ وہ اندلس میں قیام کرے۔ لیکن وہاں بھی اس کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ خلیفہ ہشام کا پوتا ہونے کی حیثیت سے وہ اندلس میں ایک معمولی آدمی کی طرح داخل نہیں ہو سکتا بلکہ وہ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کا خواہش مند

ہے۔ اس نے اپنے موالیوں سے اس بات کی درخواست کی تھی کہ اگر وہ اس کی کامیابی کے لئے کوشش کریں تو وہ اندلس چلا آتے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے خط میں اس بات کا بھی وعدہ کیا تھا۔ کہ جو موالی اس کی مدد کریں گے وہ کامیابی کی صورت میں ان کو مالا مال کر دیگا۔

اندلس پہنچکر بدر نے اپنے آقا کا خط عبیداللہ اور عبداللہ ابن خالد کے پاس پہنچایا جو اندلس میں اموی والیوں کے سردار تھے انھوں نے یوسف بن بخت کو بھی وہ خط دکھاکر مشورہ طلب کیا۔ جو قبنسرین کے موالیوں کا سردار تھا کئی دن کے مشورے کے بعد ان لوگوں نے اس بات کا فیصلہ کیا۔ کہ اگرچہ یہ کام بہت مشکل ہے لیکن عبدالرحمٰن کی مدد کرنا ان سب کا فرض ہے۔ ان لوگوں نے صمیل سے بھی مشورہ کرنا ضروری سمجھا کیونکہ اس زمانہ میں یوسف سے اس کے تعلقات خراب تھے۔ کہ سرقسطہ کی مہم میں یوسف نے اسلئے کی کوئی مدد نہ کی تھی۔

صمیل نے عبدالرحمٰن کا خط دیکھ کر شروع میں ان لوگوں کی رائے حمایت کی اور کہا کہ عبدالرحمٰن ہم لوگوں کی مدد کا مستحق اور حکومت کا اہل ہے۔ جب وہ اندلس آجائیگا ہم لوگ یوسف کو مجبور کریں گے وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اپنی لڑکی ام موسیٰ کا نکاح اس سے کر دے اگر اس نے ہماری تجاویز منظور کر لیں تو بہتر ہے ورنہ تلواریں ہمارا فیصلہ کر دیں گی۔ اموی موالی صمیل کے اس مشورے سے بہت خوش ہوتے اور انھوں نے عبدالرحمٰن کو لانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ صمیل کو یوسف سے وقتی رنجش پیدا ہوگئی تھی اسلئے اس نے یہ رائے دی تھی مگر جب اس نے بعد میں غور و خوض کیا تو اس کو اپنا فیصلہ غلط معلوم ہوا کیونکہ عبدالرحمٰن کی حکومت قائم ہونے میں اس کو اپنے اختیارات کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا یہ خیال آتے ہی وہ عبیداللہ اور ابن خالد سے فوراً ملا اور ان کو بتایا کہ اس نے اپنی رائے بدل دی ہے کیونکہ

حالات کی تبدیلی سب قبائلی سرداروں کے حق میں نقصان دہ ہو گی۔
اور اس بات کی دھمکی دی کہ اگر اب بھی وہ اپنے اڈوں پر قائم رہے اور انھوں
نے عبدالرحمٰن کو اندلس بلایا تو سب سے پہلی تلوار جو اس پر اٹھے گی وہ
اس ہی کی ہو گی عبید اللہ اور ابن خالد صمیل کے اس فیصلہ کو سنکر دنگ
رہ گئے۔ ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ مگر بظاہر انھوں نے
صمیل کی مخالفت نہیں کی اور اس کے مشورے کو قبول کر لیا۔ مگر وہ اپنے
ارادوں پر قائم رہے اور یمنی سرداروں سے ملے۔ اور ان کی حمایت حاصل
کرنی چاہی یمنیوں کے مشہور سردار ابو صباح نے ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا
کیونکہ یمنی ہر اُس شخص کی حمایت کرنے کو تیار تھے جو انھیں مضریوں کی
حکومت سے نجات دلاتے۔

ان مراحل کو طے کرنے کے بعد عبید اللہ اور خالد نے عبدالرحمٰن کو
لینے کے لئے ایک جہاز معہ پانچ سو دیناروں کے بدر کے ساتھ افریقہ کی
طرف روانہ کیا اور اپنے ایک سردار ابو غالب تمام کو بھی بھیجا۔ اس دوران
میں عبدالرحمٰن افریقہ میں نہایت پریشانی کی زندگی گزار رہا تھا اس
کی حالت امید و بیم کی تھی۔

بدر کی واپسی میں دیر ہونے کی وجہ سے وہ تقریباً مایوس ہو چکا تھا اس
نے اپنا قیام بھی قبیلہ مغلیہ میں منتقل کر لیا تھا کیونکہ یہ لوگ ساحل
کے قریب رہتے تھے۔ ایک شام عبدالرحمٰن کی امید بار آور ہوتیں۔
اس کو ایک جہاز ساحل کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ بدر نے واپس
پہونچ کر کامیابی کی خوشخبری سنائی۔ ابو غالب تمام سے
مل کر عبدالرحمٰن بہت خوش ہوا اور اس کے نام سے نیک
شگون نکالا کہ اس کا کام پورا ہو گا۔ اور وہ غالب
آئے گا۔!

عبدالرحمٰن نے فوراً اندلس روانہ ہونے کی تیاری شروع کردی۔ بربریوں میں جب یہ خبر پھیلی تو انہوں نے اس کی راہ روکنی چاہی مگر ان میں ان کی حیثیت اور مرتبہ کے لحاظ سے روپیہ تقسیم کر کے ان کو خوش کیا گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن کا جہاز اندلس کی طرف روانہ ہوا۔ ستمبر ۷۵۵ء میں وہ اندلس کے ساحل پر لنگر انداز ہوا جہاں عبیداللہ اور ابن خالد اس کی پیشوائی کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ شروع میں عبدالرحمٰن نے عبیداللہ کی جاگیر طرش میں قیام کیا اور وہیں دوسرے اموی مددگار آ آ کر اس سے ملنے لگے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور بقول مقری "اس طرح عبدالرحمٰن کی طاقت میں ترقی ہوتی گئی اور اب قیام حکومت کی عملی کوششیں شروع ہو گئیں۔"

اندلس میں عبدالرحمٰن کی فتوحات

یوسف اس زمانہ میں سرقسطہ کی مہم میں مشغول تھا۔ ملک میں قحط اور خشک سالی پھیلی ہوتی تھی۔ فوجی تنخواہوں کے نہ ملنے سے سخت بددل ہو رہے تھے۔ سرقسطہ کی بغاوت کو فرو کرنے میں اس نے تین قریشی سرداروں کو صمیل کے مشورے سے قتل کروا دیا تھا لیکن اس وقت اس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ مقتولوں کا خون رنگ لا کر رہے گا اور اس کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ اس پریشانی کے عالم میں یوسف طلیطلہ میں مقیم تھا کہ ایک رات اس کو ایک قاصد نے قرطبہ سے اس کی بیوی کا خط لا کر دیا جس میں عبدالرحمٰن کے اندلس آنے اور بیرہ کے حاکم کو شکست دینے کی خبر تھی۔ یوسف نے فوراً صمیل کو مشورے کے لئے بلایا۔ صمیل کو پہلے ہی سے اس بات کا ڈر تھا چنانچہ اس نے فوری حملہ کرنے کی رائے دی کیونکہ ایک دفعہ اگر عبدالرحمٰن کو شکست ہو گئی تو وہ پھر حکومت حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے گا۔ یوسف کے لشکر میں یہ خبر فوراً پھیل گئی کہ ہشام کا پوتا اندلس آ گیا ہے اور اس سے لڑنے کیلئے انکو کوچ کرنا ہو گا۔ فوج یوسف سے ناراض تھی کیونکہ اول تو ان کے سرداروں کو قتل کر دیا گیا تھا دوسرے ان کو اب تک تنخواہیں نہیں ملی تھیں چنانچہ انہوں نے خاموشی سے

اپنے گھروں کو واپس ہونا شروع کر دیا۔ باقی سپاہیوں پر بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ وہ سرقسطہ کی مہم میں تھک چکے تھے اور اپنے اپنے گھروں میں جاکر آرام کرنے کے خواہش مند تھے۔ برسات کا موسم شروع ہو جانے کی وجہ سے راستہ خطرناک ہو گئے تھے۔ اس لئے فوری فوجکشی کے امکانات باقی نہ تھے۔ یوسف اپنی فوج کے ساتھ قرطبہ آگیا لیکن چونکہ اب آگے بڑھنے کے امکان نہ تھا اس لئے اس نے اپنے خیر خواہوں کے مشورے پر عبدالرحمٰن سے مصالحانہ گفتگو شروع کی اور اپنے تین نمائندوں عبید، خالد اور عیسٰی کا ایک وفد عبدالرحمٰن کے پاس معہ تحائف، غلاموں اور ایک ہزار دینار کے بھیجا۔ اس نے اپنے خط میں عبدالرحمٰن کو قرطبہ آکر مطمئن زندگی گذارنے کی دعوت دی تھی۔ عیسٰی نے جو یوسف کا سچا خیر خواہ تھا اپنے دونوں ساتھیوں کو یہ مشورہ دیا کہ ایک دم تحائف لے کر عبدالرحمٰن کے پاس جانا ٹھیک نہیں ہے پہلے وہاں کے حالات کا اندازہ کر لینا چاہیئے پھر تحائف پیش کرنے چاہئیں۔ ان لوگوں کو عیسٰی کا یہ مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ عیسٰی خود تحائف وغیرہ لے کر راستہ میں ٹھہر گئے اور عبید اور خالد، یوسف کا خط لے کر طرش پہونچے۔ بعض صلح پسند لوگوں نے عبدالرحمٰن کو اس پیش کش کو قبول کرنے کی رائے دی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے عبیداللہ ابو عثمان کو خط کا جواب لکھنے کے لئے کہا لیکن جواب لکھتے ہی پر خالد اور عبیداللہ میں سخت گفتگو ہو گئی چنانچہ یوسف کے خط کو پھاڑ دیا گیا اور خالد کو گرفتار کر لیا گیا۔ عبیداللہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ یہ ہماری پہلی فتح ہے کیونکہ یہ شخص یوسف کی اصلی طاقت ہے اب اس کو زیر کرنا ہمارے لئے آسان ہوگا۔ دوسرے قاصد عبید کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور وہ عیسٰی کو راستے سے لیکر قرطبہ واپس لوٹ گیا۔

اس طرح مصالحت کی یہ کوشش ناکام ہو گئی اور اب یوسف کو صمیل کے مشورے پر عمل نہ کرنے کا بہت افسوس ہوا کیونکہ موسم اس قدر خراب ہو چکا تھا کہ فوجکشی کرنی بالکل ناممکن تھی۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ساتھیوں نے

اس موقعہ کو بہت غنیمت جانا اور بربر اور عرب سرداروں کی حمایت حاصل کرنی شروع کی۔ بربر کے کچھ قبائل عبدالرحمٰن کے ساتھ ہو گئے اور کچھ اب بھی یوسف کی حمایت پر آمادہ رہے۔ جاڑے کا موسم ختم ہوتے ہی طرش میں یہ اطلاع پہونچی کہ یوسف لڑنے کے لئے قرطبہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ عبدالرحمٰن اپنی فوج کے ساتھ طرش کے مغربی علاقوں کی طرف بڑھا۔ راستہ میں جتنے یمنی قبائل ملے۔ عبدالرحمٰن کو اُن کی بھی مدد حاصل ہوگئی اس طرح اس کی فوجی طاقت میں اور اضافہ ہو گیا۔ مختلف علاقوں سے گذرتا ہوا عبدالرحمٰن قرطبہ کے قریب وادی الکبیر کے کنارے پر پہونچا۔ یوسف بھی اس دوران میں دریا کے دوسری طرف مصارہ کے مقام تک پہونچ گیا تھا۔ اب دونوں فوجوں کے درمیان صرف دریا حائل تھا لیکن اسمیں اتنی زبردست طغیانی تھی کہ فریقین میں کوئی بھی دریا کو عبور کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ یوسف کے سپاہی کئی سال کے قحط سے سخت پریشان تھے ان کو پوری طور پر غذا بھی نہیں مل رہی تھی۔ دوسری طرف اگرچہ عبدالرحمٰن کی فوج میں بھی سامانِ رسد کی کمی تھی اور اس کے سپاہیوں کا صرف ہرے چنوں پر گذارا ہو رہا تھا مگر اس کی فوج نئے جذبات اور نئی امنگوں سے سرشار تھی۔ وہ ایک ایسے خاندان کے فرد کو اندلس کا حکمراں بنانا چاہتی تھی جس کے نام کا خطبہ تمام دنیائے اسلام میں ایک صدی تک پڑھا جا چکا تھا اور اب تک اندلس کے امراء اس ہی کی نیابت کرتے رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ سپاہیوں کو فتح کی صورت میں زبردست مالِ غنیمت ملنے کی امید تھی۔ دریا کی طغیانی ختم ہونے کا دونوں فوجیں انتظار کرتی رہیں۔ یوسف نے اس دوران میں پھر صلح کی کوشش کی۔ چنانچہ بعض اموی افراد درمیان میں پڑے اور عبدالرحمٰن بھی بظاہر خوشی سے صلح کی پیشکش قبول کرنے کو آمادہ ہو گیا۔ چونکہ عید الضحیٰ قریب تھی اس لئے دونوں فوجوں کو اس صلح کی خبر سے بہت خوشی ہوئی لیکن یہ صرف عبدالرحمٰن کی جنگی چال تھی اس نے اپنے سف

سے درخواست کی کہ وہ اس کے لشکر کو دریا عبور کر لینے دے تاکہ ایک طرف ہو کر معاملات آسانی سے طے ہو جائیں۔ یوسف عبدالرحمٰن کی چال میں آ گیا اور اس کی پوری فوج دریا عبور کر گئی۔ یوسف نے عبدالرحمٰن اور اس کی فوج کیلئے کھانے کا انتظام کیا تھا لیکن ایک دم عبدالرحمٰن کے لشکر نے یوسف کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لڑائی زیادہ عرصے تک جاری نہ رہی اور جلد ہی اُسکا فیصلہ عبدالرحمٰن کے حق میں ہو گیا۔ یوسف اور صمیل دونوں میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

عبدالرحمٰن قرطبہ میں ۱۳ رمئی ۷۵۶ء کو فاتحانہ داخل ہوا۔

عبدالرحمٰن کی فوج فتح حاصل کرتے ہی لوٹ مار میں منہمک ہو گئی۔ کچھ سپاہی یوسف کے محل میں بھی پہونچ گئے۔ عورتوں کے زیورات اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے یمنی سپاہیوں کو اس لوٹ سے روکا اور یوسف کے خاندان کی عورتوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا۔ یوسف کی لڑکی نے اس احسان کے بدلہ میں عبدالرحمٰن کو اپنی ایک لونڈی پیش کی جس کا نام ہلال تھا جس سے بعد میں عبدالرحمٰن نے شادی کی۔ یوسف کے اہل و عیال کے ساتھ عبدالرحمٰن کا یہ سلوک یمنیوں کو سخت ناگوار گذرا۔ وہ لوٹ مار کر کے اپنے جذبہ انتقام کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے جب انہیں اس کا موقع نہ ملا تو وہ عبدالرحمٰن کے بھی خلاف ہو گئے اور انہیں یہ خیال ہوا کہ کیونکہ عبدالرحمٰن خود بھی مضری ہے اس لئے اب بھی ان کی حق تلفی کی جائے گی اور مضری ان پر ظلم کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ان کے سردار ابن صباح نے یہاں تک کہا کہ "کیوں نہ ایک ہی فتح سے ہم دوسری فتح حاصل کر لیں اور عبدالرحمٰن کو اپنی راہ سے ہٹا دیں"۔ اسطرح یمنی حکومت اندلس میں قائم ہو جائے گی۔ لیکن اکثر لوگوں نے اس رائے کی مخالفت کی۔ عبدالرحمٰن کو بھی اس سازش کا علم ہو گیا اور اس نے اپنے خاندان اور موالیوں کو اپنے ارد گرد جمع کر لیا تاکہ بغاوت کی صورت میں حفاظت کا انتظام ہو سکے۔ یمنیوں نے جب دیکھا کہ ان کی سازش کا پتہ چل

گیا ہے تو انہوں نے بھی اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن نے جمعہ کے دن جامعہ قرطبہ میں بحیثیت آزاد حکمراں کے پہلا خطبہ دیا۔

عبدالرحمٰن کی حکومت کا قیام

اسطرح عبدالرحمٰن اگرچہ اندلس کے دارالحکومت کا مالک ہو گیا تھا لیکن تمام ملک پر ابھی اس کی حکومت نہیں قائم ہوئی تھی۔ یوسف اور صمیل گو شکست کھا چکے تھے مگر وہ اب بھی اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کے حصول کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ طے شدہ پروگرام کے تحت یوسف شکست کھاکر طلیطلہ جاکر وہاں کے لوگوں سے مدد کا طالب ہوا اور صمیل اپنی جاگیر جین کے علاقہ میں چلا گیا اور وہاں لڑنے کے لئے فوج تیار کرنے لگا۔ اس کے بعد دونوں نے اپنی فوجیں متحد کر کے جین کے حاکم کو نکال دیا اور البیرہ کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمٰن کو جب یہ اطلاعیں ملیں تو وہ قرطبہ سے اُن کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ یوسف نے اپنے لڑکے ابویزید کو دوسرے راستے سے قرطبہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ یوسف کی یہ ترکیب کامیاب رہی اور ابویزید نے آسانی سے قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن کو راستے ہی میں اس کی اطلاع مل گئی اور وہ واپس قرطبہ آیا۔ عبدالرحمٰن کے واپس پلٹتے ہی ابویزید البیرہ کی طرف بڑھ گیا۔ عبدالرحمٰن بھی اپنی فوج کے ساتھ دوبارہ یوسف سے لڑنے کے لئے نکلا۔ لیکن حالات نے ایک دم پلٹا کھایا۔ یوسف اور صمیل اپنی فوجوں میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر عبدالرحمٰن سے صلح کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہو گئی۔

(۱) یوسف اور صمیل کی جاگیریں اور املاک اُن کو واپس کر دی جائینگی۔

(۲) رعایا کو امان دی جائے گی۔

(۳) یوسف کے دونوں لڑکے ابویزید اور ابوالاسود بطور یرغمال عبدالرحمٰن کے پاس رہیں گے اور جب امن قائم ہو جائے گا تو آزاد کر دیے جائیں گے۔

(۴) یوسف اور صمیل قرطبہ میں مقیم رہیں گے اور عبدالرحمٰن سے برابر ملتے رہیں گے۔

طرفین نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔ عبدالرحمٰن قرطبہ میں معہ صمیل اور یوسف کے فاتحانہ داخل ہوا صمیل اپنی موجودہ حالت سے بالکل مطمئن تھا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد یوسف عبدالرحمٰن سے بدگمان ہونا شروع ہو گیا کیونکہ اول تو عبدالرحمٰن نے امان کی شرطوں میں سے جاگیروں کے سلسلے میں یوسف اور اس کے خاندان کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اختیار کیا تھا دوسرے فہری اور بنو ہاشم کے خاندان کے افراد نے اس کو اپنے کھوئے ہوئے وقار اور سلطنت کو حاصل کرنے کی ترغیب دینی شروع کر دی تھی۔

چنانچہ یوسف نے صمیل کو بھی عبدالرحمٰن کے خلاف سازش میں ملانا چاہا مگر وہ اب کسی صورت میں بھی باغیانہ رویہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہ تھا ایک رات کو تاریکی میں یوسف نے خاموشی سے طلیطلہ کا راستہ لیا۔ عبدالرحمٰن کو جیسے ہی یوسف کے فرار کی اطلاع ملی اس نے صمیل سے بازپرس کی صمیل نے اپنی لاعلمی ظاہر کی مگر عبدالرحمٰن کو اس پر یقین نہ آیا اور اس کو معہ یوسف کے بیٹوں کے قید کر دیا۔

یوسف نے طلیطلہ پہونچنے کے بعد بربر اور عرب قبائل کے ساتھ بغاوت کر دی اور ماردہ کی طرف بڑھا۔ جب وہاں اس کی طاقت میں اور اضافہ ہو گیا تو صوبہ اشبیلیہ کا کوچ کیا۔ اشبیلیہ کے حاکم عبدالملک میں یوسف کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لئے وہ قلعہ میں محصور ہو گیا۔ اس دوران میں اس کا لڑکا مزید فوج لے کر پہونچ گیا اور یوسف کو محاصرہ اٹھا کر شہر چھوڑنا پڑا۔ عبدالملک مروانی نے پیچھا کیا۔ اس دوران میں عبدالرحمٰن بھی قرطبہ سے یوسف کی بغاوت کو دبانے کے لئے نکل چکا تھا۔ یوسف چاہتا تھا کہ اس کا مقابلہ دونوں فوجوں سے ایک ساتھ نہ ہونے پائے چنانچہ اس نے اپنی فوج کا رخ ایسی طرف

رکھا کہ صرف عبدالملک کی فوجوں سے مقابلہ ہوا جس میں یوسف کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ طلیطلہ کے قریب ایک گاؤں میں سپاہیوں نے اس کو پہچان کر قتل کر دیا۔ یوسف کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن نے یوسف کے دونوں لڑکوں میں سے ابویزید کو قتل کر دیا اور ابوالاسود کو جو کمسن تھا قید میں رکھا عبدالرحمٰن نے صمیل کے قتل کا بھی ارادہ کر لیا تھا لیکن اسے ایک دن یہ اطلاع ملی کہ شراب کی زیادتی کی وجہ سے صمیل کا انتقال ہو گیا ہے۔ اکثر مورخین کی رائے ہے کہ صمیل کو بھی عبدالرحمٰن نے زہر دے کر ہلاک کروا دیا تھا۔
اب اندلس میں عبدالرحمٰن کی مستقل حکومت قائم ہو گئی اور بہت سے اموی خاندان کے افراد جو بیکسی کے عالم میں ادھر اُدھر پھر رہے تھے اندلس میں پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰن نے بھی اپنے خاندان والوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور ممتاز عہدے عطا کئے اس طرح اس کی طاقت اور مضبوط ہو گئی۔

بغاوتیں اور اُن کا استیصال :- یوسف اور صمیل کے خاتمہ کے بعد عبدالرحمٰن اندلس میں اموی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر ابھی اس کی قوت کو استحکام حاصل نہ ہو سکا کیونکہ یمنی اور بربر اس کی شخصی حکومت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ یمنیوں نے شروع میں عبدالرحمٰن کو نہ صرف اندلس آنے میں مدد دی بلکہ اس کی حکومت قائم کرنے میں بھی برابر کے معاون و مددگار رہے۔ لیکن درحقیقت وہ عبدالرحمٰن کے معاملہ کو صرف اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ عبدالرحمٰن کو شروع ہی سے اس چیز کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مضریوں سے اپنے مظالم کا بدلہ لینے کے بعد اس سے بھی باغی ہو جائیں گے۔ چنانچہ اپنے بتیس سالہ دورِ حکومت میں عبدالرحمٰن کو مختلف قسم کی مخالفتوں اور بغاوتوں سے دوچار ہونا پڑا لیکن یہ عبدالرحمٰن کی خوش نصیبی تھی کہ ان مختلف عناصر نے کبھی متحد ہونے کی کوشش نہ کی اور وہ اپنے دشمنوں کی نا اتفاقی اور اپنی حکمت عملی کی وجہ سے اموی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم

کرسکا۔

یمنیوں کی بغاوتیں:۔ یمنیوں کی متعدد بغاوتوں میں سب سے بڑی اور اہم بغاوت علاء ابن مغیث کی تھی جو ۱۴۶ھ میں ہوئی۔ علاء ابن مغیث قیروان کا والی تھا اس کو عباسی خلیفہ منصور نے اندلس کی ولایت کا پروانہ دیکر عبدالرحمٰن کے خلاف بھیجا۔ علاء ابن مغیث باجہ کے صوبہ میں پہونچا اور یمنیوں کی مدد سے عباسی علم بلند کیا۔ یہ علم عبدالرحمٰن کے دشمنوں کو متحد کرنے کے لئے کافی تھا کیونکہ یہ دنیائے اسلام کے خلیفہ کا علم تھا۔ چنانچہ ان تمام عناصر نے جو عبدالرحمٰن کی حکومت سے غیر مطمئن تھے اُس کا ساتھ دیا۔ باجہ سے علاء اشبیلیہ کے صوبے کی طرف لے گیا اور وہاں کے یمنیوں کی بھی مدد حاصل کی۔ عبدالرحمٰن کو جب اس بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ فوراً قرطبہ سے اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس دوران میں علاء اور اس کے ساتھی قرمونہ پہونچ چکے تھے۔ عبدالرحمٰن بھی اس طرف روانہ ہوا اور باغیوں نے اس کو قرمونہ کے قلعے میں محصور کرلیا۔ یہ محاصرہ دو ماہ تک جاری رہا۔ علاء کے ساتھیوں نے محاصرہ کی طوالت سے تنگ آکر اس کا ساتھ چھوڑنا شروع کردیا۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن کی حالت بھی نازک ہوتی جارہی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک آخری حملہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ایک رات عبدالرحمٰن معہ اپنے سات سو منتخب سپاہیوں کے علاء کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہوا۔ فریقین میں ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں علاء کو شکست ہوئی اور وہ اپنے سات ہزار ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔ عبدالرحمٰن نے علاء اور دوسرے ممتاز باغی سرداروں کے سر کٹوا کر بوروں میں بھروادیئے۔ ہر سر کے ساتھ مقتول کا نام بھی چسپاں تھا

یہ بورے ایک سوداگر کے ذریعے عبدالرحمٰن نے قیروان بھجوادیئے۔ منصور کو جب علاء کا انجام معلوم ہوا تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان سمندر حائل ہے اس واقعہ کے بعد سے عباسی خلفا نے

پھر اندلس پر اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔

علاء پر فتح حاصل کرنے کے بعد عبدالرحمٰن نے طلیطلہ کی بغاوت کی طرف توجہ دی جو اس واقعہ سے دو برس قبل شروع ہو چکی تھی۔ ہشام ابن ابی عذرا یوسف الفہری کا رشتہ دار تھا اس کو یوسف کے قتل اور فہری خاندان کی تباہی سے زبردست صدمہ پہونچا تھا چنانچہ اس نے فہری خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ مل کر طلیطلہ کے صوبہ میں بغاوت کردی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے دو سالاروں کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اس دوران میں عبدالرحمٰن کو علاءؔ کی زبردست بغاوت سے دوچار ہونا پڑا اس سے فرصت پاتے ہی پھر اس نے طلیطلہ کے باغیوں کی سرکوبی کی طرف توجہ دی اور شہر کا زبردست محاصرہ شروع کردیا۔ محاصرہ کی شدت اور طوالت سے تنگ آکر اہل شہر نے عبدالرحمٰن سے صلح کی درخواست کی اور اپنے سرداروں کو جو اس بغاوت کے سرغنہ تھے اس کے حوالے بھی کردیا۔ طلیطلہ میں امن قائم ہوتے ہی ایک یمنی سردار مطری نے بغاوت کردی لیکن وہ جلد ہی لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کے ساتھیو نے عبدالرحمٰن کی اطاعت کرلی۔

ان بغاوتوں کے استیصال کے بعد عبدالرحمٰن کی طاقت کسی حد تک مضبوط ہو گئی تو اس نے مشہور یمنی سردار ابوصباح کی طرف توجہ دی۔ ابوصباح سے بدگمان ہونے کی عبدالرحمٰن کے پاس معقول وجہ بھی تھی کیونکہ جنگ مصارہ کے فوراً ہی بعد اس نے اپنے سپاہیوں کو عبدالرحمٰن کے قتل کا مشورہ دیا تھا لیکن اس وقت عبدالرحمٰن کی فوجی قوت اتنی کمزور تھی کہ وہ ابوصباح کو اس کے باغیانہ رویہ کی سزا نہیں دے سکتا تھا چنانچہ اس نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اپنے برتاؤ میں ذرا بھی فرق ظاہر کیا اور ابوصباح کو اشبیلیہ کا والی مقرر کردیا لیکن ۷۶۶ء میں اپنی قوت مضبوط کر لینے کے بعد عبدالرحمٰن نے ابوصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کردیا۔ ابوصباح اپنی اس توہین سے بہت برہم

ہوا اور تمام یمنی سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر بغاوت کر دی۔ عبدالرحمٰن کو اس کی صحیح قوت کا اندازہ نہ تھا جب اس نے فوجی کارروائی میں کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو دھوکے سے کام لیا اور عبداللہ بن خالد ایک امان نامہ دے کر ابوصباح کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو اپنے ساتھ قرطبہ لے آئے۔ ابوصباح اس دھوکے میں آ گیا۔ اور عبدالرحمٰن نے قصر امارت میں اس کو تنہائی میں قتل کروا دیا۔

عبدالرحمٰن کے اس فریب کو عبداللہ بن خالد کی حمیت گوارا نہ کر سکی اور وہ عبدالرحمٰن کے دربار سے الگ ہو کر اپنی جاگیر چلا گیا اور اس نے پھر عبدالرحمٰن کا کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔

بربریوں کی بغاوت:۔ ابوصباح کے قتل کے چند روز بعد ہی بربریوں نے جو اب تک امن و سکون سے تھے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کا سرغنہ ایک مکتب کا معلم شقنا تھا اس نے بربریوں میں یہ مشہور کیا کہ وہ مہدی آخرالزمان ہے۔ بربر اپنی ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے اس کے کہنے میں آ گئے اور بہت جلد بربریوں نے اندلس کے مشرقی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ حاکم طلیطلہ شقنا کی سرکوبی کے لئے فوج لے کر پہنچا لیکن اس کو شکست ہوئی اور اس کی فوج کے تمام بربر باغیوں سے مل گئے۔

شقنا اب اپنی فوجوں کو لے کر پہاڑوں میں چھپ گیا اور وہاں سے حملے کرتا رہا۔ مسلسل دو برس تک عبدالرحمٰن اور بربریوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اب عبدالرحمٰن نے ایک بربر سردار ہلال کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہ شقنا کی کامیابی کو حسد کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس لئے عبدالرحمٰن کے کہنے میں آ گیا اور شقنا کو کھلے میدان میں مقابلے کے لئے نکلنا پڑا لیکن عبدالرحمٰن کو اسی زمانہ میں ایک دوسری بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب سے ابوصباح قتل ہوا تھا یمنی اس فکر میں تھے کہ اپنے سردار کے قتل کا بدلہ لیں۔ چنانچہ جب عبدالرحمٰن شقنا کی سرکوبی میں مصروف تھا انہوں نے موقعہ سے فائدہ

اٹھا کر قرطبہ میں بغاوت کر دی جسکی وجہ سے شقنا کے مقابلے کا خیال ترک کر کے عبدالرحمٰن قرطبہ واپس آیا اور یمنیوں کو شکست دی۔ اس دوران میں شقنا نے اپنی طاقت اور مضبوط کرلی اور پورے دس سال تک حکومت کا باغی رہا۔ آخر کار ۱۷۷ھ میں عبدالرحمٰن کے ایماء پر اس کے اپنے قبیلہ کے دو افراد نے اسکو قتل کر دیا اور عبدالرحمٰن کو اس بغاوت سے نجات ملی۔

بیرونی بغاوت:۔ عبدالرحمٰن کی حکومت کے آخری زمانہ میں ایک زبردست بیرونی بغاوت تیار کی گئی۔ اس بغاوت میں افریقہ کا والی عبدالرحمٰن الفہری، برشلونہ کا گورنر سلیمان کلبی اور یوسف کا سب سے چھوٹا لڑکا ابوالاسود شامل تھے یہ لوگ عبدالرحمٰن کو اندلس کی حکومت سے نکالنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے صرف آپس میں ہی اتحاد پر اکتفا نہ کی بلکہ شہنشاہ فرانس شارلیمین کو بھی اس سازش میں شریک کیا اور عبدالرحمٰن پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ شارلیمین ایک عرصے سے اندلس کی حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کو یہ موقعہ بہت غنیمت معلوم ہوا۔ اس زمانہ میں اس نے اپنی تمام اندرونی بغاوتوں کا خاتمہ کر دیا تھا اس لئے وہ بخوشی اس سازش میں شریک ہو گیا۔

ابوالاسود کا واقعہ یہ ہے کہ وہ یوسف کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ یوسف کی بغاوت اور قتل کے بعد عبدالرحمٰن نے یوسف کے بڑے لڑکے ابوزید کو بھی قتل کروا دیا تھا لیکن ابوالاسود کو اس کی کمسنی کی وجہ سے عمر قید کی سزا دی تھی۔ ابوالاسود کمسن ہونے کی باوجود انتہائی چالاک تھا اس نے آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ چال چلی کہ اپنے آپ کو نابینا ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں اسکو مختلف تکلیف دہ امتحانات سے بھی گذرنا پڑا لیکن اس نے اپنی اصلی حالت ظاہر نہ ہونے دی جب سب کو اسکا یقین ہو گیا کہ وہ اپنی بصارت کھو چکا ہے تو اس کے محافظین بھی اس کی طرف سے لاپرواہ ہو گئے۔ اس زمانے میں ایک خادم اس سے سے اکثر ملنے آتا تھا ابوالاسود نے اس سے فرار ہونے کے لئے

سازباز کی۔

ایک دن صبح کو جب ابوالاسود دریا پر منہ دھونے کے لئے گیا تھا تو اُس نے دریا میں چھلانگ لگادی۔ اس کے محافظوں کو اس بات کا گمان تک نہ تھا کہ ابوالاسود اس طرح کا دھوکا دے گا۔ وہ تیر کر دریا کے دوسرے کنارے پہونچا وہاں پر اسکا وہی خادم ایک گھوڑا اور ہتھیار لئے ہوئے پہلے سے موجود تھا۔ ابوالاسود اس پر فوراً سوار ہو کر طلیطلہ کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہونچ کر سلیمان کلبی کے ساتھ مل کر عبدالرحمٰن ابن حبیب والی افریقہ اور شارلیمین کو اندلس پر حملہ آور ہونیکی دعوت دی۔

ان سازشین نے یہ طے کیا کہ شارلیمین ایک لشکر لے کر کوہ پرینیز سے اندلس میں داخل ہو اور شمالی علاقوں کے وہ حاکم جو سلیمان کلبی کے دوست ہیں اپنی اپنی فوجیں لے کر اس کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ دوسری طرف سے عبدالرحمٰن ابن حبیب الفہری افریقہ کی بربر فوج لے کر جنوبی اندلس کے علاقہ پر حملہ آور ہو اسطرح عبدالرحمٰن دو زبردست دشمنوں کے درمیان میں گھر کر تباہ و برباد ہو جائیگا۔ یہ بغاوت تمام سابقہ بغاوتوں کے مقابلے میں زیادہ خطرناک تھی لیکن عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی سے اس پر صحیح طور پر عمل نہ ہو سکا۔ ابن حبیب وقتِ مقررہ سے قبل اندلس پہنچ گیا اور سلیمان کلبی سے مدد کا طالب ہوا لیکن سلیمان نے مدد دینے سے انکار کر دیا کیونکہ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اس کو شمالی علاقے میں اپنی فوجیں شارلیمین کی مدد کے لئے بھیجنی تھیں۔ ابن حبیب کو یہ خیال ہوا کہ سلیمان نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے چنانچہ اُس نے سلیمان پر حملہ کر دیا سلیمان نے اُس کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ جب شارلیمین کا لشکر اندلس پہنچا تو ابن حبیب زندہ نہ تھا اور ابوالاسود کی قوت اس قدر کم تھی کہ وہ اس پر بھروسہ نہ کر سکتا تھا صرف سلیمان کلبی اور اس کے ساتھیوں نے اس کی مدد کی شارلیمین سرقسطہ تک بڑھ آیا لیکن یہاں کے اموی گورنر حسین بن یحییٰ انصاری نے اسے

زبردست شکست دی اور اسے پسپا ہونا پڑا۔

اسی دوران میں یہ خبر بھی ملی کہ سیکسن قوم نے پھر فرانس میں بغاوت کردی ہے اور اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا لیڈر واپس آگیا ہے چنانچہ شارلیمین کو واپس لوٹنا پڑا۔ لیکن واپسی میں اُس کی فوج پر تنگ دروں سے گذرتے ہوئے Basques قوم کے لوگوں نے حملہ کردیا۔ فوج کا پچھلا حصہ جس کے پاس مال و اسباب تھا لوٹ لیا گیا فرانسیسی سپاہیوں کو تہ تیغ کر کے گھاٹی میں پھینک دیا گیا شارلمین کی تقریباً پوری فوج تباہ و برباد ہوگئی۔ اسطرح یہ سازش جو عبدالرحمٰن کے خاتمے کے لئے کافی تھی خود بخود ناکام ہوگئی۔

اب تک عبدالرحمٰن خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ شارلیمین کے واپس جانے کے بعد وہ قرطبہ سے فوج لے کر سرقسطہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ سلیمان کلبی کو اس کی بغاوت کی سزا دے لیکن اس کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ قتل کیا جا چکا تھا۔ سب سے آخر میں عبدالرحمٰن نے ابوالاسود کی طرف توجہ کی جو شمالی پہاڑیوں میں دوسرے باغیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ ابوالاسود کی شاہی فوج سے لڑائی ہوئی اور اس کو زبردست شکست اٹھانی پڑی جس میں چار ہزار سپاہی کام آئے۔ وہ خود ایک جنگل میں چھپ گیا اور وہیں غریبی اور گمنامی کی حالت میں ۷۸۶ء میں اسکا انتقال ہوگیا۔ یہ عبدالرحمٰن کی آخری فوجی مہم تھی اس کے ایک سال بعد ہی ۷۸۸ء میں اُسکا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد اُسکا دوسرا لڑکا ہشام اس کا جانشین ہوا۔

کردار اور کارنامے

عبدالرحمٰن نہ صرف اندلس میں اموی حکومت کے احیا کا باعث ہوا بلکہ اُس نے ایک ایسی تہذیب کی مغرب میں بنیادیں رکھیں جو قرون وسطیٰ کی معیاری تہذیب قرار دی گئی۔ وہ بے سروسامانی کی حالت میں نکلا تھا اس نے اپنی اولوالعزمی اور ہمت سے سلطنت قائم کی۔ اس کے اس کارنامے کو اس کے دشمنوں نے

بھی سراہا چنانچہ منصور عباسی نے اُس کو "صقر قریش" کا خطاب دیا تھا قیام حکومت کے بعد یمنیوں اور دوسرے اموی موالیوں کے اثرات خاص طور پر بڑھ گئے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی حکومت کا اصل بانی سمجھتے تھے۔ حکومت کے استحکام اور بقا کے لئے ضروری تھا کہ عبدالرحمٰن ان کے اثرات کو کم کرے۔ چنانچہ اس نے سب کی طاقتوں کو توڑا اور پورے ملک میں امن و امان قائم کیا یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو بقول مقری "قیام حکومت کا کام پورے طور پر ہو چکا تھا"

عبدالرحمٰن نے نہ صرف حکومت قائم کی تھی بلکہ اس کے نظم و نسق کی طرف بھی پوری توجہ دی تھی۔ اس نے پورے اندلس کو چھ صوبوں میں تقسیم کیا تھا جو گورنر کے ماتحت ہوتے تھے یہی گورنر اپنے اپنے صوبوں کی افواج کے سپہ سالار بھی تھے۔ اُن کے ماتحت دوسرے وزراء، عمال اور قاضی وغیرہ ہوتے تھے۔ قرطبہ کی مرکزی حکومت بھی مختلف شعبوں میں منقسم تھی اور ممتاز عہدداروں میں خلیفہ کا حاجب، وزیر، کاتب، قاضی اور پولیس افسر شامل تھے۔

عبدالرحمٰن ہر خاص و عام سے خود ملتا اور ان کی شکایات سنتا تھا۔ چنانچہ شروع میں لوگ اس سے نڈر ہو گئے تھے اور راہ چلتے روک کر فریاد کرتے تھے۔ لیکن اس کے خیر خواہوں نے یہ مشورہ دیا کہ اسطرح سے حاکم وقت عوام کی نگہوں میں کمتر ہو جاتے ہیں کیونکہ عوام کی طبیعت یکساں نہیں ہوتی اور انکی جرأتیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ عبدالرحمٰن کو یہ مشورہ مناسب معلوم ہوا اور اس کے بعد اس نے عوام سے زیادہ ملنے میں احتیاط برتنی شروع کر دی۔

عبدالرحمٰن نے فوج کی تنظیم پر بڑی توجہ دی تھی کیونکہ اس کی حکومت عربوں اور بربریوں کی فطرت کے مخالف تھی۔ اس لئے کہ وہ شخصی حکومت کے عادی نہیں تھے۔ عبدالرحمٰن ان دونوں کو متحد کر کے ایک قومیت کا تصور پیدا کرنا چاہتا تھا اور انکو قوانین کا پابند بنانا چاہتا تھا لیکن اپنی

اس کوشش میں وہ زیادہ کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ یہ دونوں قومیں ایک عرصے خانہ جنگی میں مبتلا تھیں اور بغاوت کی عادی ہو چکی تھیں اسلئے موقعہ ملنے پر باغی ہو جاتی تھیں۔ خود اس کے خاندان کے افراد جن کو اس نے بلا کر بڑی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں اس کے خلاف سازش کرتے رہتے تھے چنانچہ اسکو اپنے کئی قریبی رشتہ داروں کو قتل اور جلاوطن کرنا پڑا۔ بدر جیسا غلام بھی زمانہ دار اس کے ساتھ گستاخانہ پیش آنے لگا تھا ان وجوہات کی بنا پر عبدالرحمن کی طبیعت میں بدگمانی اور شک کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔ اس کو عربوں سے بالکل اعتماد اٹھ گیا تھا۔ لہٰذا اس نے بربریوں اور غلاموں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا اور فوج کی قبائلی تقسیم کو ختم کر کے انکو صرف اپنی ذات سے وابستہ کیا۔ اس طرح سے اس کے پاس ایک ایسی فوج تیار ہو گئی جسکو ملک کی اچھائی یا برائی سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور جو صرف اپنے آقا کے احکام کی تابع تھی اور زیادہ تر عبدالرحمن خود فوج کی قیادت کے فرائض انجام دیتا تھا اگرچہ اکثر موقعوں پر دوسرے لوگ بھی سالار مقرر کئے جاتے تھے۔

حکومت کے نظم ونسق کے ساتھ ساتھ عبدالرحمن نے قرطبہ کی تعمیری ترقی پر بڑی توجہ کی اور اس کی عظمت کو بڑھایا۔ نئی نئی عمارتیں بنوائیں۔ شہر کو فصیلوں سے مستحکم کیا۔ قصر حکومت اور جامع مسجد تعمیر کرائی۔

۱۔ عبدالرحمن نے سب سے پہلے قرطبہ کے اردگرد کی فصیل مستحکم کرائی تاکہ باغی دارالخلافہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ قرطبہ کا شاہی محل بہت عرصہ سے قائم تھا۔ عبدالرحمن نے شروع میں اسی میں سکونت اختیار کی تھی اور اسمیں بہت سے نئے اضافے کئے تھے۔ لیکن عبدالرحمن نے اس قصر میں تھوڑے ہی عرصہ قیام کیا اس کے بعد اپنے مزاج کے موافق قرطبہ کے مغرب میں

رصافہ کی سیرگاہ تعمیر کرائی جس میں ایک خوبصورت محل کے ساتھ ساتھ ایک بڑا پُر فضا باغ بھی تھا جس میں خوشنما پھولوں اور پھلوں کے درخت تھے۔ قرطبہ کی جامع مسجد اندلس کی فتوحات کے بعد فوراً ہی تعمیر ہو گئی تھی لیکن یہ جس جگہ پر تعمیر ہوئی تھی وہ ایک گرجا کا آدھا حصہ تھا۔ قرطبہ میں جب مسلمانوں کی آبادی بڑھی تو والیوں نے اوپری منازل تعمیر کرائیں۔ عبدالرحمٰن نے نمازیوں کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے جامع قرطبہ کو از سر نو تعمیر کرانا چاہا لیکن وہ کلیسا کی زمین پر معاہدہ کے خلاف قبضہ نہ کر سکتا تھا چنانچہ اس نے ممتاز عیسائیوں کو بلا کر ان سے اس زمین کو خریدنے کی درخواست کی مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوئے آخر کار عیسائیوں نے اس شرط پر گرجا کا باقی علاقہ عبدالرحمٰن کو دیا کہ وہ باقی مسمار شدہ گرجاؤں کو قرطبہ میں دوبارہ تعمیر کی اجازت دیدے چنانچہ عبدالرحمٰن نے یہ شرط قبول کر لی اور نہ صرف کلیساؤں کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دی بلکہ زمین کی قیمت بھی ایک لاکھ دینار عیسائیوں کو عطا کی گئی جامع مسجد کی تعمیر کی ابتدا ۷۸۴ء میں ہوئی اور دو سال میں وہ اتنی تیار ہو گئی کہ اس میں نماز ادا کی جا سکے صرف عبدالرحمٰن کے زمانے میں اس پر اسی ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ جامع قرطبہ کی تعمیر عبدالرحمٰن کی سب سے بڑی زندہ تھی اگرچہ وہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی لیکن پھر بھی اس نے اس میں نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ دیا۔

تیسرا باب

ہشام اوّل اور حکم اوّل

ہشام اوّل

آغازِ حکومت ۱۷۲ھ ۷۸۸ء — وفات ۱۸۰ھ ۷۹۶ء

عبدالرحمٰن الداخل کے اگرچہ دو لڑکے سلیمان اور عبداللہ ایک شامی خاتون سے موجود تھے لیکن اس نے اپنے تیسرے لڑکے ہشام کو اپنا جانشین نامزد کیا جو ایک اندلسی کنیز حلل کے بطن سے تھا۔ عبدالرحمٰن نے یہ فیصلہ کئی امتحانوں اور آزمائشوں کے بعد کیا تھا۔ لیکن اس کا بڑا لڑکا اس سے قطعی مطمئن نہیں تھا اور اس وقت کا منتظر تھا کہ اپنی حق تلفی کا بدلہ لے سکے۔ عبدالرحمٰن کی وفات کے وقت سلیمان طلیطلہ کا اور ہشام ماردہ کا والی تھا۔ باپ کی موت کے بعد اس کے چھوٹے بھائی عبداللہ نے جو قرطبہ میں موجود تھا ہشام کی بیعت لی اور ہشام نے ایک ہفتہ کے بعد دارالخلافہ پہونچ کر خود حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ہشام کے عہد میں مختلف بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے سب پر آسانی سے قابو پالیا۔ اور حکومت کے نظم ونسق کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔

بھائیوں کی بغاوت: ۔ ہشام کو سب سے پہلے اپنے بھائیوں کی بغاوت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کا بڑا بھائی سلیمان اپنی حق تلفی سے سخت برہم تھا چنانچہ

اس نے طلیطلہ کے لوگوں کو ہشام کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اسی دوران میں اس کا بھائی عبداللہ بھی قرطبہ سے بھاگ کر طلیطلہ پہونچ گیا۔ اور دونوں بھائیوں نے ملکر ہشام کے خلاف محاذ قائم کرلیا۔

ہشام کو جب بھائیوں کی بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ خود فوج لے کر طلیطلہ کی طرف روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ سلیمان دوسرے راستے سے قرطبہ چلا گیا۔ لیکن ہشام نے طلیطلہ کا محاصرہ جاری رکھا اور اپنے لڑکے عبدالملک کو کچھ فوج کے ساتھ قرطبہ کی طرف بھیجا۔ اس کے پہنچنے سے قبل ہی اہلِ قرطبہ سلیمان کے مقابلہ کے لئے نکل آتے تھے۔ عبدالملک کے پہونچنے پر سلیمان دونوں طرف سے گھر گیا۔ معمولی مقابلہ کے بعد اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور تدمیر میں پناہ لی۔ ہشام خود دو ماہ تک طلیطلہ کے محاصرہ میں مصروف رہا۔ اور جب کوئی فوج مقابلہ کے لئے نہ نکلی تو قرطبہ لوٹ آیا۔ اس کا چھوٹا بھائی عبداللہ سلیمان سے الگ ہوکر ہشام کے پاس دارالخلافہ چلا آیا۔ اور ہشام نے بھی اُس کا قصور معاف کرکے امان دے دی۔

دوسری طرف سلیمان پھر تدمیر میں فوجیں اکٹھی کررہا تھا۔ اسلئے ہشام نے اپنے لڑکے معاویہ کی سرکردگی میں اس کا مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ اس دفعہ سلیمان کو پھر شکست ہوئی اور اس نے بربری قبائل میں پناہ لی۔ جہاں وہ کئی ماہ تک روپوش رہا۔ اس کے بعد بھائیوں میں صلح ہوگئی۔ اور ہشام نے سلیمان کو معہ اسکے اہل وعیال اور دولت کے اسپین سے چلے جانے کی اجازت دے دی۔ عبداللہ بھی اس کے ساتھ ہی ترکِ سکونت کرکے افریقہ کے بربر قبائل میں چلا گیا۔ اس طرح ہشام کو بھائیوں کی جنگ سے نجات ملی۔

اندلس کے مشرقی علاقوں میں بغاوت: جس زمانہ میں ہشام بھائیوں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا یمنیوں نے اندلس کے مشرقی علاقوں

میں بغاوت برپا کر دی - ان کے سرغنہ سعید بن حسین بن یحییٰ انصاری نے طرطوشہ کے عامل یوسف قیسی کو شہر بند کر دیا - اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ ہشام اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس بغاوت کی طرف توجہ نہ دے سکا لیکن مضری یمنیوں کے مقابلہ میں موسیٰ ابن خرتون کی سرکردگی میں جمع ہو گئے۔ موسیٰ ایک مشہور گاتھ خاندان قیسی کا نومسلم تھا - اس نے ہشام کے لئے یمنیوں سے جنگ کی اور سعید کو قتل کر دیا۔

باغی فوراً حسین بن یحییٰ کے ایک مولیٰ جحدر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے دوسری طرف برشلونہ میں عبدالرحمٰن الداخل کے عہد کے مشہور باغی سلیمان کے لڑکے مطروح نے خروج کر دیا۔ موسیٰ کو اس کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اور وہ میدان سے فرار ہو گیا - اب باغیوں نے طرطوشہ - سرقسطہ، برشلونہ وغیرہ جیسے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا - اور اندلس کا پورا مشرقی علاقہ اموی حکومت کے اقتدار سے آزاد ہو گیا۔ ۷۹۱ء میں ہشام کو جب بھائیوں کی بغاوت سے نجات ملی تو اس نے سب سے پہلے اس بغاوت کی طرف توجہ کی اور ایک زبردست لشکر عبیداللہ بن عثمان کی سرکردگی میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے سرقسطہ روانہ کیا۔ عبیداللہ نے شہر کا محاصرہ کر کے چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی۔ مطروح اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہوا - اور اہل شہر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہشام نے موسیٰ بن خرتون کو سرقسطہ کا والی مقرر کیا اور اس وقت سے ایک صدی تک بنو قیسی اس علاقہ کے حکمراں رہے۔

اہل سرقسطہ کی اطاعت کے بعد اہل طلیطلہ نے بھی ہشام کی اطاعت قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی - ہشام نے ان کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا اور اپنے بیٹے حکم کو طلیطلہ کا والی مقرر کیا۔ اس کے فوراً بعد ہشام کو بربریوں کی بغاوت کا مقابلہ کرنا پڑا انھوں نے تاکرنا کے علاقہ میں بہت شورش برپا کر رکھی تھی اور لوگوں کے لئے ذرائع آمد و رفت کو بند کر دیا تھا۔ ہشام نے عبدالقادر

بن ابان کو بربریوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔ عبدالقادر نے بڑی سختی سے بربریوں کا مقابلہ کیا اور ان کے ہزاروں افراد کو قتل اور گرفتار کیا۔ چنانچہ بربر یہاں سے منتشر ہو گئے اور تقریباً سات برس تک یہ علاقہ غیر آباد رہا اور ہشام کو بربری باغیوں سے نجات مل گئی۔

بربریوں کی بغاوت

عیسائی ریاستوں پر حملہ:- اندرونی طور پر امن و امان قائم کرنے کے بعد ہشام نے شمال کی عیسائی ریاستوں کی سرکوبی ضروری سمجھی جو مسلم حکومت کے لئے ایک مستقل خطرہ کی صورت اختیار کرتی جا رہی تھیں۔ عیسائی حکومت جلیقیہ کا فرمانروا الفانسو دوئم ہشام کا ہمعصر تھا۔ ہشام نے کئی دفعہ اس کی ریاست پر فوج کشی کی اور آخر کار دونوں حکومتوں نے سرحدوں کا احترام کرنے کا عہد کیا اور صلح کر لی۔ چنانچہ سرقسطہ کے مطیع ہو جانے کے بعد ہشام نے ان شہروں کو حاصل کرنے کی کوشش کی جو سرقسطہ کی بغاوت میں عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ اور ۷۹۱ء میں ابوعثمان کو سب سے پہلے عیسائی ریاستوں کی طرف بھیجا اور وہ چھاپے مار کر کامیاب واپس آیا۔ دوسرا حملہ ۷۹۲ء میں عبدالملک بن الواحد کی قیادت میں ہوا اور کامیاب رہا۔ تیسرے سال پھر عبدالملک کو شہر جرندہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ مسلمانوں نے شہر کی فصیل کو توڑ دیا۔ عیسائی حکمران مجبوراً شہر چھوڑ کر اربونہ چلے گئے اور مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد اسلامی فوجوں نے اربونہ کا رخ کیا۔ یہاں بھی مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور یہ دونوں شہر اسلامی حکومت میں شامل کر لئے گئے۔ مسلمانوں نے اب آس پاس کی عیسائی آبادیوں پر چھاپے مارے اور بہت سا مال غنیمت جمع کر کے قرطبہ واپس لوٹے۔ اسلامی حکومت کا رعب عیسائی ریاستوں پر اس قدر چھایا کہ انھوں نے اسلامی سرحد پار کرنے کی جرأت نہ کی۔

۷۹۴ء میں ہشام نے ایک دوسری طرف کا رخ کیا اور دو فوجیں

عبدالکریم اور عبدالملک کی سرکردگی میں البہ اور جلیقیہ کی طرف روانہ کیں۔ عبدالکریم فتوحات حاصل کرتا ہوا سیپٹمینا کے علاقہ میں داخل ہوا جو جنوبی فرانس میں تھا۔ یہاں کے بعض شہر پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکے تھے اسلئے مسلمان تیزی سے آگے بڑھتے گئے۔ ڈیوک آف ٹولوس نے مسلمانوں کی مزاحمت کی کوشش کی مگر بری طرح شکست کھائی۔ اور عبدالکریم بے شمار مال غنیمت کے ساتھ جلیقیہ کے دارالحکومت پہونچا۔ واپسی میں مسلمان افواج راہ سے بھٹک گئیں اور ان کی بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ دوسرے سال پھر جلیقیہ کی ریاست پر عبدالملک کو فوجکشی کے لئے ہشام نے روانہ کیا۔ الفانسو دوئم نے بھی اس عرصہ میں اپنی حفاظت کے انتظام کر لئے تھے اور دوسری عیسائی ریاستوں سے مدد حاصل کر لی تھی۔ جیسے ہی عبدالملک جلیقیہ کی حدود میں داخل ہوا۔ الفانسو دوئم اپنی افواج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بڑھا لیکن پہلے ہی حملے میں اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ پسپا ہو گیا۔ مسلمانوں نے عیسائی افواج کا پیچھا کیا اور بڑی تعداد میں ان کو قتل کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کیا اور قرطبہ کامران واپس لوٹے۔ ہشام کے عہد میں مسلمانوں کا عیسائی ریاستوں پر یہ آخری حملہ تھا اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں کی برتری کو تسلیم کر لیا اور حملہ کرنے کی پھر کوشش نہ کی۔

ہشام کی دنیا سے کنارہ کشی:- ہشام نے چند ہی برسوں میں اپنے استقلال اور ہمت سے بغاوتوں پر قابو حاصل کر لیا لیکن اس کی طبیعت دنیاوی معاملات کی طرف راغب نہ ہوتی تھی۔ اسی زمانہ میں ایک نجومی نے یہ پیش گوئی بھی کر دی تھی کہ نوجوان حکمراں کی مدت حکومت آٹھ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ چنانچہ اس نے اپنا زیادہ وقت عبادت اور ریاضت میں بسر کرنا شروع کر دیا۔ اس نے تمام دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی کر لی اور نیک کاموں سے آخرت کی بھلائی میں مصروف ہو گیا۔ وہ خود راتوں کو قرطبہ کی گلیوں میں پھرا کرتا

غریبوں، بیماروں، مفلسوں اور ضرورتمندوں کی تکالیف کو دور کرتا تھا۔اسی زمانہ میں امام مالک ابن انس نے فقہیہ کا ایک مدرسہ مدینہ میں قائم کیا تھا۔ عباسی خلفاء اُن کے دشمن تھے اور اُن پر یہ الزام لگا کر کہ انھوں نے ایک علوی مدعی خلافت کی مدد کی ہے سخت سزا دی تھی یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ بھی اکھڑوا دیا تھا۔

امام مالک کو جب ہشام کی عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی خبر ملی تو وہ ہشام کو مسلمان حکمرانوں میں سب سے بہتر خیال کرنے لگے۔ ہشام کو جب امام مالک کی اپنی طرف اس رغبت کا علم ہوا تو اس نے مالکی عقائد کو اندلس میں رائج کرنا شروع کر دیا۔ وہ دینیات کے طلباء کو وظائف دے کر مدینہ بھیجتا تاکہ وہ امام مالک سے تحصیل علم کریں۔جب وہ واپس آتے تو ان ہی کو قضا کے محکموں میں اعلیٰ عہدے دیتا تھا۔ چنانچہ ہشام کے زمانہ میں مالکی عقائد کے فقہا کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی اُن میں سب سے بااثر بربر قبیلہ کے یحییٰ بن یحییٰ تھے جنھیں امام مالک نے " عاقل اندلس "کا خطاب دیا تھا۔ قرطبہ میں یحییٰ کی بڑی عزت اور شہرت تھی لیکن علم و فضل کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اُن میں غرور اور تکبر بھی بہت تھا اور وہ حکومت میں اقتدار حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔

ہشام کی وفات اور اُس کے عہد پر تبصرہ:- اٹھ سال کی حکومت کے بعد ۷۹۶ء میں ہشام کا انتقال ہو گیا اگرچہ اس کی مدتِ حکومت بہت مختصر ہے لیکن پھر بھی اپنی نوعیت کی وجہ سے بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔اُس نے ملک میں امن و امان قائم کیا، عدل و انصاف کو اپنا نصب العین بنایا اور قرآن و حدیث کی پیروی کی چنانچہ مجموعہ اخبار اندلس میں ہے۔

"امیر ہشام بن عبدالرحمٰن صاحب خیر و فضل سخی، کریم، اپنی رعایا کے

ساتھ حسنِ سیرت سے پیش آنے والا اور اپنی سرحدوں کی قلعہ بندی کرنے والا تھا۔"

ہشام کو اپنی سیرت و کردار اور طریقۂ حکمرانی کی وجہ سے اندلس کی تاریخ میں عمر بن عبدالعزیز کا درجہ دیا جاتا ہے ابن اثیر کا کہنا ہے "ہشام اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مشابہ تھا۔

ہشام نے اپنے عہد میں عبدالرحمٰن الداخل کے نظامِ حکومت کو برقرار رکھا صرف والیوں کے تقرر میں تھوڑی بہت تبدیلی کی اور بعض ظالم عمال کو برطرف کر دیا۔ اسی طرح ہشام نے اپنے زمانہ میں تمام غیر شرعی محاصل کو موقوف کر دیا۔ اور نہایت دیانتدار تحصیلدار مقرر کئے جو صرف شرعی محاصل وصول کیا کرتے تھے۔ ہشام خود عالم فاضل تھا۔ اس لئے علماء و فقہاء کی قدر کرتا تھا اور ان کو اپنا مشربِ خاص بناتا تھا۔ وہ شریعت کا بڑا پابند تھا اور زاہدانہ زندگی گذارتا تھا۔ مسجدوں کو آباد رکھنے کا بڑا اہتمام کرتا تھا۔ بارش کے زمانہ میں رات کے وقت تھیلیاں بھر بھر کر روپیہ مسجدوں میں بھیجتا جو نمازیوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسجدیں آباد رہیں۔ خود مریضوں کی عیادت کو جاتا اور جنازوں میں شرکت کرتا تھا۔

اس عبادت اور ریاضت کے ساتھ ساتھ ہشام نے اندلس کی تعمیری ترقیوں پر پوری توجہ دی۔ قرطبہ کی جامع مسجد جو عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں تعمیر ہونی شروع ہوئی تھی اس کو اختتام تک پہونچایا۔ اور دوسرے شہروں میں بھی مسجدوں کو تعمیر کیا اور قرطبہ کے پل کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ کہ ذرائع آمدورفت میں آسانی ہو۔ ہشام کے پانچ لڑکے تھے ان میں سے اس نے حکم کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اپنی زندگی میں اس کی بیعت لے لی تھی۔

حکم اوّل

آغازِ حکومت ۱۸۰ھ/۷۹۶ء
وفات ۲۰۶ھ/۸۲۱ء

ہشام کے انتقال کے بعد حکم بائیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اس نے اٹھارہ سال کی عمر سے ہی ملکی انتظام میں اپنے جوہر دکھانے شروع کر دیتے تھے۔ اس وجہ سے ہشام نے اس کو اندلس کے سب سے سرکش شہر طلیطلہ کا والی بنایا تھا۔ حکم کا دورِ حکومت مختلف نوعیتوں کی بغاوتوں اور شورشوں سے پُر ہے۔ اس کو اپنے دونوں چچا سلیمان اور عبداللہ کی مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سرحدی عیسائی حکومتوں کے حملوں کی روک تھام کرنی پڑی۔ اور خاص طور پر قرطبہ کے مولدین اور فقہا کی مخالفت کو سختی سے دبانا پڑا۔ ان پے در پے بغاوتوں سے وہ سخت گیری کا عادی ہو گیا تھا اور اپنی ذات کی حفاظت اور سلطنت کی بقا کے لئے اس کو وہ روش اختیار کرنی پڑی جو ظالم و جابر سلاطین اختیار کرتے ہیں۔

مشرقی اندلس کی بغاوت:۔ حکم نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال عیسائی سرحدوں پر فوج کشی کی لیکن یہ مہم ایک کامیاب حملہ سے زیادہ کوئی اہمیت حاصل نہ کر سکی۔ کیونکہ حکم کو فوراً ہی مشرقی اندلس کی اور اپنے دونوں چچا سلیمان اور عبداللہ کی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سرقسطہ اور طلیطلہ کے اہم شہر حکم سے باغی ہو کر اپنی آزاد حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اسی دوران میں حکم کا چچا عبداللہ اندلس میں داخل ہوا۔ اور باغیوں کو اپنے ساتھ ملا کر بلنسیہ کے شہر پر قابض ہو گیا۔ اس طرح اندلس کا بڑا علاقہ حکم کی حکومت سے آزاد ہو گیا۔ حکم نے سب سے پہلے طلیطلہ کی بغاوت فرو کرنے کی کوشش کی۔ اور طلبیرہ کے والی عمروس بن یوسف کو

اس سرکش شہر کی سرکوبی پر مامور کیا۔ عمروس نے فوراً شہر کا محاصرہ شروع کر دیا۔ اور باغیوں کے سرغنہ عبیدہ کو قتل کروا دیا۔ اس طرح وقتی طور پر طلیطلہ کی بغاوت دب گئی۔ لیکن اسی زمانہ میں حکم کا دوسرا چچا سلیمان بھی حکومت کا دعویدار بن کر اندلس پہونچا۔ اور بربریوں کی حمایت حاصل کرلی۔ کچھ عرب سرداروں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ حکم خود اس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ سلیمان کو شکست ہوئی اور وہ پہاڑیوں میں روپوش ہو گیا۔

سلیمان نے اب بھی ہمت نہ ہاری اور پھر فوج جمع کرنی شروع کر دی، حکم نے بھی دوبارہ فوج لے کر قلعہ جزلیش پر حملہ کیا جہاں سلیمان نے رہائش اختیار کی تھی۔ سلیمان کے لشکر نے پھر شکست کھائی اور سلیمان پناہ کی تلاش میں بھاگ نکلا۔ مگر اس دفعہ حکم کی فوجوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور گرفتار کر لیا۔ حکم نے سلیمان کو فوراً قتل کروا دیا لیکن اس کے اہل و عیال کو سرقسطہ سے بلا کر قرطبہ میں اپنے پاس نہایت عزت اور احترام سے رکھا۔

حکم کی خوش قسمتی سے مشرقی اندلس کے دوسرے باغی سرداروں میں آپس میں نااتفاقی ہو گئی۔ اور ان کی طاقتیں آپس میں ٹکرا کر خود بخود ختم ہو گئیں اور حکم کو اپنے چچاؤں کی سرکوبی کا موقع مل سکا۔ دوسرے چچا عبداللہ نے اپنے بڑے بھائی سلیمان کا انجام دیکھ کر سنہ ۸۰۱ء میں حکم سے صلح کی درخواست کی۔ قرطبہ کے مشہور عالم یحییٰ بن یحییٰ نے کوشش کر کے دونوں کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرف سے صاف کروا دیا اور صلح کرا دی۔ اس کے بعد سنہ ۸۰۲ء میں عبداللہ قرطبہ آکر سکونت پذیر ہوا اس کا سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ اور اس کے لڑکے حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے۔

طلیطلہ کی اطاعت اور یوم الخندق :- مشرقی اندلس اور دونوں چچاؤں کی بغاوت سے نجات ملتے ہی حکم نے اپنی ساری طاقت دوسرے باغی عناصر کی سرکوبی کی طرف مبذول کر دی۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم طلیطلہ کی اطاعت کا واقعہ ہے جو "یوم الخندق" کے نام سے مشہور ہے۔ اندلس کے وسطی علاقہ میں طلیطلہ کا شہر بغاوتوں کا مرکز تھا۔ یہ گاتھ قوم کا دارالخلافہ رہ چکا تھا اور اب بھی مسلم حکومت کے زمانے میں اپنی جائے وقوع کی وجہ سے نہایت اہم حیثیت رکھتا تھا۔ عیسائیوں کی نظروں میں طلیطلہ اپنی قدیم شہرت، پادریوں کے علم و فضل اور کلیسا کے وسیع اثر کے باعث اب تک مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور وہ اس کو ملکی اور مذہبی دونوں اعتبار سے اسپین کا سب سے مقدس شہر سمجھتے تھے۔ یہاں پر عربوں، بربریوں، نومسلمانوں اور عیسائیوں کی مخلوط آبادی تھی لیکن اکثریت نومسلموں کی تھی جن کو عرب مولدین کہتے تھے۔ عرب اور بربری آبادی شہر سے باہر مضافات میں رہتی تھی جو پہلے عیسائی امراء کی ملکیت تھے اور جو مسلمانوں کے حملے کے وقت شہر خالی کر گئے تھے۔ فتنہ و فساد برپا کرنا یہاں کے عیسائیوں اور نومسلموں کی خصوصیت تھی۔ اپنے شہر کی مضبوطی اور دولت و ثروت سے مغرور ہو کر یہ باشندے والیوں کی اطاعت کرنے کی بجائے ان کو اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کرتے تھے۔ اور ذرا ذرا سی بات پر مرکزی حکومت سے باغی ہو جاتے تھے۔ اور اندلس کے شمالی عیسائی ریاستوں کی مدد حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن الداخل کے وقت سے حکم کے زمانے تک طلیطلہ تمام باغی عناصر کا آماجگاہ رہا تھا۔ اور شروع میں اگرچہ حکم نے عمروس بن یوسف کے ذریعہ یہاں کی بغاوت کو دبا دیا تھا مگر یہاں کے باشندوں نے ایک نومسلم شاعر غربیب کی حب الوطنی کی شاعری سے متاثر ہو کر پھر باغیانہ رویہ اختیار کر لیا تھا۔ غربیب کا اثر

اور وقار طلیطلہ میں اسقدر چھایا ہوا تھا کہ یہاں کی پوری آبادی اس کے ایک اشارہ پر جانیں دینے کو تیار رہتی تھی جب تک وہ زندہ رہا حکم نے اہل طلیطلہ کی سرکوبی کی کوشش نہ کی لیکن اس کے مرتے ہی حکم نے اہلِ طلیطلہ کو مکمل طور پر مطیع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے حکم نے سرحدی صوبہ کے والی عمروس بن یوسف کو منتخب کیا۔ عمروس وشقہ کا ایک با اثر عیسائی نومسلم تھا اور اموی حکومت کا خیر خواہ تھا۔ پہلے بھی وہ سرحدی بغاوتوں کی روک تھام میں حکم کی مدد کر چکا تھا۔ چنانچہ حکم نے اسے قرطبہ طلب کیا اور اہل طلیطلہ کی سرکوبی کے سلسلہ میں اس کو اپنا رازدار بنایا۔ اور اس سے کہا۔ "صرف تم ہی ان باغیوں کو سزا دینے میں میری مدد کر سکتے ہو۔ اہلِ طلیطلہ کسی عرب حاکم کو تسلیم نہ کریں گے۔ البتہ تم کو ضرور تسلیم کر لیں گے۔ کیونکہ تم خود انہی کی قوم سے تعلق رکھتے ہو۔"

عمروس نے حکم کے خفیہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ ۸۰۷ء میں عمروس حکم کی طرف سے طلیطلہ کا والی مقرر ہو کر پہونچا اور اہلِ طلیطلہ کو حکم کا یہ پیغام پہونچایا کہ "میں نے عمروس بن یوسف کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمہارے دلوں کو پوری طرح اطمینان ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ میرے اس طرز عمل سے تم اپنے حق میں میرے مخلصانہ جذبات کو سمجھ سکو گے۔"

عمروس نے اہلِ طلیطلہ کو طرح طرح سے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ وہ خود عیسائیوں کے قومی مقاصد سے گہری دلچسپی رکھتا ہے اور نہ صرف حکم بلکہ پوری عرب قوم کا دشمن ہے کچھ ہی عرصہ میں یہ لوگ عمروس پر مکمل اعتبار کرنے لگے اور اس کو اپنا رہنما سمجھنے لگے طلیطلہ کی حکومت کے دفاتر شہر کے اندر تھے جس کی وجہ سے بغاوتوں کے موقعہ پر حکام

شہریوں کے ہاتھوں محصور ہو جاتے تھے۔ اور فوج فراہم نہ کر سکتے تھے اس لئے اہلِ طلیطلہ کو مطیع کرنے کیلئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ۔ فوج چھاؤنی اور سرکاری دفاتر کے لئے ایک علیحدہ عمارت تعمیر کرائی جائے۔ جو شہری آبادی سے الگ ہو۔ چنانچہ جب عمرو بن کو اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ شہریوں کو اس پر مکمل بھروسہ ہوگیا ہے۔ تو اس نے ان کو ایسی عمارت تعمیر کرنے پر آمادہ کر لیا اور ان سے کہا کہ سرکاری عمال اور عہدیداروں کے شہر میں رہنے کی وجہ سے اہلِ شہر کو تکلیف ہوتی ہے اور حکومت کی فوجیں شر انگیزیاں کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے اگر ان کے لئے ایک علیحدہ آبادی بنا دی جائے تو وہ حکومت اور فوجوں کی زیادتیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اہلِ طلیطلہ جن کو کسی دھوکہ اور سازش کا وہم و گمان بھی نہ تھا فوراً اس تجویز پر آمادہ ہو گئے۔ اور عمرو بن نے شہر سے باہر ایک پہاڑی پر مضبوط قلعہ تعمیر کرانا شروع کر دیا۔ اور عمارت مکمل ہوتے ہی وہ مع دوسرے حکومت کے اراکین اور فوج کے وہاں آباد ہو گیا۔ اور حکم کو اپنی اس کامیابی کی اطلاع قرطبہ بھیج دی۔

حکم نے اس اطلاع کے ملنے پر سرحدی صوبہ کے والی کو لکھا کہ وہ قرطبہ سے فوج یہ کہکر منگاتے کہ عیسائیوں نے سرحد پر حملہ کر دیا ہے۔ سرحد کے والی نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اب حکم نے بڑے اہتمام سے بظاہر عیسائیوں کے خلاف ایک مہم کی تیاری شروع کی اور ایک زبردست لشکر شہزادہ عبدالرحمٰن اور تین وزراء کی سرکردگی میں سرحد کی طرف روانہ کیا۔ سرحد کا راستہ طلیطلہ کے قریب سے گذرتا تھا۔ چنانچہ فوج طلیطلہ کے قریب پہونچی تو حکم کے حکم کے مطابق سرحدی والی کا ایک دوسرا قاصد پہونچا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ عیسائیوں کی فوجیں خود پیچھے ہٹ گئیں ہیں۔ اس لئے اب امدادی فوج کی وہاں ضرورت نہیں ہے۔ اب عبدالرحمٰن طلیطلہ کے پاس ٹھہر گیا۔ عمرو بن

کو بھی اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے طامیر سے امراء کو طلب کر کے کہا۔ یہ اس موقعہ پر وہ شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔ وہ فوراً آمادہ ہو گئے اور عمروس کے ساتھ شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ عبدالرحمٰن بھی ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا اور ان کی قدر منزلت کی۔ عمروس نے اس دوران میں حکم کے احکامات کے متعلق وزراء سے خفیہ مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ وہ شہر والوں کو شہزادہ کی دعوت پر آمادہ کرے اور عبدالرحمٰن معہ فوج کے نئے تعمیر شدہ قلعہ میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ عمروس کے ایماء پر روساتے شہر نے شہزادہ کو شہر آنے کی دعوت دی۔ جو اس نے نہایت تکلف کے ساتھ قبول کر لی۔ اس طرح وہ لشکر جو بظاہر سرحدی بغاوت کو فرو کرنے کیلئے قرطبہ روانہ ہوا تھا طلیطلہ کی سرکاری عمارت میں ٹھہر گیا۔

دوسرے دن عمروس نے شہزادے کے اعزاز میں ایک بہت بڑی ضیافت کا انتظام کیا جس میں طلیطلہ کے تمام روسا اور عمائدین مدعو کئے گئے تھے۔ دعوت کے لئے شام کا وقت مقرر ہوا تھا۔ اور مہمانوں کے لئے یہ انتظام تھا وہ ایک دروازے سے داخل ہوں اور اپنی سواریاں پشت کے دروازے پر بھیج دیں۔ اور بعد ضیافت کے پشت کے دروازے سے رخصت ہو جائیں قلعہ کی عمارت کے وسط میں ایک عمیق خندق کھودی ہوئی تھی۔ اور اس کے کنارے جلاد برہنہ تلواریں لئے کھڑے تھے۔ جیسے مہمان داخل ہوتا اس کی گردن اڑا دی جاتی تھی۔ اور اسکی نعش کو خندق میں ڈھکیل دیا جاتا تھا۔ شام سے لے کر صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ بعض روایات کے مطابق سات سو اور بعض کے مطابق پانچ ہزار سے زائد افراد اس طرح قتل ہو گئے۔ صبح کے قریب بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جو لوگ رات ضیافت میں شریک ہوتے تھے۔ ان میں سے کوئی واپس نہیں لوٹا۔ انھوں نے

سرکاری افسران سے استفسار کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ پشت کے دروازے سے واپس چلے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوڑ کر دروازے پر پہنچے۔ وہاں بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اب اہلِ طلیطلہ کو اصل حقیقت کا علم ہوا۔ شہر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور انتقام کی صدائیں بلند ہوئیں مگر اب کوئی اس واقعہ کا انتقام لینے والا طلیطلہ کی چہار دیواری میں موجود نہ تھا۔ جن لوگوں نے زیادہ شور مچایا ان کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے طلیطلہ کے شہر پر ایک یاس اور حیرت کا عالم طاری ہو گیا اور ان میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہ گیا جو حکومت کی مخالفت کا خیال تک دل میں لاتا۔ حکومت کی یہ ہیبت حکم کے پورے دور میں طلیطلہ میں قائم رہی اور پھر اس کے زمانہ میں یہاں کوئی بغاوت نہ ہوئی۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق طلیطلہ کے مقتولین کی مجموعی تعداد سات ہزار سے بھی متجاوز ہو گئی تھی اور عبدالرحمٰن کی آنکھوں میں تلواروں کی چمک سے جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی وہ عمر بھر برقرار رہی۔

مغربی اندلس کی بغاوتیں:۔ ماردہ کا شہر حکم کے عہد میں مغربی اندلس میں بغاوت کا مرکز بنا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دوسرے شہروں کے باغیانہ رویہ کو دیکھ کر وہاں کے ایک قائد اصبغ بن عبداللہ نے ۱۸۷ھ میں اہلِ شہر کی مدد سے اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا اور شہر کے والی کو نکال دیا۔ حکم اس بغاوت کی اطلاع ملتے ہی ماردہ پہونچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن محاصرہ کے دوران میں قرطبہ میں بغاوت ہو گئی۔ اور وہ ماردہ کو بغیر فتح کئے ہوئے دارالسلطنت لوٹ گیا۔ اب باغیوں نے اپنی طاقت کو اور مضبوط کر لیا۔ اس زمانہ میں طلیطلہ کے قتلِ عام کی اطلاع سارے ملک میں پھیل گئی اور ماردہ کے شہریوں کو بھی اپنا انجام خطرناک نظر آنے لگا۔ چنانچہ وہ اطاعت پر آمادہ

ہونے لگے۔ حکم بھی قرطبہ سے برابر فوجیں ماردہ بھیج رہا تھا۔ اصبغ کے حامیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مجبوراً اصبغ نے حکم کی اطاعت ۸۰۸ء میں قبول کر لی اور قرطبہ چلا آیا۔ اصبغ کی اطاعت کے باوجود ماردہ کی شورش برقرار رہی حکم نے پھر فوج کشی کی اور دو سال کی مسلسل کوششوں کے بعد وہ اس شہر پر قبضہ کر سکا۔

مغربی اندلس کا دوسرا اہم باغی شہر باجہ تھا۔ جہاں خرم بن وہب نے ۸۰۷ء میں خودسری اختیار کر لی تھی اور پرتگال کے دارالخلافہ اشبونہ پر بھی قبضہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حکم کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے لڑکے ہشام کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ ہشام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کی سختیوں سے تنگ آکر اہل شہر امان کے طالب ہوتے۔ ہشام نے سب کو امان دے دی اور واپس لوٹ گیا۔

مغربی اندلس کی تیسری بغاوت موردر میں ۸۱۵ء میں ہوئی۔ یہاں پر ایک بربری سردار نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ حکم کو جب اس کے خروج کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوج کے قائد کو اس کا سر لانے پر مامور کیا۔ اور دھمکی دی کہ اگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ فوجی قائد فوراً موردر روانہ ہوا اور بربر سردار کو قتل کرنے میں بڑی مشکلوں سے کامیاب ہوا۔ حکم اس کی کامیابی سے بہت خوش ہوا اور اس کے عہدہ میں ترقی کر دی۔

حکم کے عہد میں پہلی مرتبہ جنوبی اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضراء میں خارجیوں کا ظہور ہوا اور ان کے عقائد سے

وہاں کے بہت سے باشندے متاثر ہو گئے۔ حکم خود فوج لے کر جزیرہ خضرا پہونچا۔ اور خارجی عقائد کے قبول کرنے والوں کو قتل کروادیا۔

عیسائی ریاستوں پر حملے:۔ ہشام کی وفات کے بعد شاہ فرانس کے حوصلے پھر بڑھ گئے تھے اور اس نے اسلامی سرحدوں پر حملے کر کے ایک اہم شہر جرندہ پر قبضہ کر لیا تھا حکم نے فوراً عبدالکریم بن مغیث کے ماتحت ایک لشکر شمالی سرحد پر روانہ کیا۔ جس نے جرندہ کو فتح کیا۔ اور آس پاس کے عیسائی آبادیوں پر چھاپے مارے۔ عبدالکریم کی فوج کا ایک دستہ خلیج بیکے کو عبور کر کے فرانس کی حدود میں داخل ہو گیا۔ عیسائیوں کا یہ خیال تھا کہ اس خلیج کو پار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خزانے اور اہل و عیال کو یہاں منتقل کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی خوش نصیبی سے جھیل کا پانی کم ہو گیا۔ اور اسلامی فوج وہاں پہنچ گئی۔ یہاں مسلمانوں کو بے شمار دولت ملی۔ اور وہ کامران واپس لوٹے۔ مسلمانوں کے اس حملے سے عیسائیوں کی طاقت اس قدر پامال ہو گئی تھی کہ اگر اندلس میں سلیمان اور عبداللہ کی وجہ سے خانہ جنگی نہ شروع ہو گئی ہوتی تو پھر وہ کبھی اسلامی سرحدوں کا رخ نہ کرتے۔ لیکن اندرونی بغاوتوں سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی اور انھوں نے سرحدی شہروں پر دوبارہ حملے شروع کر دیئے۔ اس وقت حکم اسقدر مصروف تھا کہ وہ عیسائیوں کے جارحانہ اقدام کی روک تھام بھی نہ کر سکا۔ اسی زمانہ میں شاہ فرانس۔ شارلیمن نے اپنے ملک کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے الفانسو سے ایک دوستانہ معاہدہ کیا اور ایک نئی ریاست کی تشکیل کی تاکہ وہ مسلمانوں کو عیسائی ریاستوں تک پہونچنے میں رکاوٹ کا کام دے۔ آس پاس کے علاقہ میں مستحکم قلعے تعمیر کروائے۔ اور فوجیں متعین کیں۔ جو اسلامی آبادیوں پر لوٹ مار کرتی رہتی تھیں۔ شارلیمن نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ حکم کی داخلی پریشانیوں

سے فائدہ اٹھا کر مشرقی اندلس کے اہم شہر برشلونہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ۸۰۱ء میں عیسائیوں کے لشکر نے برشلونہ کا محاصرہ شروع کر دیا۔ مسلم امدادی افواج کو روکنے کیلئے بھی عیسائیوں نے اہتمام کیا۔ برشلونہ میں محافظت کا زیادہ انتظام نہ تھا۔ چنانچہ والی برشلونہ نے قرطبہ سے مدد طلب کی لیکن کوئی توجہ دی نہ سکی اور محاصرہ کی سختیاں بڑھتی گئیں۔ سامان رسد ختم ہونے لگا۔ اور محصورین بھوک سے مرنے لگے۔ اس کی باوجود ان کی ہمتیں پست نہ ہوئیں اور وہ بہادری سے اپنی مدافعت کرتے رہے۔ لیکن مستقل حملوں سے شہر کی فصیل میں جا بجا شگاف پڑنے لگے۔ والی برشلونہ خود امدادی فوج طلب کرنے کیلئے نکلا لیکن گرفتار کر لیا گیا۔ جب مسلمانوں کو کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو انھوں نے عیسائیوں سے صلح کی درخواست کی جس کو عیسائیوں نے اس شرط پر قبول کیا کہ وہ اپنا مال و اسباب چھوڑ کر شہر کو خالی کر دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے برشلونہ کا شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔ مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد یہی شہر عیسائیوں کی ایک نئی سلطنت کا مرکز بنا اور مسلمانوں کی اندرونی خانہ جنگیوں کی بدولت یہ پورا علاقہ ان کے قبضہ سے نکل گیا یہ عیسائی سلطنت گوتھک مارچ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۸۰۲ء میں عیسائیوں نے اسلامی سرحد کے شہر تطلیہ پر حملہ کیا اور عمروس بن یوسف کے لڑکے جس کا نام یوسف تھا گرفتار کر لیا۔ عمروس کو جب اپنے لڑکے کی گرفتاری اور عیسائیوں کی کامیابی کی خبر ملی تو اس نے ایک زبردست لشکر اپنے چچا زاد بھائی کی سرکردگی میں روانہ کیا جس نے عیسائیوں کو تطلیہ کے شہر سے نکال کر یوسف کو آزاد کرایا۔ ۸۰۸ء میں عیسائیوں نے طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کی مگر حکم نے اپنے لڑکے عبدالرحمٰن کو فوراً روانہ کر کے ان کے خطرہ کا سدباب کیا۔

۸۱۰ء میں حکم کو جب داخلی بدامنیوں سے فرصت ملی تو اس نے عیسائیوں کو سبق دینے کے لئے پے در پے مہمیں بھیجنا شروع کیں۔ چنانچہ عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں ایک زبردست مہم سرحد کی طرف روانہ کی۔ عبدالکریم نے اپنی فوجوں کو پورے علاقے میں پھیلا کر قتل و غارت گری شروع کر دی۔ اور بہت سے علاقے اور قلعے مسمار

کئے۔ عیسائیوں نے اب مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست اتحاد قائم کیا اور دریائے ابرو کے کنارے ایک زبردست لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع کیا۔ مسلمان دریا کے دوسرے کنارے پر تھے۔ عبدالکریم نے فوجی چال کے تحت پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ عیسائیوں نے خیال کیا کہ مسلمان بغیر لڑے لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے انھوں نے دریا کو عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا۔ اب عبدالکریم نے دفعتاً عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی پسپا ہو کر ساحل کی طرف بھاگے مگر ان کی بڑی تعداد مسلمانوں نے قتل کر دی۔ اور ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کیا۔ اس پسپائی کے باوجود عیسائیوں نے پھر دریا کے دوسری طرف فوج فراہم کی اور دو ہفتہ تک معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس دوران میں دریا میں زبردست طغیانی آگئی۔ اور دونوں لشکر بغیر لڑے واپس لوٹ گئے۔ حکم کے عہد میں عیسائی ریاستوں کا آخری حملہ تھا اور اس کے بعد شارلیمن اور حکم میں ایک صلح نامہ ہو گیا جس کی رو سے دونوں حکومتوں کی سرحدیں مقرر ہو گئیں۔

قرطبہ میں فقہا کی بغاوت :- اب تک حکم کو جن اندرونی اور بیرونی بغاوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا ان کے مقابلہ میں قرطبہ میں فقہا کی بغاوت زیادہ خطرناک ثابت ہوئی۔ عبدالرحمٰن الداخل کو اپنے اقتدار اور اختیارات کا اس قدر پاس تھا کہ اس نے علماء دین کے اختیارات تک کو اپنے عہد میں محدود کر رکھا تھا۔ اور وہ اس کے امور مملکت میں قطعی دخل انداز نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن اس کے جانشین ہشام اول کے عہد میں فقہا کے اختیارات میں زبردست اضافہ ہوا۔ ہشام شروع ہی سے مذہب کی طرف مائل تھا اور جب ایک نجومی نے اس کے مختصر دور حکومت کی پیشن گوئی کی تھی اس نے تمام دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اپنا وقت آخرت کی بھلائی میں گزارنے لگا تھا۔ علمائے دین کی عزت اور کتاب و سنت کے اتباع سے قرطبہ بہت جلد علم و دین کا مرکز بن گیا تھا اور خاص طور پر امام مالک بن انس کے شاگرد علماء کو شاہی دربار میں بہت بلند مراتب حاصل تھے ان میں خاص طور پر یحییٰ بن یحییٰ اور عیسیٰ بن دینا بہت مشہور تھے۔ یہی علماء قضا۔

اور دوسرے اہم عہدوں پر مامور تھے اور تمام مامور سلطنت پر حاوی تھے۔
ہشام کے انتقال کے بعد جب حکم تخت نشین ہوا تو علماء و فقہا کا اقتدار اپنے عروج پر تھا۔ دراصل وہ قرطبہ میں ایک زبردست طاقت کے مالک بن گئے تھے۔ جن سے ٹکر لینا اور نظر انداز کرنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن حکم ان فقہاء کی عزت کرنے کے باوجود بہت رنگین طبیعت تھا۔ وہ علماء کے علاوہ موسیقی۔ ناچ رنگ اور شراب سے بھی دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ چیزیں علماء کی برہمی کا باعث تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکم نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ اس توہین کو یہ باعزت و بااثر لوگ کسی صورت میں برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ حکم کے زبردست مخالف ہو گئے قرطبہ میں مولدین یعنی نو مسلموں کی بڑی تعداد آباد تھی اور یہ فقہاء اس طبقہ میں بیحد مقبول تھے چنانچہ انھوں نے مولدین کی مدد سے پہلے تو حکم کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی اور جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو بغاوت برپا کرائی جس کے نتائج مولدین اور فقہا دونوں کے حق میں نہایت سبق آموز ہوئے۔

حکم کی آزادانہ روش سے قرطبہ کے عوام بھی سخت برہم تھے اور یہ فقہاء ان کے جذبات کو ہر وقت اشتعال دلانے پر مستعد رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مسجدوں میں بادشاہ کیلئے نیک ہدایت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں اور اگر حکم کبھی نظر آجاتا تھا۔ تو اعلانیہ نفرت کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ قرطبہ کے بازار سے گزر رہا تھا تو لوگوں نے اس پر پتھر برسائے اور اس کے خلاف نعرے لگائے۔ حکم کے محافظ سپاہیوں نے اس مجمع کو منتشر کیا جب فقہاء کو اس طرح کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو انھوں نے قرطبہ کے دوسرے امراء سے سازش کر کے حکم کے چچازاد بھائی ابن شماس کو مسند امارت پر بیٹھانے کی کوشش کی۔ ابن شماس نے اُن سے ان لوگوں کے ناموں کی فہرست مانگی جو اس کے معاون و مددگار تھے۔ اس پر فقہا نے ایک دن مقرر کیا کہ رات کے وقت ابن شماس وہاں جاکر تفصیلا گفتگو کرے اور اپنے حامیوں سے ملاقات کرے۔

ابن شماس نے بظاہر فقہاء کی اس سازش سے پوری رضامندی ظاہر کر دی تھی لیکن اس نے فوراً پورے واقعہ کی اطلاع حکم کو کر دی۔ حکم کو ابن شماس کے کہنے کا بالکل یقین نہ آیا۔ اور اس نے اسکے قول کی تصدیق کا ثبوت مانگا۔ ورنہ قتل کرنے کی دھمکی دی۔ ابن شماس نے حکم سے ایک معتمد ساتھ بھیجنے کے لئے کہا۔ چنانچہ مقررہ رات کو ابن شماس ابن الخذرع کے ساتھ علماء وفقہاء سے ملنے کیلئے پہونچا۔ ابن الخذرع کو اس نے پردے کے پیچھے چھپا دیا اور ہدایت کر دی کہ وہ ان لوگوں کے نام لکھتا جائے۔ جب ناموں کی فہرست کافی طویل ہوگئی تو کاتب کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں اس کا خود کا نام بھی اس میں نہ لیا جائے۔ کیونکہ وہ بھی صرف ظاہری طور پر حکم کا دوست اور خیر خواہ تھا۔ چنانچہ اس نے کاغذ پر قلم چلانے کی آواز کو تیز کر دیا تاکہ لوگوں کو اس کی موجودگی کا احساس ہو جائے۔ جب فقہاء کو ابن شماس کی اس چال کا پتہ چلا تو انھوں نے فوراً راہ فرار اختیار کی ان میں سے یحیٰی بن یحیٰی اور عیسیٰ بن دینار بھاگ کر طلیطلہ پہونچے جس کے دروازے ہمیشہ حکومت کے مخالفین کے لئے کھلے رہتے تھے۔ اس کے باوجود ۷۲ کے قریب علماء وفقہاء گرفتار ہوئے اور ان کو حکم نے قتل کروا دیا۔

فقہاء کی اس سازش کی ناکامی کے بعد سے حکم اور قرطبہ کے عوام میں اختلافات اور بڑھ گئے۔ حکم نے اپنی حفاظت کے لئے سواروں کے خاص دستوں کو شاہی محل کے اردگرد مقرر کیا۔ عوام مسلح افواج کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے اس لئے اب وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہے کہ حکم قرطبہ سے کسی مہم پر باہر جائے تو وہ پھر باغی ہو جائیں۔ چنانچہ ۸۰۵ء میں ان کو اس کا موقعہ مل گیا۔ جب حکم ...... ماردہ کی بغاوت فرو کرنے کے سلسلے میں قرطبہ سے باہر گیا تو اہل قرطبہ نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور اپنی طاقت بڑھانے میں مصروف ہو گئے لیکن حکم کو جیسے ہی قرطبہ کی بغاوت کی خبر موصول ہوئی وہ ماردہ کی مہم کو چھوڑ کر واپس لوٹ آیا اور باغیوں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ اس طرح قرطبہ میں وقتی طور پر پھر امن وامان قائم ہو گیا۔ اسی دوران میں یوم الخندق کا واقعہ پیش آیا جس نے قرطبہ کے مولدین پر بہت گہرا اثر ڈالا کہ

ان کو تقریباً سات سال تک حکم کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی ہمت نہ ہوتی لیکن فقہاء اور مولدین کا اتحاد بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کی ہمت افزائی کرتے رہتے تھے۔ حکم بھی اپنی حفاظت سے غافل نہ تھا۔ وہ اپنی مسلح غلاموں کی فوج میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ اس نے قرطبہ کے ارد گرد قلعوں کی تعمیر اس طرح کرائی کہ مولدین کی آبادی شہر سے بالکل الگ ہو گئی۔ یہ آبادی ربض کہلاتی تھی۔ اور کبھی حکم کی شاہی فوج کا کوئی فرد ادھر آ نکلتا تو اس کو ہر طرح ستایا جاتا۔ چونکہ حکم کے یہ سپاہی زیادہ تر حبشی یا باہر کے ملکوں کے غلام ہوتے تھے اور عربی نہیں سمجھتے تھے اس لئے لوگ انہیں عجمی پکارتے تھے۔ حکم کی اعلانیہ مخالفت اور توہین کی جاتی کیونکہ وہ مسجد میں نماز کی امامت کے لئے نہیں جاتا تھا اس لئے اکثر اذان کے بعد یہ صدائیں بلند ہوتی تھیں "او شرابی نماز کے لئے آ" اس عرصہ میں یحییٰ بن یحییٰ پھر قرطبہ واپس آ گئے تھے اور اپنے خطبوں اور وعظوں کے ذریعہ لوگوں کو سرکشی کی طرف ابھارنے لگے تھے۔ فقہاء اور مولدین کے اس باغیانہ رویہ کی وجہ سے حکم کی دشمنی بھی اہل شہر سے بڑھ گئی۔ چنانچہ اس نے ہر اس غلہ کے بورے میں سے دسواں حصہ اناج نکلوانا شروع کر دیا جو قرطبہ سے باہر بھیجا جاتا تھا۔ تدریجاً یہ بار اہلِ شہر پر گراں گزرا اور انھوں نے شورش برپا کرنے کی کوشش کی جس کو حکم نے سختی سے دبا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب خطرے کا وقت قریب آ چکا ہے اور کوئی معمولی سا واقعہ بھی اعلانیہ بغاوت کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ اشتعال انگیز واقعہ ۸۱۳ء ماہِ رمضان میں پیش آیا۔ حکم کا ایک فوجی قرطبہ کے مضافات میں جو مولدین اور فقہاء سے آباد تھا اپنی تلوار کو صیقل کروانے لے گیا۔ دوکاندار کسی کام میں منہمک تھا اس لئے اس فوجی کو ٹھہرا لیا۔ حکم کے فوجیوں میں اتنی برداشت کی طاقت نہ تھی اس نے اس کو اپنی توہین خیال کیا اور دوکاندار کو قتل کر دیا۔

اس واقعہ نے مخالفت کی آگ کو فوری طور پر بھڑکا دیا۔ ربض کی

پوری آبادی "السلح، السلح" پکارتی ہوئی حکم کے محل کی طرف بڑھی اور اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ قرطبہ کے محلوں سے باشندے بڑے تعداد میں اس ہجوم کے ساتھ ہو گئے اور حکم کے محافظ دستوں پر یکایک حملہ آور ہوئے۔ فوج نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس مشتعل مجمع پر قابو نہ پا سکی اور پسپا ہوتی چلی گئی۔

حکم قصر کی دیوار　　پر سے ہجوم کے حملے کو دیکھ رہا تھا۔ اب اس کو بھی زبردست خطرہ کا احساس ہوا لیکن اس نے اپنی پریشانی ظاہر نہ ہونے دی۔ اور خود مسلح ہو کر نیچے اترا اور باغیوں کا مقابلہ کیا۔ اسی دوران میں اس نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ کو دوسرے راستے سے قرطبہ کے جنوبی علاقہ کی طرف بھیجا اور ہدایت کی کہ وہاں جاکر بلوائیوں کے گھروں کو آگ لگا دے تاکہ باغی اپنے گھروں اور اہل و عیال کو تباہ ہوتے دیکھ کر ادھر متوجہ ہو جائیں اور حکم کو انھیں قابو میں لانا آسان ہو جائے۔ حکم کی یہ تدبیر بڑی کارگر ثابت ہوئی۔ حکم اور عبداللہ دونوں نے حملہ کر دیا۔ بلوائی اپنے گھروں اور اہل و عیال کو بچانے کیلئے بیچین تھے۔ لیکن حکم کی فوجوں کے سامنے انھیں راستہ نہ ملتا تھا۔ ایک قتل عام کا بازار گرم تھا۔ باغیوں کا یہ قتل عام تین دن تک جاری رہا۔ اس کے بعد عبدالکریم بن الواحد کے مشورے پر حکم نے اسے موقوف کیا۔ اور ربض کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اندلس چھوڑ دیں ورنہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قرطبہ کے یہ مصیبت زدہ باشندے اپنے اہل و عیال اور مختصر سامان کو لے کر اندلس سے نکل پڑے لیکن راستے میں ہسپانیوں اور لٹیروں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے بچے کھچے سامان کو بھی لوٹ لیا۔

قرطبہ کے یہ جلا وطن　　جن کی مجموعی تعداد ۲۰ ہزار کے قریب تھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ نے مغرب کے شہر فاس

میں سکونت اختیار کی اور دوسرا مصر کی طرف چلا گیا اور ۸۲۶ء تک اسکندریہ میں مقیم رہا۔ اس کے بعد مامون کے ایک سپہ سالار نے انھیں شکست دی اور یہ لوگ جزیرہ اقریطش چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت پزیر ہوئے۔

قرطبہ کی تباہی کے کچھ دن بعد جب حکم کا غصہ فرو ہوا تو اس کو اپنے کئے پر انتہائی تاسف ہوا اور جو فقہاء اور علماء اس بغاوت کے سلسلہ میں قید کی سزائیں بھگت رہے تھے انھیں معاف کر دیا اور ان پر مہربانیاں شروع کر دیں لیکن اس کے بعد وہ مستقل طور پر بیماریوں میں مبتلا رہا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کے سات سال بعد ۸۲۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

سیرت اور کارنامے :۔

حکم نے تقریباً چھبیس سال حکومت کی لیکن اس کا پورا دور اندرونی اور بیرونی بغاوتوں کو فرو کرنے میں گزرا پھر بھی اس نے نظام سلطنت کی طرف پوری توجہ دی۔ وہ خود حکومت کے تمام شعبوں کی نگرانی کرتا اور اپنے منظم نظام جاسوسی کے ذریعہ سے ملک کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔ اس نے انصاف قائم کرنے کی بھی کوشش کی مگر قانون شکنی کی وجہ سے اس کو مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کو سخت سزائیں دینی پڑیں۔ متواتر بغاوتوں کی وجہ سے اس نے سب سے زیادہ فوجی ترقی کی طرف توجہ دی اور اپنے محل کی حفاظت کے لئے غیر ملکیوں کو اپنی فوج میں بڑی تعداد میں بھرتی کیا۔ اس طرح سے اس کا رویہ ایک خود مختار اور ظالم حکمراں کا ہو گیا تھا۔ اگر حکم اتنی سختی نہ برتتا تو اس کی حکومت کی بقا ممکن نہ تھی۔ چنانچہ ابن اثیر کا کہنا ہے :۔

" حکم صاحب عزم و مستقل مزاج تھا وہ پہلا حکمراں تھا جس نے اندلس میں ممالیک کی کثرت کر لی اور اپنے دروازے پر سوار متعین کئے۔ جابر بادشاہوں کی طرح ہو گیا اور وہ کاموں پر بذات خود توجہ دیتا تھا۔" ایک دوسرے

مورخ کی لاتے ہے کہ حکم بن ہشام اپنی رعایا کے لئے نیک سیرت تھا. حکام وعمال کا بہتر انتخاب کرتا تھا۔ راستوں کو قزاقوں سے محفوظ رکھتا اور پے در پے جہاد کرتا تھا۔

محاصل کی وصولیابی میں حکم نے شرعی اصولوں کو قائم نہیں رکھا اور ضرورت کے لحاظ سے محصول عائد کئے لیکن انصاف کے معاملات میں اس نے نہایت دیانتدار اور راست باز قضاۃ کا تقرر کیا۔ اس کے عہد کے سب سے پہلے قاضی مصعب بن عمران تھے جو نہایت دیانتداری اور جرأت سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ انھوں نے حکم کے خلاف بھی ایک کنیز کے سلسلے میں فیصلہ کیا اور اس کو مجبور کیا کہ وہ کنیز کو اس کے اصلی مالک کے حوالے کر دے۔ حکم نے بھی ان کے حکم سے سرتابی نہ کی اور ان کے احکام کو بخوشی پورا کیا۔ قاضی مصعب کے انتقال کا حکم کو انتہائی افسوس ہوا۔ رات کی تنہائی میں اس نے خدا تعالےٰ سے بار بار دعا مانگی کہ وہ پھر اس کو ایسا قاضی عطا کر دے جو اس کے اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہو سکے۔ حکم کی یہ دعا قبول ہوئی اس کے دوسرے قاضی محمد بن بشیر ہوئے جو اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے پورے اندلس میں مشہور تھے۔ حکم کو ان کے عدل وانصاف پر پورا پورا اعتماد تھا اور وہ ان کے فیصلوں پر فوری طور پر عمل درآمد کرتا تھا۔

حکم نے صیغۂ فوج کو سب سے زیادہ ترقی دی اور اپنے غلاموں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ پانچ ہزار غلاموں پر مشتمل فوج ہر وقت قرطبہ میں موجود رہتی تھی۔ ان کے علاوہ اس کے محل کی حفاظت کے لئے دو ہزار سوار ہر وقت علیحدہ متعین رہتے تھے۔ فوجی ساز وسامان بھی اسی لحاظ سے ہر وقت تیار رکھا جاتا تھا۔ فوج کی کمان وہ زیادہ تر خود اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ یا اکثر موقعوں پر اپنے معتمد وزرا۔ کو بھی دے دیتا تھا اس کی فوجی صلاحیتوں کی وجہ سے مسلم اندلس کی برتری شاریمین کے مقابلہ میں

قائم ہو سکی اور عیسائیوں کو حکم کے ساتھ ایک صلح کے معاہدے پر مجبور ہونا پڑا۔

حکم کو علم و ادب اور شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی لیکن دینی علوم کی طرف اس کو زیادہ رغبت نہ تھی۔ فقہا۔ کی بغاوت کے باوجود اپنے آخری زمانہ میں اس نے علما۔ و فضلا۔ کی عزت کی اور ان کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ اپنی سخت گیر طبیعت کے باوجود حاجت مندوں کا خاص خیال رکھتا تھا اور مصیبت زدوں کی مدد کرتا تھا۔ اس کی زندگی کے آخری چند سال گناہوں سے توبہ کرنے اور خدا کی عبادت میں بسر ہوئے

چوتھا باب

عبدالرحمٰن ثانی

آغاز حکومت ۸۲۲ء / ۲۰۶ھ   وفات ۸۵۲ء / ۲۳۸ھ

حکم کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمٰن ثانی ۸۲۲ء میں تخت نشین ہوا۔ جو تاریخ میں الاوسط کے لقب سے بھی مشہور ہے اس نے تقریباً ۳۰ سال حکومت کی اور اس کا دور حکومت مختلف بغاوتوں اور عیسائیوں کی متعصبانہ تحریک کے باوجود، انتظام سلطنت کی بہتری اور فنونِ لطیفہ کی ترویج کے لئے اندلس کی تاریخ میں ایک اہم مقام کا حامل ہے۔ وہ خود صاحبِ علم تھا اور اس کے دور میں نہ صرف مختلف علوم کی اشاعت ہوئی بلکہ عام معاشرتی حالت پر بھی اس کا اثر پڑا اور اندلس میں ثقافتی زندگی کا آغاز ہوا جو عرصہ تک اندلس کے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہی اور جس سے یورپ کی دیگر اقوام کسبِ فیض کرتی رہیں۔

عبدالرحمٰن کے درباری اور مشیر یوں تو عبدالرحمٰن خود بڑا فہیم اور بالغ النظر تھا لیکن عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اس پر چار افراد کا بڑا اثر تھا جو اس کے قریب ہو گئے تھے، ایک فقیہ ابو محمد یحیٰ، دوسرے مغنی زریاب، تیسرے ملکہ طروب اور چوتھے خواجہ سرا نصر۔ فقیہ ابو محمد یحیٰ، وہی تھے جنہوں نے امیر حکم کے زمانہ میں فقہاء کی بغاوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا مگر بعد میں انھیں یہ

اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر بغاوت کے بجائے حکومت سے مصالحت کر لی جاتے تو حکومت کے اختیارات میں شریک ہوا جا سکتا ہے اور شرعی قوانین کے نفاذ میں آسانی ہو سکتی ہے۔ یحییٰ کو حکم نے معاف کر دیا تھا اور دربار میں جگہ دی تھی۔

عبدالرحمٰن ان کی علمیت اور صلاحیت کی بنا پر ان کا گرویدہ ہو گیا تھا اور مذہبی معاملات میں انھیں تمام اختیارات دے دیئے تھے۔ قضاء کی تقرری اور معزولی، شرعی قوانین کا نفاذ اور مالکی عقائد کے فروغ کی ذمہ داری ابو محمد یحییٰ کے ہی اوپر تھی حالانکہ انھیں کوئی عہدہ حاصل نہیں تھا، لیکن چونکہ عبدالرحمٰن ان کی کسی بات کو نہیں ٹالتا تھا۔ لہٰذا عوام اور خواص ان کے مقلد ہو گئے تھے اور اپنی حاجت روائی کے لئے ان کا سہارا ڈھونڈتے تھے وہ مذہبی اور انتظامی شعبوں پر چھا گئے تھے اور اپنے اثرات کو بے تکلف استعمال کرتے تھے۔ اگر کسی قاضی سے ناراض ہو جاتے، تو فوراً اس کی برطرفی کر دی جاتی تھی۔ اگر عبدالرحمٰن سے کوئی غیر شرعی حرکت سرزد ہو جاتی تو وہ سختی سے اس کا کفارہ ادا کرواتے تھے اور جملہ مذہبی امور کی نگرانی کرتے تھے۔ فقیہ یحییٰ، امام مالک کے شاگرد رہ چکے تھے۔ اور دربار میں ان کے اثرات کی بنا پر عوام میں بھی مالکی عقائد کو فروغ ہوا اور فقہاء کی جو کوششیں حکم کے زمانہ میں ناکام ہو گئی تھیں، انھیں عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں بالآخر کامیابی ہوئی۔

عبدالرحمٰن، یقیناً صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا اور دیگر فرائض دینی کو پورا کرتا تھا لیکن وہ صرف ایک مذہبی شخص نہیں تھا، فنونِ لطیفہ کا دلدادہ اور حسین عورتوں کا شیدا بھی تھا۔ مغنی زریاب بھی اس کے دربار میں اتنا ہی اہم تھا جتنا کہ فقیہ یحییٰ۔ زریاب، ہارون الرشید کے درباری مغنی اسحٰق موصلی کا شاگرد تھا اور اس نے فن موسیقی میں اتنا کمال حاصل کر لیا تھا کہ اس کا استاد اس سے حسد کرنے لگا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ زریاب

بغداد چھوڑ کر شمالی افریقہ ہوتا ہوا اندلس پہونچ گیا۔ عبدالرحمٰن کو جب اندلس میں زریاب کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو اسے خوش آمدید کہنے اور اسے عزت واحترام سے لینے کے لئے آدمی بھیجے اور ان علاقوں کے عمال نام کہ جہاں سے زریاب کا گزر ہونا تھا احکامات جاری کئے کہ خاطر و مدارات کا پورا انتظام کیا جائے اور زریاب کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور اس طرح زریاب کو اندلس میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

جب وہ قرطبہ پہونچا تو عبدالرحمٰن نے اس کی رہائش کے لئے عالیشان محلات اور اس کے اخراجات کے لئے بیش قرار تنخواہ مقرر کی۔ جرڈوزی کے بیان کے مطابق چالیس ہزار دینار سالانہ سے بھی زائد تھی۔ کہا جاتا ہے کہ زریاب کا گانا سننے کے بعد عبدالرحمٰن نے پھر کسی اور مغنی کا گانا نہیں سنا اور زریاب اس کا مصاحب خاص بن گیا۔ زریاب کو ہزار سے زائد راگ اور راگنیاں پر عبور حاصل تھا۔ اس نے خود مختلف راگ ایجاد کئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے تاریخ، جغرافیہ اور علم ہیئت پر بھی کافی دستگاہ تھی۔ اور عبدالرحمٰن ان علوم پر اس سے گفت و شنید کرتا تھا۔ اس کے علاوہ زریاب، آداب و تہذیب نشست و برخاست، حرکات و سکنات، لباس کی تراش خراش اور ضیافتوں کے تکلفات میں تمام امرا سے ممتاز تھا اور اس نے اندلس کی ثقافتی اور معاشرتی زندگی پر جلد اپنے اثرات مرتب کر لئے تھے۔ زریاب نے نئے طور و طریقے نئے لباس اور نئے ظروف متعارف کئے۔ شہروں کی صفائی اور مکانات کی کشادگی کی طرف حکومت اور عوام کی توجہ مبذول کرائی اور طرز معاشرت میں انقلاب برپا کر دیا۔ کھانوں میں کانٹے چھری کا استعمال، سنگار کے لئے مختلف عطریات کی ایجادات اور سونے چاندی کے ظروف کی جگہ شیشہ اور چینی کے ظروف کا استعمال زریاب کے نام سے وابستہ تھا وراس کی ہمہ گیر صلاحیتوں کا ثبوت تھا۔ ان غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر عبدالرحمٰن

زریاب کی بہت قدر کرتا تھا اور اسے انعامات و اکرامات سے مالا مال کر دیا تھا لیکن زریاب نے اپنے اثرات سے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور سیاسی معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا۔ وہ دربار اور اس کے سازشی انداز سے واقف تھا۔ لہٰذا دنیا داری کو اس نے دوسروں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اور اپنی تمام توجہ ثقافتی سرگرمیوں کی طرف مبذول کر دی تھی۔ وہ عبدالرحمٰن کے لئے دماغی غذا مہیا کرتا تھا، اور اس کی مضطرب اور بے چین زندگی کے لئے سکون کا سامان فراہم کرتا تھا۔ اندلس کی تاریخ میں زریاب کسی شخصیت کا نہیں بلکہ ثقافتی سرگرمیوں کا نام ہے اور اسی اعتبار سے تاریخ میں محفوظ ہے۔

عبدالرحمٰن اپنے باپ حکم کی طرح خوبصورت عورتوں کا بھی دلدادہ تھا اور اس کے حرم میں کنیزوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کی حسن پرستی کا عام چرچا تھا۔ جس کنیز کا اس پر سب سے زیادہ اثر تھا وہ طروب تھی۔ اور اسی وجہ سے تاریخوں میں اسے ملکہ لکھا گیا ہے۔ اگر اسے جنگ کی وجہ سے طروب سے علیحدہ ہونا پڑتا تھا تو وہ اس کے ہجر میں عشقیہ اشعار کہتا اور اپنی بےچینی کا اظہار کرتا۔ طروب کو اپنے حسن پر بہت ناز بھی تھا اور اپنی اہمیت کا احساس بھی۔ وہ عبدالرحمٰن کو اکثر پریشان بھی کرتی تھی اور اس کی ناراضگی اس وقت دور ہوتی تھی جب عبدالرحمٰن اس کے قدموں پر اشرفیوں کا تھیلا رکھ دیتا تھا۔ طروب کے علاوہ جو کنیزیں، عبدالرحمٰن کو عزیز تھیں ان میں مدثرہ، شفا، اور قلم کے نام تاریخوں میں مذکور ہیں۔ یہ حسن و جمال اور علوم و فنون میں یکتا تھیں اور عبدالرحمٰن کے مذاقِ حسن پرستی کی تسکین کا باعث تھیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود عبدالرحمٰن نے طروب یا کسی دوسری کنیز کو ملکی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دی اور نظام سلطنت کو عیش و طرب کا پابند نہیں بنایا۔ طروب یہ چاہتی تھی کہ عبدالرحمٰن ولیعہد شہزادہ محمد کی جگہ اس کے لڑکے عبداللہ کو اپنا ولیعہد نامزد

کردے اور جب اس کوشش میں وہ ناکام ہوگئی تو اس نے خواجہ سرا نصر کو جو حاجب کے عہدے پر فائز تھا۔ سازش میں شریک کرکے شہزادہ محمد کو زہر دینا چاہا۔ عبدالرحمٰن کو اس سازش کا علم ہوگیا۔ اور اس نے وہ زہر جو نصر دوا کے طور پر شہزادہ محمد کے لئے لایا تھا، نصر ہی کو پلوا دیا اور اس طرح نصر کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

نصر حاجب کے عہدے پر فائز تھا۔ اور اکثر لوگوں پر ظلم و زیادتیاں کرتا رہتا تھا۔ وہ طروب کے ساتھ اسلئے سازش میں شریک ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن کے بعد سلطنت کے سیاہ وسفید کا وہ ہی مالک ہوجائیگا۔ اور طروب اور عبداللہ پر اس کو پورا اختیار حاصل ہوگا۔ لیکن سازش کے انکشاف نے نصر کی زندگی کا خاتمہ کردیا اور ساتھ ہی ساتھ حرم میں طروب کا اثر بھی کم ہوگیا۔

بغاوتیں اور ان کا استیصال

حکم کے عہد میں مغربی اور مشرقی اندلس کے اکثر شہروں اور علاقوں میں بغاوتیں ہوتیں تھیں جن پر سخت گیری کی وجہ سے جلد قابو پالیا گیا تھا لیکن عبدالرحمٰن کو باغیوں کے خلاف فوجی کاروائی کرنی پڑی۔ تدمیر میں یمنی اور مضری عصبیت نے پھر سر اٹھایا اور ۸۲۲ء سے دونوں قبیلوں میں خون ریز جنگوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ عبدالرحمٰن نے کئی فوجیں اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیں لیکن انھیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور اکثر کشت وخون کا سلسلہ ۸۲۸ء تک جاری رہا۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق جب عبدالرحمٰن نے ایک زبردست فوج تدمیر کے علاقہ میں بھیجی تو اس نے سات سال کی خون ریزی کا خاتمہ کرکے پورے علاقے میں امن وامان قائم کیا۔

۸۲۸ء میں ماردہ کے نومسلموں نے محمود بن عبدالجبار کی سرکردگی میں بغاوت کردی اور شاہی عمال کو گرفتار کرکے قتل کردیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کے استیصال کے لئے جب فوج بھیجی تو اس نے اطاعت قبول کرلی۔ لیکن

شاہی فوج کی واپسی کے بعد شہر کی فصیل کو درست کر کے دوبارہ بغاوت کردی۔ اس مرتبہ خود عبدالرحمن نے فوج کی قیادت کی اور ماردہ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد عبدالرحمن کو ناکام واپس لوٹنا پڑا۔ محمد بن عبدالجبار نے اپنی قوت بڑھالی تھی اور شہر کے دفاع کو مضبوط کرلیا تھا۔ عبدالرحمن نے ماردہ کی فتح کے لیے پے در پے کئی فوجیں روانہ کیں اور آخر میں ۸۳۳ء میں خود دوبارہ فوج کی قیادت کی۔ اس مرتبہ شاہی فوج نے اتنا سخت محاصرہ کیا کہ ماردہ کے لوگوں کو صلح کی درخواست کرنی پڑی اور انھوں نے خود کو عبدالرحمن کے رحم وکرم پر چھوڑدیا۔ محمود نے بھاگ کر سرقسطہ میں پناہ لینی چاہی جہاں اسے الفانسو دوم نے ۸۴۰ء میں قتل کردیا۔ ماردہ پر قبضہ کرنے کے بعد عبدالرحمن نے باغیوں کو پھر معاف کردیا اور اپنی فیاضی کا ایک مرتبہ پھر ثبوت دیا۔ ماردہ میں امن وامان قائم ہوگیا اور عبدالرحمن کی فیاضانہ حکمت عملی کامیاب رہی۔

طلیطلہ:

ماردہ کی بغاوت ابھی فرو بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ طلیطلہ سے بغاوت کی خبریں آنے لگیں۔ حکم کے عہد میں طلیطلہ کے لوگوں کو نہایت بیدردی سے قتل کیا گیا تھا لہٰذا حکومت سے ان کی وفاداری مشتبہ تھی ساتھ ہی ساتھ سرحد کے عیسائی بھی طلیطلہ والوں کو بھڑکانے میں مصروف تھے لہٰذا ۸۲۹ء میں طلیطلہ میں پھر بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے جس میں نومسلموں اور عیسائیوں نے شرکت کی۔ اس بغاوت کی سرکردگی ایک نومسلم ہاشم ضراب نے کی۔ اس نے باغیوں کی ایک فوج مرتب کر کے طلیطلہ اور اس کے گردو نواح کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ عبدالرحمن نے حالات پر قابو پانے کے لئے کئی فوجیں روانہ کیں لیکن باغیوں نے شاہی افواج کا مقابلہ کیا۔ خونریز جنگیں ہوئیں ایک جنگ میں ہاشم ضراب بھی کام آیا لیکن بغاوت ختم نہیں ہوئی۔ طلیطلہ کا کئی مرتبہ نہایت سخت محاصرہ بھی کیا گیا لیکن باغیوں نے

نہایت ہمت و استقلال سے کام لیا اور اموی افواج کو ناکام بنا دیا۔ آخر ۸۳۷ء میں عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی ولید بن حکم کو ایک زبردست فوج کے ساتھ طلیطلہ کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ اس تازہ دم فوج نے نہایت ہی سختی سے طلیطلہ کا محاصرہ کر لیا۔ باغی جنگوں کے طویل سلسلہ سے پریشان ہو چکے تھے وہ زیادہ عرصہ تک مدافعت نہ کر سکے۔ اور ولید نے سخت حملے کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ طلیطلہ پر قابض ہونے کے بعد ولید نے عام معافی کا اعلان کیا اور طلیطلہ کے لوگوں کی اطاعت قبول کی۔ قلعہ کی مرمت کرائی گئی اور حفاظتی تدابیر کے طور پر فوج متعین کی گئی اور اس طرح تقریباً ۸ سال کی بغاوت کے بعد طلیطلہ اور اس کے گرد و نواح میں امن و امان قائم ہو سکا۔ اور ابن اثیر کے بیان کے مطابق حالات پورے طور پر پرسکون ہو گئے۔

عیسائی حکمرانوں سے جنگیں

عبدالرحمٰن کی حکومت کے آغاز میں لیون کے حکمران الفانسو دوئم نے مسلم علاقوں پر حملے کئے تھے۔ اس کی تقلید میں نئی عیسائی حکومت گوتھک مارچ کے حکمران کاونٹ بورل نے بھی اسلامی حدود پر فوج کشی کی اور وادی ثغر میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ ان حملوں کا سدباب کرنے کے لئے عبدالرحمٰن نے عبدالکریم بن عبدالواحد کی سرکردگی میں ایک فوج برشلونہ کی طرف روانہ کی۔ مسلم افواج کو تھک مارچ کی ریاست پر حملہ آور ہوئیں، عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ کئی قلعے فتح کئے اور آخر کار جزیہ کی ادائیگی اور مسلمان قیدیوں کی رہائی کی شرائط پر صلح کر لی۔ مسلمانوں کو یہ فتح ۸۲۳ء میں حاصل ہوئی تھی۔ لیکن ۸۲۵ء میں عیسائیوں نے شرائط صلح کی خلاف ورزی کی اور پھر مسلم علاقوں پر حملے شروع کر دیتے۔ عبدالرحمٰن نے پھر ایک فوج گوتھک مارچ کے حکمراں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ اس فوج نے تقریباً پوری ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور عیسائی حکومت صرف اپنے دارالحکومت

برشلونہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔

اسی دوران میں فرانس اور اندلس کی سرحد پر ایک نئی آزاد ریاست نوار وجود میں آگئی تھی۔ جو فرانس کی حکومت کے خلاف تھی اس نئی حکومت نے مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرکے معاہدات کئے نوار اور گاتھک مارچ کے اختلافات جنگ کی صورت میں رونما ہو گئے۔ عبدالرحمن نے نوار کی مدد کے لئے ۸۳۷ء میں فوج روانہ کی جس نے اندلس کے شمال مغربی علاقہ کو فتح کیا اور وہاں کے عیسائیوں کو بڑی تعداد میں تہ تیغ کیا۔ جنگوں کا یہ سلسلہ ۸۴۷ء تک جاری رہا۔ باوجود اس کے کہ اموی افواج کو بعض جنگوں میں زبردست کامیابیاں بھی ہوئیں۔ امویوں نے سرحد کی عیسائی ریاستوں پر مستقل قبضہ نہیں کیا۔ اور اسطرح گاتھک مارچ، نوار اور جلیقیہ کی ریاستیں برقرار رہیں جو لبعد میں اندلس کے مسلمانوں کی پریشانی کا سبب بنیں۔

عیسائیوں میں مذہبی دیوانگی

عبدالرحمن الاوسط کے عہد میں قرطبہ کے عیسائیوں میں ایک ایسی مذہبی تحریک اٹھی جسے دیوانگی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو عام طور پر مذہبی آزادی دے رکھی تھی، البتہ جب کبھی عیسائی بغاوت میں شریک ہوتے تھے تو ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔ قرطبہ کے عیسائیوں کو یہ شکایت بھی نہیں تھی۔ لیکن ۸۵۰ء کے قریب قرطبہ کے پادریوں میں اس خیال کی اشاعت ہوئی کہ اگر دنیا میں جسم کو تکالیف پہونچائی جائیں تو آخرت میں اس کا اجر ملے گا۔ اور روح کو تسکین حاصل ہوگی۔ جسم کو تکالیف پہونچانے کی آسان ترکیب یہ سمجھی گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جائیں اور اسلام کو برملا برا کہا جائے تاکہ مسلمان مشتعل ہو کر عیسائیوں کی نجات کا سبب بن جائیں۔ اس تحریک کو فروغ دینے والا قرطبہ کا ایک راہب

یولوجیس (EALOGIUS) تھا جسنے رسول اکرم کے متعلق جھوٹے قصے گڑھ لیے تھے۔ اور انھیں اپنے وعظوں میں بیان کرتا تھا۔ اسی طرح یولوجیس کا ساتھی الوارو (ALVARO) اپنی تحریروں اور تقریروں میں رسول اکرم اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کا تقابل کرتا تھا اور بقول ڈوزی وہ یہ کہتا تھا کہ "مسیح نے اپنے شاگردوں کو عفت اور عصمت کا سبق دیا"۔ پیغمبر (اسلام) نے جسم کی لذتوں اور ناپاک مسرتوں کا، مسیح نے نکاح کا حکم دیا، پیغمبر نے طلاق کا، مسیح نے شراب سے پرہیز اور روزے رکھنے کی ہدایت کی، پیغمبر نے شراب خوری اور بسیار خوری کی ہدایت کی"۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی پادریوں نے اسلامی تعلیمات سے واقف ہوتے بغیر ہر وہ الزام پیغمبر اسلام پر عاید کرنا شروع کر دیا جو ان کے دماغ میں سمایا۔ اسی زمانے میں ایک عیسائی لڑکی فلورا کے واقعہ نے سبھی عیسائیوں کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔ اور وہ اسلام کے خلاف کے زہر افشانی کو حق بجانب سمجھنے لگے۔

فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ اس کی کم عمری میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس کی تعلیم و تربیت ماں نے کی تھی اور اس کے دل میں عیسائیت سے عقیدت پیدا کر دی تھی۔ فلورا کا بھائی اسحٰق مسلمان تھا اور اپنی بہن کا گرجا جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن بھائی سے چھپ کر فلورا مع اپنی بہن یا لسی گو تھا کے پادریوں کی خانقاہ میں چلی گئی اور روپوش ہو گئی۔ اسحٰق نے معاملہ کو قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا۔ خانقاہ کے پادریوں پر سختی کی گئی اور فلورا واپس آ گئی لیکن اس نے واپس آ کر اعلانیہ اپنے عیسائی ہونے کا اقرار کیا جس کی سزا کے طور پر اسے گرفتار کر لیا گیا، اور قاضی کے حکم سے اسے کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اور اسے اس کے بھائی کے گھر بھیجوا دیا گیا۔ گر فلورا پر عیسائیت کا

ایسا غلبہ طاری تھا کہ پھر وہ ایک مرتبہ اپنے بھائی کے گھر سے بھاگنے میں کامیاب ہوگئی اور ایک عیسائی کے یہاں پناہ گزین ہوئی جہاں اس کی ملاقات یولوجیس سے ہوئی جس نے اس ملاقات کا ذکر بعد میں ایک خط میں کیا، جو ڈوزی سے ماخوذ ہے۔

"مقدس بہن! ایک زمانہ تھا کہ تم نے اپنی مجروح گردن جس پر تازیانے کے نشان تھے مجھے دکھانے کی عزت بخشی تھی۔ افسوس اسوقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال جس میں گردن چھپی رہتی تھی موجود نہ تھے۔ مجھے تم نے یہ عزت اس لئے بخشی تھی کہ اس وقت تم مجھ کو اپنا روحانی باپ سمجھتی تھیں۔ اور مجھ کو اپنی مثل پاک اور عفیف جانتی تھیں۔ نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوئی ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر میری ہمت نہ ہوئی۔"

اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ یولوجیس، فلورا کے حسن اور جذبہ سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے مسلمانوں کے خلاف اپنی مہم کو اور تیز کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی پادریوں نے مسلمانوں کے سامنے رسول اکرم کی شان میں نا ملائم کلمات کہنے شروع کر دیئے جس کا ردّ عمل نہایت خراب ہوا۔ ایک عیسائی پادری پرفیکٹس کو مسلمانوں کے ایک مجمع نے زد و کوب کر کے ختم کر دیا۔ اور کئی پادریوں کو ان کی دریدہ دہنی کی سزائیں قاضی کی عدالت سے ملیں اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح عیسائی شہیدوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ بقول لین پول جنونی تحریک پادریوں اور راہبوں تک ہی محدود رہی، عام عیسائی اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ لیکن پھر بھی اس تحریک سے عیسائیوں کی تنگ نظری اور تعصب کا اندازہ ہوتا ہے انھوں نے اندلس کے

مسلمانوں سے مفاہمت نہیں کی اور اسلام کو عیسائیت کا دشمن سمجھتے رہتے ہے۔

عبدالرحمٰن نے اس مسئلہ کا حل نکالنے کے لئے عیسائی رہنماؤں کی ایک مجلس طلب کی جو اشبیلیہ کے لاٹ پادری کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حکومت کی طرف سے اس مجلس میں عبدالرحمٰن کا عیسائی سکریٹری گومیز (GOMEZ) شریک ہوا۔ اس مجلس نے پادریوں اور عام عیسائیوں سے اپیل کی کہ اشتعال انگیزیوں سے باز رہا جائے اور اس مجنونانہ تحریک کو ختم کر دیا جائے۔

اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ یولوجیس اور اس کے کئی ساتھی پادریوں کے علاوہ باقی پادریوں نے اس تحریک سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا۔ یولوجیس اور اس کے ساتھی پادری گرفتار کر لئے گئے۔ فلورا اور ایک اور عیسائی لڑکی میری بھی گرفتار ہوئیں۔ ان دونوں لڑکیوں نے جیل میں بھی رسول اکرم پر سب و شتم کی رسم کو جاری رکھا جس کے نتیجہ کے طور پر ۸۵۱ء کے آخر میں دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ عبدالرحمٰن الاوسط کے دور میں یہ آخری قتل تھا جو اس جنونی تحریک کے سلسلہ میں کیا گیا۔

متفرق واقعات

چونکہ اندلس کی اموی حکومت، خلافت بنو عباس کی مخالف تھی اسلئے قسطنطنیہ کی بازنطینی حکومت سے اکثر تعلقات استوار کئے جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن کے عہد میں بھی بازنطینی حکمران تھیوفیلس نے ایک سفارت قرطبہ بھیجی تاکہ عباسیوں کے خلاف امویوں کی حمایت حاصل کی جائے۔ لیکن عبدالرحمٰن اندلس کے اندرونی معاملات میں گھرا ہوا تھا لہٰذا وہ بازنطینی سفارت کا خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔ اور رسمی تکلفات کے بعد یہ سفارت واپس چلی گئی۔

کچھ عرصے بعد عبدالرحمٰن نے بازنطینی سفارت کے جواب میں یحییٰ غزال کی سرکردگی میں قیمتی تحائف کے ساتھ سفارت روانہ کی اور بازنطینی حکومت سے دوستانہ مراسم اور زیادہ استوار کیے۔ ان سفارتوں کے تبادلے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عباسیوں کی مخالفت میں اموی قسطنطنیہ کے عیسائیوں سے مل سکتے تھے۔ اور اگر حالات اجازت دیتے تو ان کے ساتھ بلکہ عباسیوں کے خلاف جنگ کا آغاز بھی کر دیتے۔

بازنطینی سے تعلقات

عبدالرحمٰن کے عہد میں نارمن قزاقوں نے جن کا تعلق شمالی یورپ سے تھا اور جنھوں نے فرانس اور انگلستان کے ساحلوں پر لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا، اندلس کے مغربی ساحلی علاقے پر بھی حملہ آور ہوئے اور دریائے کبیر سے گذر کر اشبیلیہ تک پہنچ گئے۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور ان کی کشتیاں صبا رفتار تھیں۔ انھوں نے اشبیلیہ کی حفاظتی فوجوں کو شکست دے کر پورے شہر کو لوٹ لیا، عمارتوں اور مساجد کو جلا دیا۔ اور پھر پورے علاقہ میں پھیل گئے۔

نارمن قزاقوں کے حملے

عبدالرحمٰن نے ان کے استیصال کے لیے کئی فوجیں روانہ کیں اور آخر میں انھیں اشبیلیہ اور ناکور کے گرد و نواح میں شکستیں ہوئیں اور یہ کشتیوں میں بیٹھ کر فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ عبدالرحمٰن نے اشبیلیہ کے لوگوں کے نقصانات کی تلافی کی، عمارتوں کی مرمت کروائی گئی اور جہاز سازی کا ایک بڑا کارخانہ قائم کیا گیا تاکہ ساحل کی حفاظت کا مناسب بندوبست کیا جا سکے۔ تقریباً تیس سال حکومت کرنے کے بعد عبدالرحمٰن کا انتقال ۸۵۲ء/۲۳۸ھ میں ہو گیا۔ وفات کے وقت اس کی عمر ۶۲ سال تھی۔ عبدالرحمٰن کثیر الاولاد تھا۔ اس کے لڑکوں کی تعداد پچاس سے زائد بتائی جاتی ہے اس نے اپنے لڑکے محمد کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا جو اس کے بعد اندلس کے تخت پر بیٹھا۔

سیرت و کارنامے:۔ عبدالرحمٰن کا تیس سالہ دور حکومت ملک میں دولت کی

فراوانی۔ امن وامان کے قیام، اور انتظام سلطنت کو بہتر بنانے میں گزرا۔ اس کے عہد کے متعلق ابن خلدون کی یہ رائے ہے کہ "اس کا زمانہ عافیت اور سکون کا تھا۔ اور اس کے عہد میں دولت کم کمی نہ تھی۔" عبدالرحمٰن خود علم وفضل میں کمال رکھتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کے دربار میں علما۔ و فضلا۔ جمع ہو گئے تھے۔ انھیں اس نے مختلف عہدوں پر فائز کیا تھا۔ عبدالرحمٰن کے عہد حکومت میں حاجب کے عہدے پر کئی اشخاص یکے بعد دیگرے مقرر کئے گئے اور انھوں نے عبدالرحمٰن کی ہدایات کے مطابق انتظام سلطنت کے فرائض کو انجام دیا۔ ان وزرا۔ میں عبدالکریم بن مغیث اور عیسٰی بن شہید کے نام اہم ہیں۔ عبدالرحمٰن اہم معاملات کو وزرا۔ اور امرا۔ کی مجالس میں گفت وشنید کے بعد طے کرتا تھا اور وزرا۔ کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ عبدالرحمٰن کی رائے سے اختلاف کر سکتے تھے۔ اکثر عبدالرحمٰن وزرا۔ کی رائے کو فوقیت دیتا تھا۔ اور اس کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرتا تھا سلطنت کے اہم عہدوں پر براہ راست تقرر کئے جاتے تھے اور وہ اس بات کا خاص خیال رکھتا تھا۔ کہ صرف لائق اشخاص ہی مناسب عہدوں پر مقرر کئے جائیں

عبدالرحمٰن کے عہد میں خزان کے عہدے کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی جو خزانے سے متعلق تھا۔ عبدالرحمٰن نے محکمۂ مالیات کی بہت توسیع کی تھی۔ اس کے زمانے میں عام خوشحالی کی وجہ سے حکومت کی آمدنی میں خاصہ اضافہ ہو گیا تھا اور چھ لاکھ سالانہ خراج سے بڑھکر آمدنی دس لاکھ دینار تک پہونچ گئی تھی۔ قرطبہ میں نئی ٹکسال قائم کی گئی جہیں نفیس سکے مسکوک کئے گئے۔ محکمہ مالیات کا انتظام موسیٰ بن جدیر کے سپرد تھا جو اپنی ایمانداری اور حسن انتظام کی بناپر خاص مقام کا حامل تھا۔ وہ خود کو مسلمانوں کے مال کا منتظم سمجھتا تھا اور اسی لئے عبدالرحمٰن کے ان احکامات کی اکثر پرواہ

نہیں کرتا تھا۔ جو فضول خرچی سے متعلق ہوتے تھے۔ عبدالرحمن کو جدید کا یہ طرز عمل پسند تھا کیونکہ اس طرح خزانہ میں کبھی روپے کی کمی نہیں ہوئی اور حکومت کی ضروریات ہمیشہ پوری ہوتی رہیں۔ عبدالرحمن کو عیسائیوں کی سرحدی ریاستوں اور باغیوں کے خلاف مستقل فوج کشی کرنی پڑی تھی جس میں اس نے اپنی فوجی صلاحیتوں کا پورا ثبوت دیا تھا۔ اس نے وہ ہی فوجی نظام برقرار رکھا تھا جو حکم کے عہد میں رائج تھا۔ سالاری کے فرائض شہزادے اور حاجب انجام دیتے تھے۔ بعض اہم مہمات میں خود عبدالرحمن فوجوں کی قیادت کرتا تھا اور سپاہیوں کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔

اس کے عہد میں اسلحہ جات کو بہتر بنایا گیا۔ اور سرحدوں کی حفاظت کے بندوبست اور انتظامات کئے گئے۔ اشبیلیہ میں جہاز سازی کے کارخانہ کے قائم ہونے کے بعد جہازی بیڑے کی تشکیل کی گئی اور اندلس کے ساحلوں کو قزاقوں کے حملوں سے نجات دلائی گئی۔

عبدالرحمن مستعد اور فرض شناس حکمراں تھا۔ اور اس نے حکومت کے تمام شعبوں سے یکساں دلچسپی تھی۔ اس نے رفاہ عامہ کے کاموں کی طرف بھی خاصی توجہ دی تھی، رسل ورسائل کے انتظامات کو بہتر بنایا تھا نئی سڑکیں تعمیر کی گئی تھیں۔ مختلف دریاؤں سے نہریں نکالی گئی تھیں۔ اور کاشتکاروں کو بہتر آبپاشی کے ذرائع فراہم کئے گئے تھے عبدالرحمن نے دریائے کبیر سے قرطبہ میں پانی کی فراہمی کا مناسب انتظام کیا تھا۔ اور قرطبہ کے ارد گرد باغات لگوائے تھے۔ اس نے نہ صرف قرطبہ کو بلکہ سلطنت کے دیگر اہم شہروں کو بھی خوبصورت بنانے کی مہم کا آغاز کیا جابجا شاہی عمارات تعمیر کی گئیں، سیرگاہیں بنوائی گئیں اور ان میں فوارے لگوائے گئے۔

عبدالرحمٰن چونکہ حسن پرست تھا لہٰذا اسے حسین عمارتوں کی تعمیر کا بھی بے حد شوق تھا۔ اس کے عہد میں اندلس میں خوبصورت اور عظیم عمارتوں کی تعمیر کی گئی۔ قرطبہ کے محلات، اشبیلہ کے قلعے، اور مختلف شہروں کی جامع مساجد، اسی کے عہد میں تعمیر ہوئیں۔ اور حسن و خوبصورتی میں اضافہ کا سبب بنیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو دوسرا بغداد بنانا چاہا اور اسمیں عالیشان عمارتیں کھڑی کردیں۔

عبدالرحمٰن کی زندگی اگرچہ رنگین تھی، اور وہ اپنا زیادہ وقت حسین عورتوں کے درمیان گزارنا چاہتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے فرائض کی طرف سے بھی غافل نہیں رہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ علمی اور ادبی مشاغل میں بھی دلچسپی لیتا رہا۔ اس کے دربار میں شعراء اور علماء کی کمی نہیں تھی، زریاب کے علاوہ عبدالرحمٰن بن شمر اور عبیداللہ بن قرطان بھی اس کے دربار کی زینت تھے اور وہ ان کی سرپرستی کرتا تھا۔ شعر و شاعری کے علاوہ عبدالرحمٰن کو فلسفہ اور سائنس سے بھی دلچسپی تھی اور اس نے مختلف ممالک سے اِن علوم کی نادر کتابیں اور ان کے عربی تراجم حاصل کیے تھے اور انھیں شاہی کتب خانہ کی زینت بنایا تھا۔ عبدالرحمٰن نے علوم کی اشاعت کے لئے مدارس کے قیام پر پوری توجہ دی تھی۔ اور اس کے عہد میں سلطنت کے مختلف علاقوں میں نئے مدارس قائم کئے گئے تھے۔

عبدالرحمٰن صحیح معنوں میں ایک جلیل القدر حکمران تھا۔ جہاں اسے رعایا کی فلاح و بہبود، امن و امان کے قیام اور فوجوں کی مستعدی کا خیال تھا وہاں وہ دربار کی شان و شوکت، اور نشست و برخاست کے طور طریقوں پر بھی پوری توجہ دیتا تھا اور شاہانہ فیاضی کا قائل تھا۔ فیاضی میں اس کا مقابلہ ہارون الرشید سے کیا جاسکتا ہے وہ بھی ہارون کی طرح

ایک وقت میں ہزاروں دینار ماہرین فن کی نذر کر دیتا تھا اور اس فیاضی سے اسے ایک گونہ سکون حاصل ہوتا تھا۔

اس کی زندگی زہد و تقویٰ سے بھی خالی نہیں تھی، اس پر فقیہ ابو محمد یحییٰ کا بے حد اثر تھا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ عام مسلمانوں میں بھی دین سے دلچسپی باقی تھی اور شریعت کا احترام کیا جاتا تھا۔
عبدالرحمٰن منصف مزاج اور درگزر کرنے والا حاکم تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے عیسائیوں کی مخالفتوں کو مفاہمت کے ذریعہ دور کرنا چاہا۔ ان کی جنونی تحریک کی وجہ سے ان پر بے جا سختی نہیں کی بلکہ پادریوں کی مجلس طلب کر کے حکومت کے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی اور تحریک کو بہت حد تک محدود کر دیا۔

پانچواں باب

محمدؐ ۔ منذر ۔ عبداللہ

محمدؐ اوّل

آغاز حکومت ۲۳۸ھ ۸۵۲ء
وفات ۲۷۳ھ ۸۸۶ء

جانشینی عبدالرحمٰن ثانی کی متعدد اولادیں تھیں ان میں حکومت کے لئے محمد اور عبداللہ خواہش مند تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنی زندگی میں اپنی جانشینی کا فیصلہ نہیں کیا تھا اس لئے اس کے مرنے کے بعد اس اہم کام کی ذمہ داری محل کے خواجہ سراؤں پر منحصر ہو گئی تھی جو زیادہ تر عبدالرحمٰن کی کنیز طروب کے نمکخوار تھے۔ اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طروب کا لڑکا عبداللہ ہی نیا امیر اندلس ہوگا۔ لیکن عبداللہ میں بہت سی اخلاقی کمزوریاں ایسی تھیں جن کو پوری قوم ناپسند کرتی تھی۔ چنانچہ خواجہ سراؤں کے رہنما ابوالمفرح کو بھی عبداللہ کے یہ تمام عیوب معلوم تھے اور وہ اپنی دینداری اور بزرگی کی وجہ سے نہیں چاہتا تھا کہ عبداللہ کو تخت امارت دلا کر لوگوں کے لعن طعن کا نشانہ بنے۔ چنانچہ اس نے محل کے تمام خواجہ سراؤں کو اپنا ہم خیال بنا کر محمد کو اندلس کا نیا امیر منتخب کر لیا۔ محمد کا پورا دور حکومت اندرونی

بغاوتوں کی روک تھام میں گزرا جو اس کی انتہائی سخت پالیسی کے باوجود ملک کے مختلف حصوں میں رونما ہوتیں۔

طلیطلہ کی بغاوت

محمد کے عہد میں سب سے پہلی بغاوت طلیطلہ میں ہوئی یہاں کے عیسائیوں اور مولدین نے سندولہ نامی ایک عیسائی سردار کو اپنا رہنما بنایا۔ اور طلیطلہ کے مسلمان باشندوں اور حکومت کی فوج کو شکست دی۔ محمد نے پہلے تو اپنے سرداروں کے تحت طلیطلہ کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی لیکن یہ فوج پسپا ہو گئی اور باغیوں نے قرطبہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں تو محمد خود ان کے مقابلہ کے لیے طلیطلہ پہونچا، باغیوں کے سردار سندولہ نے اپنی فوجی طاقت کمزور دیکھتے ہوئے لیون کے بادشاہ اردون سے مدد حاصل کی۔ طلیطلہ میں فوراً عیسائیوں کے لشکر شمال سے پہونچ گئے اور ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ محمد کو بھی اپنی کامیابی پر شبہ ہونے لگا۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج کا ایک دستہ کو پہاڑیوں میں چھپا دیا۔ جب لڑائی اپنے زور پر ہوئی۔ اور عیسائی افواج نے مسلمانوں کو پسپا کرنا شروع کر دیا تو محمد کے اس فوجی دستے نے ان پر یکایک حملہ کر دیا۔ عیسائیوں میں اس نئے حملہ کی مقابلہ کی طاقت نہ تھی چنانچہ ان کو زبردست شکست ہوئی اور ان کے آٹھ ہزار کے قریب آدمی مارے گئے۔ محمد اپنے لڑکے منذر کو طلیطلہ میں مکمل امن و امان قائم کرنے کی غرض سے چھوڑ کر قرطبہ واپس لوٹ گیا۔ منذر نے طلیطلہ کے نظام کو دوبارہ درست کیا اور لائق اور ایماندار افسران کو اعلیٰ عہدوں پر مامور کیا۔

قرطبہ کے عیسائی شہید:۔ عبدالرحمٰن ثانی کے آخری عہد میں قرطبہ کے عیسائیوں نے شہادت کی ایک مہم شروع کی تھی جس میں بہت سے راہبوں اور عیسائیوں نے اپنی جانیں ضائع کر دی تھیں۔ عبدالرحمٰن اپنی نیک نطرت کے باعث اس عجیب و غریب قسم کی بغاوت کا مکمل طور پر خاتمہ نہ کر سکا تھا۔

ان کا سرغنہ یولوجیس ابھی تک زندہ تھا اور اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اپنی مہم کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے اس کو اپنا اسقف منتخب کرلیا تھا اور خفیہ طور پر شاہ فرانس کو اندلس پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو ملک سے نکالنے کے لئے خطوط بھیجے تھے۔ قرطبہ میں انہوں نے حکومت کے خلاف بغاوت بھی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن محمد نے اس بغاوت کو سختی کے ساتھ کچل دیا اور ۸۵۹ء میں ان کے سردار یولوجیس کو اس کے دوسرے ساتھیوں سے قتل کروادیا۔ سردار کے قتل ہونے کے بعد عیسائیوں کی شہادت کا یہ جنون وقت کے ساتھ ساتھ خود بخود ختم ہوگیا۔

ارغون کی بغاوت

محمد کے عہد میں مستقل بغاوتوں کی وجہ سے ملک کے کئی صوبے خود مختار ہو گئے تھے ان ہی میں ارغون کے علاقہ میں بنو القسی نے اپنی آزاد ریاست قائم کی تھی۔ بنوقسی نے عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا اور نویں صدی عیسوی کے وسط میں اس خاندان کے ایک فرد موسیٰ ثانی نے اپنی لیاقت سے ارغون میں اپنی علیحدہ مملکت قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی چنانچہ محمد کے عہد تک پورا ارغون کا علاقہ اس کے قبضہ میں آگیا تھا اور وہ حکمراں خاندان کی برابری کرنے لگا تھا۔ اس کے اثر اور اقتدار کو دیکھتے ہوئے طلیطلہ کے عیسائیوں نے اس سے دوستانہ معاہدے کئے۔ موسیٰ ثانی نے شمال کے عیسائی ریاستوں کے حکمرانوں سے کامیاب لڑائیاں لڑیں یہاں تک کہ فرانس کے شہنشاہ نے اس کو تحائف اور خراج بھیج کر صلح کرلی۔ موسیٰ کی آزاد اور خود مختار ریاست کو عیسائی اور مسلم امراء نے تسلیم کرلیا اور اسکا لڑکا لب بن موسیٰ طلیطلہ کی فوج کا کمانڈر ہوگیا تھا۔ موسیٰ کا وقار اور دبدبہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو اسپین کا تیسرا بادشاہ کہنا شروع کردیا۔ ۸۶۲ء میں موسیٰ

کے انتقال کے بعد محمد نے سرقسطہ اور لطلیطہ پراپنی حکومت قائم کی لیکن محمد کا یہ قبضہ دیرپا ثابت نہ ہوا کیونکہ دس برس کے بعد موسیٰ کے لڑکوں نے محمد کی فوجوں کو ارغوان کے علاقے سے نکال دیا۔ محمد نے بار بار اس علاقہ میں اپنا کھویا ہوا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کی مگر وہاں کے باشندے سوائے بنو قسی کے اور کسی کی اطاعت پر امادہ نہ ہوتے تھے اور لیون کا بادشاہ الفونسو سوئم بھی موسیٰ کے لڑکوں کا معاون و مددگار تھا۔ چنانچہ محمد کو کامیابی نہ ہوئی اور ارغوان میں بنو قسی کی آزاد اور خود مختار حکومت قائم ہو گئی۔

ابن مروان: ۔ ۲۶۸ھ میں بنو قسی کی آزاد اور خود مختار ریاست کے قیام سے متاثر ہو کر ماردہ کے باشندوں نے بھی بغاوت کر دی۔ ان کا سردار عبدالرحیم ابن مروان ایک نو مسلم تھا اور اُس کا باپ عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں ماردہ کا گورنر رہ چکا تھا۔

محمد کو جیسے ہی اس بغاوت کی خبر ملی اس نے ایک فوج روانہ کی جس نے باغیوں کو شکست دی اور ابن مروان کو گرفتار کر لیا۔ قرطبہ پہونچنے پر محمد نے ابن مروان کے قصور کو معاف کر کے اپنے محافظتی دستہ کا سردار مقرر کر دیا لیکن ابن مروان اور محمد کے وزیر ہاشم میں پرانی دشمنی تھی۔ اس لئے ہاشم ابن مروان کی برابر بے عزتی کرتا رہتا تھا۔ ابن مروان کو اپنی یہ توہین برداشت نہ ہو سکی اور وہ قرطبہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر ماردہ پہونچ گیا اور وہاں ایک مضبوط قلعہ الحنث پر قبضہ کر لیا۔ شاہی فوج نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن مروان کے پاس جب سامان رسد ختم ہو گیا تو اس نے صلح کی شرائط کو منظور کر لیا۔ جس کی رو سے ابن مروان نے الحنث کے قلعہ کو خالی کر دیا۔ اور لطلیوس کے شہر چلا گیا جس کے ارد گرد حفاظتی فصیل نہ تھی۔

اس طرح ابن مروان کو پھر لوٹ مار اور غارت گری کا موقعہ مل گیا۔

باغیوں کے اس گروہ میں ایک دوسرا نومسلم باغیوں کا گروہ بھی شامل ہو گیا جس کا سردار سعدون تھا۔ اب ابن مروان اور سعدون نے محمد کے دشمن الفونسو سوم سے دوستانہ مراسم بڑھاتے اور اس کی مدد سے عربوں اور بربریوں کے خلاف قتل اور غارت گری شروع کر دی۔ محمد نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک زبردست لشکر منذر اور ہاشم کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ لیکن لیون کے بادشاہ کی مدد سے ابن مروان نے شاہی فوجوں کو شکست دی اور ہاشم کو گرفتار کر لیا گیا۔ ابن مروان نے ہاشم کو لیون کے بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ جس نے محمد سے قیدی کی رہائی کے لئے ایک لاکھ اشرفیاں زرِ فدیہ طلب کیں۔ محمد طبیعتاً انتہائی کنجوس تھا اور اتنی بڑی رقم ہاشم کی رہائی کے لئے نہیں دے سکتا تھا۔ دو سال کے بعد بڑی مشکل سے وہ اس بات پر آمادہ ہوا کہ آدھی رقم ادا کر دے۔ چنانچہ ہاشم نے باقی رقم خود ادا کرنے کا وعدہ کر کے اور ضمانت کے طور پر اپنے لڑکوں اور بھائیوں کو لیون چھوڑ کر آزادی حاصل کی تاکہ وہ ابن مروان سے بدلہ لے۔

اس دوران میں ابن مروان نے اشبیلیہ اور لبلہ کے علاقوں کو لوٹا تھا اور محمد کی فوجیں اپنی بار بار کی کوشش کے باوجود اس کو اطاعت پر مجبور نہ کر سکیں تھیں۔ چنانچہ امن کے قیام کے لئے محمد نے ابن مروان کے ساتھ صلح کر لی اور ماردہ میں اس کی آزاد ریاست کو تسلیم کر لیا۔ اس صلح کی رو سے ماردہ کا خراج بھی معاف کر دیا گیا تھا۔ اور بطلیوس کے شہر کے اردگرد فصیل بنانے کی اجازت بھی دے دی گئی تھی۔

ان مراعات کے حاصل کرنے کے بعد ابن مروان نے قتل و غارت گری کو ختم کیا اور ماردہ کے علاقہ میں امن قائم ہو سکا۔ ابن مروان اور محمد میں صلح ہوئی تھی کہ ہاشم قید سے رہا ہو کر قرطبہ پہونچا اور اس نے محمد کو دوبارہ ابن مروان کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کیا۔ ہاشم فوج لے کر لبلہ پہونچا ہی

تھا کہ ابن مروان نے محمد کو دھمکی دی کہ یا تو اپنی فوجیں واپس بلا لے یا پھر قتل و غارت گری کے لئے تیار ہو جائے۔ محمد اس دھمکی پر اسقدر گھبرا گیا کہ اس نے ہاشم کو فوراً قرطبہ واپس بلالیا اور پھر ابن مروان کے خلاف کسی فوجکشی کا ارادہ نہ کیا۔ بطلیارورہ کا علاقہ عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں ۹۳۰ء میں اموی حکومت میں شامل کیا گیا۔

عمر ابن حفصون:۔ محمد کے عہد میں ہر طرف باغی سرکشی پر آمادہ تھے اور حکومت اپنی کمزوری کا ثبوت ان سے صلح کر کے دے رہی تھی۔ حکومت کے رعب و داب میں زبردست فرق آچکا تھا اور ہر طرف بدامنی کا دور دورہ تھا اس بدامنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ریہ کے پہاڑی باشندوں میں بھی اپنی کھوئی آزادی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور انھوں نے بغاوتیں شروع کر دیں۔ محمد نے ان کی سرکوبی شروع کی مگر ان کی ہمتیں پست نہ ہوتیں اور وہ حکومت کے لئے ایک مستقل خطرہ بن گئے۔ اپنی بہادری اور عزم کے باوجود ریہ کے باشندوں میں اتحاد و اتفاق نہ تھا جس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان میں لائق اور تربیت یافتہ سردار نہ تھا جو ان کے باضابطہ لڑائی کے لئے تیار کرتا اور جنگ کے میدان میں ان کی رہنمائی کرتا۔ ان کی خوش قسمتی سے یہ کمی بھی پوری ہو گئی۔ اور انھیں عمر ابن حفصون جیسا لائق اور بہادر سردار مل گیا۔ جس نے ان کو کھوئی ہوئی آزادی دلوائی اور اندلس کے جنوب مشرق میں ان کا اقتدار قائم کیا۔

عمر ابن حفصون حصن اولی میں پیدا ہوا تھا جو مالقہ کے شمال مشرق میں ایک قصبہ تھا اس کا باپ حفص یہاں کا زمیندار تھا اور عیسائیوں کے ممتاز خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس نے کچھ عرصہ قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ خاندان اگرچہ مسلمان تھا لیکن آبائی دین کی عزت اب بھی ان میں باقی تھی۔ حفص نے اپنی محنت اور تجارت سے بہت دولت پیدا کر لی اور اس کی وجہ سے حفصون کہلانے

لگا تھا۔ حفصون ایک متمول شہری کی طرح امن و امان کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے لڑکے عمر کی طرف سے بہت پریشان رہتا تھا جو بہت مغرور اور جھگڑالو تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ اور چوری ڈکیتی میں بھی نہ چوکتا تھا۔ ایک دن اس نے معمولی سے جھگڑے میں ایک آدمی کو مار ڈالا۔ حفصون نے بیٹے کو بچانے کے لئے اپنا آبائی وطن ترک کر کے رندہ کے پہاڑوں میں کوہ بشتر کے علاقے میں پناہ لی۔ یہاں پر عمر کو اور آزادی میسر ہوئی۔ وہ جنگلوں اور پہاڑیوں میں ڈاکوؤں کے گروہ سے مل کر پکا چور بن گیا۔

حفصون نے جب دیکھا کہ اس کی اصلاح ممکن نہیں ہے تو اس کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا تاکہ اس کے جرموں کی سزا میں حکومت اس سے بدلہ نہ لے۔ عمر اندلس سے بھاگ کر افریقہ پہونچا۔ اور تاہرت کے شہر میں اپنے ایک ہم وطن درزی کی دوکان پر کام کرنے لگا۔ وہاں پر ایک دن اس کی ملاقات ایک بوڑھے آدمی سے ہوئی جو بشتر کے پہاڑی علاقہ کا باشندہ تھا۔ اس نے ابن حفصون کو اسپین واپس جانے اور اپنی قوم کی رہنمائی کرنے کا مشورہ دیا۔ ایک عرصہ کے بعد ابن حفصون کے شوق حکومت کو تقویت ملی تھی مگر اب اس کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ تاہرات کا حاکم امیر اندلس کا دوست ہے اس کو گرفتار نہ کرے۔ چنانچہ وہ تاہرات سے پھر اندلس ۸۸۰ء میں واپس لوٹ گیا۔ باپ چونکہ اس کو گھر سے نکال چکا تھا اس لئے وہ اپنے چچا کے گھر گیا اور بڈھے اندلسی کا مشورہ بھی اس کو سنایا۔ ابن حفصون کے چچا نے اس کی ہمت افزائی کی اور اپنے چالیس کاشتکار اس کی مدد کے لئے دیئے۔

ابن حفصون ان چالیس آدمیوں کو فوجی تربیت دینے لگا اور بشتر کے پہاڑ پر ایک شکستہ قلعہ الکستیلون (EL CASTILLON) کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بلند چٹان پر واقعہ تھا۔ اس کا محل وقوع ایسا تھا کہ اس تک رسائی آسانی نہ تھی۔ قلعہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر

ہرے بھرے کھیت اور چراگاہیں تھیں جو ابن حفصون کے مویشیوں کے لئے چارہ فراہم کرتی تھیں اور وہ ان کھیتوں کے زمینداروں پر ڈاکہ ڈالکر ان سے مال و دولت وصول کرلیتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ابن حفصون نے ڈکیتی کو اپنی شان کے خلاف سمجھا کیونکہ اب اس کی ساتھیوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا تھا اور تمام وہ نومسلم جو بری صحبت کے عادی ہوچکے تھے اس کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس نے ریہ کے اضلاع میں جو شاہی فوج متعین تھی ان پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور اکثر شہروں کو لوٹ لیا۔ حاکم ریہ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست ہوئی۔ محمد نے دوسرے حاکم کو مقرر کیا مگر وہ بھی ابن حفصون کے مقابلہ میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ دو تین برس تک وہ اسی طرح خودسر رہا آخر کار ۲۸۳ھ میں وزیر السلطنت ہاشم نے ابن حفصون کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ محمد نے قرطبہ کی شاہی فوج میں اس کو افسر مقرر کیا۔ ابن حفصون نے بھی محمد اور بنوقسی کے درمیان جو اس زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں بہت بہادری کے مظاہرے کئے اور سپہ سالار کی نظروں میں اپنی قدر و منزلت بڑھالی۔ ان لڑائیوں کے بعد جب وہ قرطبہ واپس آیا تو اس کو قرطبہ کے گورنر سے شکایت پیدا ہوگئی جو ہاشم کا پرانا دشمن تھا اور اس کے ساتھیوں کو تنگ کرتا رہتا تھا چنانچہ اس نے ابن حفصون اور اس کے سپاہیوں کو بہت بری قسم کا اناج بھیجا۔ ابن حفصون اپنی اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور ہاشم سے شکایت کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ چنانچہ وہ سرکاری ملازمت سے بیزار ہو کر پھر بیشتر کی پہاڑیوں کی طرف معہ اپنے ساتھیوں کے ۲۸۴ھ میں نکل گیا۔

عمر ابن حفصون نے بہت جلد اپنے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور اپنے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ اب وہ جنوبی اندلس کے اسپینی باشندوں کا سردار بن گیا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو عربوں کے اقتدار

سے نجات دلائے گا۔ اس زمانہ میں اس کے کردار میں بھی زبردست تبدیلی پیدا ہو گئی۔ بجائے مغرور اور متکبر ہونے کے اس میں نرمی اور انکساری پیدا ہو گئی وہ اپنے سپاہیوں سے نرمی اور اخلاق سے پیش آتا اور میدان جنگ میں خود سب سے آگے معمولی سپاہی کی طرح لڑتا تھا اس کے تمام ہمراہی اس کے احکامات کی پابندی کرتے اور اپنی جان فدا کرنے کو تیار رہتے۔ وہ ان کو بہادری میں بڑے بڑے انعامات دیتا تھا۔ لیکن مجرموں کو سخت سزائیں دیتا تھا اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے بیشتر کے پہاڑیوں کو امن وامان نصیب ہو گیا تھا۔ اور کسی کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ اس علاقہ میں لوٹ مار کرے اور کمزوروں کے حقوق کو غصب کرے۔ محمد دو برس تک عمر ابن حفصون کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہ کر سکا مگر جب جون ۸۸۶ء میں عبدالملک والی الحمہ نے بغاوت کی تو منذر کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ والی الحمہ عمر ابن حفصون کا دوست تھا چنانچہ وہ فوراً اس کی مدد کے لئے پہونچا۔ منذر دو مہینے تک باغیوں کا محاصرہ کئے رہا۔ اس معرکہ میں عمر ابن حفصون اور والی الحمہ کو بہت جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ خود عمر ابن حفصون کے کئی جگہ زخم آئے مگر باغیوں کی خوش قسمتی سے عبداللہ کا محاصرہ کے دوران میں ۴ راگست ۸۸۶ء میں انتقال ہو گیا اور منذر کو محاصرہ اٹھا کر قرطبہ واپس لوٹنا پڑا۔

محمد نے تقریباً چونتیس سال حکومت کی لیکن اس کا زیادہ وقت باغیوں کی سرکوبی میں گذرا۔ بار بار کی فوجکشی کے باوجود اس کے زمانہ میں ارغون اور ماروہ میں خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں اور ابن حفصون نے جنوبی اندلس میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی اس طرح حکومت کا وقار اور دبدبہ اس کے زمانہ میں بہت کم ہو گیا۔ محمد بہادر اور مصنف مزاج حکمراں تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ تنگ نظر اور بخیل بھی تھا اس نے اپنے زمانہ میں سپاہیوں اور افسروں کی تنخواہوں میں کمی کر دی تھی اور اکثر تجربہ کار وزراء کو ہٹا کر ان کی جگہ ناتجربہ کار

لوگوں کو کم تنخواہوں پر وزیر مقرر کیا تھا اس لئے حکومت کے زیادہ تر افسر اس کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ ان کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود محمد نے علماء وفقہاء کی اپنے زمانہ میں بہت قدر کی اور قرطبہ کی جامع مسجد کی توسیع کی۔

منذر

آغازِ حکومت ۸۸۶ء / ۲۷۳ھ — وفات ۸۸۸ء / ۲۷۵ھ

محمد کے بعد اسکا بڑا لڑکا منذر اسکا جانشین ہوا۔ منذر اپنی بہادری اور قابلیت کی وجہ سے محمد کے عہد سے مشہور ہو چکا تھا۔ اس نے باغیوں کے خلاف کئی کامیاب معرکے سر کئے تھے لیکن جب وہ خود اندلس کا امیر ہوا تو اس کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ حکومت کے فرائض انجام دینا اور ملک میں امن و امان قائم کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ اسپین کے زیادہ تر باشندے بغاوت پسند تھے اور اس موقعے کی تلاش میں رہتے تھے کہ قرطبہ کے حکمرانوں سے نجات حاصل کریں۔ محمد کے عہد میں کئی خود مختار ریاستیں قائم ہو چکی تھیں اور شمالی علاقہ میں عیسائیوں کا اثر و اقتدار بڑھتا جا رہا تھا۔ جنوبی علاقہ میں عمر ابن حفصون سلطنت کے لئے ایک مستقل خطرہ بن گیا تھا اور ایک بڑے علاقہ پر آزاد حکومت قائم کر چکا تھا۔

منذر نے سب سے پہلے عمر ابن حفصون کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور خود فوج لے کر قرطبہ سے روانہ ہوا۔ بشتر کے راستے میں جتنے قلعے پڑتے تھے سب کو فتح کیا۔ ارجذونہ کے شہر کا محاصرہ کر کے وہاں کے باغی سردار عیشون کو شکست دی جو عمر ابن حفصون کا حلیف تھا۔ ان فتوحات کے بعد منذر نے بشتر کے قلعے کا محاصرہ شروع کیا۔ عمر ابن حفصون نے جب دیکھا کہ اب بچاؤ

کی صورت ممکن نہیں ہے تو اس نے ہتھیار ڈالنے پر آمادگی ظاہر کی اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن منذر کو بہت جلد پتہ چل گیا کہ یہ محض اس کی چال تھی۔ اور اس نے دوبارہ اس عبد کے ساتھ محاصرہ شروع کیا کہ وہ بغیر فتح کئے ہوئے واپس نہ جائے گا لیکن موت نے اس کے اس عبد کو پورا نہ ہونے دیا۔ اس کے چھوٹے بھائی عبداللہ نے اس کو زہر دلوا کر ختم کرا دیا۔ منذر نے صرف دو برس حکومت کی وہ نہایت بہادر، جفاکش اور محتاط تھا۔ اگر وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہتا تو باغیوں کو مکمل طور پر شکست دے سکتا تھا۔

عبداللہ

آغاز حکومت ۲۷۵ھ ۸۸۸ء وفات ۳۰۰ھ ۹۱۲ء

منذر کے کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے لازمی طور پر عبداللہ کو اسکا جانشین ہونا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب اندلس میں ہر طرف بغاوتوں کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے۔ حکومت کو نہ صرف قدیم اندلسیوں کی مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا بلکہ عرب امراء بھی خود کو حکومت کے اقتدار سے آزاد کرانے کی جدوجہد میں مشغول تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یمنیوں اور مضریوں کی قدیم مخالفت خانہ جنگی کی شکل میں سامنے آگئی تھیں۔ غرضکہ ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور اس وقت اندلس کے تخت پر ایک باہمت اور مستعد حکمراں کی ضرورت تھی اور عبداللہ میں یہ خوبیاں نہیں تھیں۔

البیرہ کی شورشیں صوبہ البیرہ میں نہ صرف عیسائیوں کی آبادیاں تھیں بلکہ عرب بھی بڑی تعداد میں آباد ہو گئے تھے۔ البیرہ کے عیسائیوں میں سے اکثر نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا لیکن انہیں

عربوں کا سا درجہ حاصل نہیں ہوا تھا اور عرب انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ البیرہ کے اندلسی (جن میں عیسائی اور مسلمان دونوں شامل تھے) عربوں کے سخت مخالف ہو گئے تھے اور امیر عبداللہ کے ابتدائی زمانۂ حکومت میں دونوں گروہوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ اندلسیوں نے عربوں کو مختلف مقامات پر شکست دی اور انہیں البیرہ کے قریوں اور قصبوں سے نکال دیا۔ عربوں نے غرناطہ کے قریب قلعہ منت شقر میں پناہ لی اور انہوں نے یحیٰ بن شقالہ کو اپنا سردار مقرر کر لیا تھا لیکن وہ ایک جنگ میں کام آیا اور اس کی جگہ سوار کو مضریوں اور یمنیوں نے اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ سوار القیسی کے نزدیک سب سے اہم کام عربوں کی شکستوں کا بدلہ لینا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے اس نے زیادہ سے زیادہ عربوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ منت شقر پر حملہ کیا، جو اندلسیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ سوار نے چھ ہزار اندلسیوں کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے قرب وجوار کے کئی اور قلعے فتح کئے اور اندلسیوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا۔ البیرہ کے گورنر جاد نے اندلسیوں کی حمایت کی اور سوار کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ سخت لڑائی کے بعد سوار نے جاد کو شکست دی اور وہ گرفتار ہوا۔

اس فتح کے بعد سوار القیسی نے ریہ، جیان اور رباح کے عربوں سے دوستانہ معاہدے کر لیئے اور مسمار شدہ قلعوں کی مرمت کرائی۔ البیرہ میں صرف سوار اور اندلسیوں ہی میں جنگ نہیں ہو رہی تھی بلکہ عمر ابن حفصون بھی لوٹ مار اور قتل وغارت گری میں مصروف تھا لہٰذا جب اندلسیوں نے امیر عبداللہ سے سوار کے مقابلے میں مدد چاہی تو اس نے یہ مناسب سمجھا کہ سوار سے مصالحت کر لی جائے اور سوار کو عمر ابن حفصون کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ اور سوار میں مصالحت ہو گئی۔ سوار کو البیرہ کی حکومت

شریک کر لیا گیا جس کے عوض اس نے اندلسیوں کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔

سوار کو عمر ابن حفصون کے مقابلہ میں ایک جنگ میں شکست ہوئی جس کے نتیجہ کے طور پر اندلسیوں نے بھی اس پر حملہ کر دیا اور اسے الحمراء کے قلعہ میں پناہ لینی پڑی۔ سوار القیسی نے اندلسیوں کے مقابلہ کی تیاری کی اور ان کی ایک فوج کو جو قلعہ الحمراء پر حملے کی غرض سے قلعہ تک پہونچ گئی تھی وادی میں نکل کر زبردست شکست دی اور ان کے بارہ ہزار افراد کو تہ تیغ کر ڈالا۔

اندلسیوں کو اس شکست سے بہت تکلیف ہوئی اور اسکا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے عمر ابن حفصون سے مدد چاہی۔ عمر ابن حفصون مدینہ البیرہ پر قابض ہو گیا اور سوار القیسی کے مقابلہ کے لئے اس نے طاقتور فوج تیار کی۔ سوار کو بھی ریہ اور جیان کے عربوں سے کمک حاصل ہو گئی اور اسطرح دونوں طرف سے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سوار اور عمر ابن حفصون کی فوجوں کا مقابلہ مدینہ البیرہ کے نزدیک ہوا جسمیں عمر کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمر نے مدینہ البیرہ میں قیام نہیں کیا بلکہ اپنے قلعہ بیشتر کو واپس چلا گیا۔

سوار اپنی اس فتح کا کوئی خاص فائدہ نہ اٹھا سکا۔ بعض اندلسیوں نے اسے مدینہ البیرہ کے نزدیک گھیر لیا اور قتل کر دیا اور جب مدینہ البیرہ میں اسکا جنازہ نکالا گیا تو اندلسی عورتوں اور مردوں نے اس جنازہ پر حملہ کر دیا اور اس کی لاش کی بوٹیاں بوٹیاں کر دیں۔ سوار کے قتل کے بعد عربوں نے اپنے مشہور شاعر سعید بن جودی کو، جو شجاعت اور شہسواری میں کسی سے کم نہ تھا، اپنا سردار مقرر کیا۔ سعید بن جودی نے عمر ابن حفصون کے مقابلے

میں کئی فتوحات حاصل کیں۔ پرانے قلعوں کی مرمت کرائی اور وہ کچھ عرصہ تک مدینہ البیرہ پر بھی قابض رہا۔

۸۹۳ء میں البیرہ کی اس خانہ جنگی کو ختم کرنے کے لئے قرطبہ سے شاہی افواج شہزادہ مطارف کی سرکردگی میں روانہ کی گئیں۔ شہزادہ نے مدینہ البیرہ کو فتح کر لیا، سعید بن جودی اور اس کے ہمراہی عربوں نے امیر کی اطاعت کا وعدہ کیا اور اس کی خدمت میں خراج کی رقومات روانہ کیں۔ شاہی افواج کو فتح اسی لئے حاصل ہو سکی کہ تقریباً پانچ سال سے البیرہ کے عرب اور اندلسی آپس میں لڑتے لڑتے اسقدر کمزور ہو چکے تھے کہ ان میں تازہ دم افواج کا مقابلہ کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی۔ لہٰذا انہوں نے شہزادہ مطارف کی اطاعت قبول کر کے امن و امان کے قیام کو ہی مناسب سمجھا۔ ابن حفصون نے البتہ اپنی آزادی کو برقرار رکھا اور وہ قلعہ ببشتر پر قابض رہا۔

جس زمانہ میں البیرہ میں عربوں اور اسپینیوں میں باہم خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی اس زمانہ میں اشبیلیہ کے علاقہ میں اور زیادہ اہم واقعات رونما ہو رہے تھے۔ اشبیلیہ رومی تہذیب و تمدن اور علوم کا مرکز تھا۔ اور عرب فتوحات سے وہاں کی زندگی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا تھا۔ وادی الکبیر کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے اشبیلیہ کی بندرگاہ بھی بہت اہمیت رکھتی تھی اور مختلف ممالک کے جہاز یہاں کے سامان تجارت کو دوسرے ملک لیجایا کرتے تھے۔ یہاں کے باشندوں نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس تبدیلی مذہب کے باوجود وہ اپنے تمدن اور خاندانی رسم و روایات کی بنا پر خالص اندلسی تھے۔ اشبیلیہ کے یہ نومسلم عرب حکومت کے مخالف نہ تھے اور امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن دیہاتی عرب جن میں وحشیانہ خصائل اب تک موجود تھے ان سے بہت خائف رہتے تھے۔

اشبیلیہ کے عرب خاندانوں میں دو خاندان بہت ممتاز اور صاحب اقتدار تھے۔ بنو حجاج اور بنی خلدون۔ یہ خاندان عربوں کے یمنی قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور زمیندار ہونے کے علاوہ تاجر بھی تھے۔ عموماً وہ اپنی جاگیروں میں دیہاتی زندگی بسر کرتے تھے لیکن اشبیلیہ کے خاص شہر میں بھی ان کی کوٹھیاں تھیں جہاں وہ کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔

عبداللہ کے عہد حکومت میں کریب بنی خلدون کا رئیس و سردار تھا کریب بہت دانشمند اور بہادر تھا۔ عربوں کے قومی خصائل اس میں موجود تھے جن کی بنا پر وہ مطلق العنان بادشاہت کا زبردست مخالف تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اسپین کا امیر یمنی قبائل میں سے ہونا چاہیئے۔ بنو امیہ جنہوں نے یمنیوں کی مدد اور حمایت سے حکومت حاصل کی ہے تخت امارت سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے اشبیلیہ کے شہری عربوں کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور کریب عشرہ اشبیلیہ چلا آیا۔ یہاں پر اس کی تحریک کو یمنی قبائل میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے کریب سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے اشارے پر اموی حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ کریب نے اشبیلیہ کے صوبہ کو عبداللہ کی حکومت سے آزاد کر کے وہاں کے اندلسی باشندوں کو تباہ و برباد کرنا چاہا۔ جس میں اس کو بنو حجاج اور قرمونہ کے بربریوں کی حمایت بھی حاصل ہو گئی۔ چنانچہ کریب نے ماردہ اور مدلین کے بربریوں سے اشبیلیہ کے نومسلموں پر حملہ کروا دیا۔ طلیاطہ کی بستی میں لوٹ مار شروع کر دی۔ حاکم اشبیلیہ بربر کے مقابلے کے لئے نکلا۔ کریب نے بھی بظاہر گورنر کی ہمدردی میں اپنی کچھ فوج بھیجی۔ لیکن عین لڑائی کے موقعہ پر کریب نے دھوکہ دیا اور اپنے سپاہیوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔ حاکم اشبیلیہ کی فوج بھی پسپا ہو گئی اور

بربریوں نے تعاقب کر کے لوٹنا شروع کر دیا اور بہت سا مالِ غنیمت جمع کر کے واپس چلے گئے۔ اس کے فوراً بعد ہی ابن مروان نے جو بطلیوس کا آزاد حکمراں بن گیا تھا اس علاقہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔

اشبیلیہ اور اس کے اضلاع کے باشندے حاکم وقت کی نااہلی سے سخت ناراض ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ کے پاس اپنی شکایتیں بھیجیں۔ عبداللہ نے فوراً اشبیلیہ کے حاکم کو معزول کر کے دوسرا حاکم مقرر کر دیا جو اپنی دیانت اور پرہیزگاری کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن باغیوں کو شکست دینے میں وہ بھی ناکام رہا اس نے استجہ کے ایک نومسلم محمد بن غالب کو اشبیلیہ اور استجہ کی سرحدوں پر ایک قلعہ بنا کر باغیوں کی سرکوبی پر مامور کر دیا۔ چنانچہ محمد بن غالب نے اپنے نئے تعمیر شدہ قلعہ میں ایک بڑی فوج نومسلموں اور موالیوں پر مشتمل تھی۔ متعین کر دی جس نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا انسداد کر کے امن و امان قائم کیا لیکن امن کا یہ زمانہ وقتی ثابت ہوا کیونکہ بنو خلدون کے ایک آدمی کو ابن غالب کی فوج کے سپاہی نے قتل کر دیا۔ بنو خلدون نے عبداللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جس نے اپنے لڑکے محمد کو حالات کی تحقیقات کے لئے اشبیلیہ بھیجا۔

شہزادہ محمد نے دونوں فریقوں کی شہادتیں لیں لیکن وہ کسی بھی فریق کو ملزم قرار دینے کا فیصلہ نہ کر سکا جس کی وجہ سے بنو حجاج اور بنو خلدون سخت ناراض ہوتے اور بدلہ لینے کے لئے علم بغاوت بلند کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کریب بن خلدون اور عبداللہ بن حجاج نے یہ طے کیا کہ عبداللہ قرمونہ پر اور کریب حصن توریہ پر ایک ہی وقت میں حملہ آور ہوں اور اپنی حق تلفیوں کا بدلہ لیں۔ ان کی یہ حکمتِ عملی کارگر ثابت ہوتی اور حاکم قرمونہ اشبیلیہ سے بھاگ گیا۔

عربوں کی اس بغاوت اور بیباکی سے اشبیلیہ کی حالت بہت خراب ہو گئی

شہزادہ محمد نے فوراً قرطبہ قاصد روانہ کئے کہ امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ عبداللہ نے جاد کو قرمونہ بھیجا کہ وہاں جاکر ابن غالب کو ہلاک کردے۔ ابن غالب کو عبداللہ کے اس حکم کا حال معلوم ہوگیا اور اس نے ابن حفصون سے مدد مانگی لیکن جاد نے ابن غالب کو یقین دلایا کہ وہ عربوں کو ان کی زیادتیوں کی سزا دینے کے لئے بھیجا گیا ہے اور قرمونہ کا محاصرہ شروع کردیا۔ ابن غالب جاد کے اس فریب میں پھنس گیا اب جاد نے عبداللہ ابن حجاج سے کہا کہ اگر وہ اس بات کا وعدہ کرے کہ عرب امیر عبداللہ کی اطاعت کرلیں گے تو وہ ابن غالب کو قتل کردے۔ عبداللہ ابن حجاج نے یہ بات منظور کرلی چنانچہ ابن غالب کو جاد نے قتل کردیا اور عرب قرمونہ سے واپس چلے گئے۔

اشبیلیہ کے نومسلموں کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابن غالب کے خون کا بدلہ جاد کے بھائی امیہ سے لینا چاہا جو اس وقت امیر عبداللہ کی طرف سے اشبیلیہ کا حاکم تھا۔ چنانچہ انہوں نے امیہ اور محمد پر یکایک حملہ کرکے محل کو گھیر لیا۔ امیہ نے بڑی بہادری سے محل کی حفاظت کی۔ اسی دوران میں جاد کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً اشبیلیہ اپنی فوج کے ساتھ پہونچ گیا۔ اور باغیوں کو شکست دی۔ وہ نومسلم جو اس سازش میں شریک تھے سب کو قتل کروادیا۔ اس کے فوراً بعد ہی شہزادہ محمد اور جاد قرطبہ واپس لوٹے۔ اسی وقت ابن حفصون کے قاصد بھی عبداللہ کے پاس پہونچے کہ وہ جاد کو قتل کروادے کیونکہ اس نے عمر ابن حفصون کے دوست ابن غالب کو قتل کیا ہے۔

اگرچہ ابن غالب کا قتل خود امیر عبداللہ کے ایما پر ہوا تھا مگر اس عبداللہ اور ابن حفصون میں دوستانہ معاہدہ ہوچکا تھا اس لئے جاد نے خاموشی سے قرطبہ سے اشبیلیہ کی طرف نکل جانا چاہا لیکن راستے میں وہ اور اس کے دو بھائی ہاشم اور عبدالناصر بربریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس واقعہ کا

اثر اشبیلیہ کے نومسلموں پر زبردست پڑا۔ جاد کے بھائی امیہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اصلی مجرموں سے بدلہ لیتا اس لئے اس نے اشبیلیہ کے نومسلموں سے اپنے بھائیوں کی موت کا بدلہ لیا اور سب کو بنو خلدون اور بنی حجاج کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے بلا امتیاز عیسائی اور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اس کشت وخون میں تقریباً بیس ہزار اسپینی قتل ہوئے اور باقی دریا میں غرق ہو گئے۔

اشبیلیہ کے اسپینیوں کی تباہی کے بعد بنی خلدون اور بنی حجاج پورے صوبہ اشبیلیہ کے مالک ہو گئے۔ امیہ نے بہت کوشش کی کہ وہ ان قبائل میں پھوٹ ڈلوا کر ان کی طاقت ختم کر دے مگر اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود عربوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ امیہ کے مارے جانے پر بنی خلدون اور بنی حجاج کا اشبیلیہ میں مکمل اقتدار قائم ہو گیا اور انہوں نے عبداللہ کو یہ اطلاع دی کہ امیہ چونکہ حکومت سے بغاوت کرنے پر آمادہ تھا اس لئے انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

عبداللہ کو اصلی حالات کا علم ہو چکا تھا مگر اسے ان عربوں کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ چنانچہ اس نے ایک دوسرے حاکم کو اپنے چچا ہشام کے ساتھ اشبیلیہ بھیج دیا۔ وہ بھی طاقتور یمنی عربوں کے اقتدار کو ختم کرنے میں ناکام رہا۔ ہشام کے لڑکے مطرف کو بنو خلدون کے ایک فرد نے قتل کر دیا اور جب حاکم اشبیلیہ نے عبداللہ کو ان حالات کی اطلاع دینی چاہی تو بنی خلدون کے آدمیوں نے اس کے قاصد کو گرفتار کر کے حاکم شہر کو بھی قید کر لیا۔

۲۹۵ھ میں عبداللہ نے ایک دفعہ پھر اشبیلیہ میں اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی لیکن شاہی فوجوں کو شکست ہوئی اور بنی خلدون اور بنی حجاج کے سردار ون کریب اور ابراہیم بن حجاج نے پورے صوبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد ان دونوں خاندانوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی جس میں کریب مارا گیا اور ابراہیم بن حجاج پورے صوبہ کا مالک ہو گیا اور اس نے عمر ابن حفصون سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ ابراہیم نے اشبیلیہ

کا نہایت اچھا انتظام کیا۔ پورے علاقہ میں امن و امان قائم کر کے اصلاحات شروع کیں۔ یہاں تک کہ خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔ ابراہیم نے شعراء اور علماء کی سرپرستی کی جس کو سن کر قرطبہ کا مشہور شاعر ابن عبدِ ربہ بھی ابراہیم کے دربار میں پہنچ گیا۔

عمر بن حفصون سے جنگیں

اس اثناء میں عمر ابن حفصون کو اپنی طاقت بڑھانے کا موقع مل گیا تھا اور سنہ ۸۸۹ء (۲۷۶ھ) تک اس نے البیرہ اور قرب وجوار کے علاقوں میں اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ امیر عبداللہ نے سنہ ۸۸۹ء میں عمر بن حفصون کے خلاف فوجکشی کی لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کر سکا اور قرطبہ سے چالیس دن باہر رہ کر واپس آ گیا۔ عبداللہ کی واپسی کے بعد ابن حفصون نے مزید علاقوں پر قبضہ کر لیا جن میں استجہ کا شہر بھی شامل بھی تھا۔ عبداللہ نے پھر ابن حفصون کے خلاف فوجکشی کا ارادہ کیا لیکن ابن حفصون نے صلح کی شرائط پیش کر دیں جن میں یہ شرط خاص طور پر اہم تھی کہ جن علاقوں پر ابن حفصون کا قبضہ ہو چکا تھا انہیں اس کی امارت میں دیدیا جاتے اور وہ امیر عبداللہ کے نائب کی حیثیت سے وہاں حکومت کرتا رہا۔ عبداللہ بھی ان مسلسل جنگوں سے تنگ آ چکا تھا لہٰذا اس نے صلح کی شرائط مان لیں اور ابن حفصون کو اس کے مفتوح علاقوں کی سندِ حکومت دیدی۔

اس صلح سے ابن حفصون کے دو مقاصد پورے ہو گئے۔ اوّل تو یہ کہ اسے مفتوحہ علاقوں کا حکمران تسلیم کر لیا گیا اور دوسرے اسے اپنی طاقت بڑھانے کا موقع مل گیا تاکہ مزید فتوحات کی جا سکیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد ابن حفصون نے امیر عبداللہ کے خیرخواہ جزیرۃ الخضراء کے حاکم ابوحرب کے خلاف فوج کشی کر دی اور جنگ میں اسے قتل کر دیا۔ امیر عبداللہ نے اس حرکت کے باوجود ابن حفصون سے صلح رکھنی چاہی اور جب قرطبہ سے ایک

فوج ابن خمیر کی سرکردگی میں بعض عرب قبائل کی لوٹ مار کی وارداتوں کے تدارک کے لئے روانہ کی تو ابن حفصون کو بھی اسمیں شامل ہونے اور شاہی فوج کی مدد کے لئے لکھا۔ ابن حفصون بظاہر اسمیں شامل ہو گیا لیکن باغی عرب قبائل سے بھی خط وکتابت رکھی اور بعد میں ابراہیم ابن خمیر اور دیگر سرداروں کو گرفتار کر کے امیر عبداللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

اس اثنا میں ابن حفصون نے بعض عیسائیوں قبیلوں کی حمایت بھی حاصل کر لی تھی اور اموی حکومت کے خلاف اندلس کے مسلمانوں اور عیسائیوں، دونوں کو متحد کرنا چاہتا تھا اور وہ اندلس کے مقامی لوگوں کا قائد بن گیا تھا۔ اس نے شمالی افریقہ کے اغلبی حاکم کے ذریعے عباسی خلیفہ معتضد باللہ سے اندلس کی سندِ حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا یہاں تک کہ اس نے قرطبہ کے نزدیک استجہ کو فتح کر کے اسے اپنا مستقر بنا لیا اور قرطبہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

امیر عبداللہ کی حکومت صرف قرطبہ تک محدود رہ گئی تھی اور ساری سلطنت میں افراتفری مچی ہوتی تھی۔ خزانہ خالی ہو چکا تھا، سپاہیوں کو تنخواہیں نہیں ملی تھیں اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اندلس سے اموی حکومت کا خاتمہ صرف چند دنوں کی بات ہے۔ آخر کار امیر عبداللہ نے ہمت کی اور ابن حفصون سے مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا اور باوجود وزراء کے منع کرنے کے خود میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

جنگ حصن بلائی (BATTLE OF POLEI) ۲۷۸ھ

اپریل ۸۹۱ء میں امیر عبداللہ صرف چودہ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابن حفصون سے جنگ کرنے کے لئے قرطبہ سے باہر آیا اور حصن بلائی کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں دریائے کبیر کے کنارے ابن حفصون کی فوج خیمہ زن تھی جس کی تعداد تیس ہزار سے کم نہیں تھی۔ امیر عبداللہ کو

اچھی طرح اس بات کا احساس تھا کہ اگر اسے اس جنگ میں شکست ہو گئی تو اندلس سے اموی حکومت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ دوسری طرف ابن حفصون کو اپنی فتح کا کامل یقین تھا۔

۱۵ اپریل بروز جمعہ جنگ کا آغاز ہو گیا اموی فوج نہایت بے جگری سے لڑی۔ موالیوں کے سردار عبید اللہ نے بڑے زور وشور سے حملے کئے۔ جو علماء اور فقہاء اموی فوج کے ہمراہ تھے انہوں نے سپاہیوں کی ہمتیں بڑھائیں ابن حفصون کے ہزاروں سپاہی جنگ میں کام آئے اور جو باقی بچے انہیں میدانِ جنگ سے بھاگنا پڑا ان ہی میں ابن حفصون بھی تھا۔ اس نے پہلے تو قلعہ حصن بلائی میں پناہ لینی چاہی لیکن شاہی فوج کے تعاقب کے ڈر سے وہ اپنے قدیم مستقر ببشتر میں پناہ گزیں ہوا۔ اموی فوجوں نے ببشتر کا محاصرہ کر لیا لیکن وہ ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا اس لئے کچھ عرصہ بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا اور شاہی افواج قرطبہ واپس آگئیں۔

حصن بلائی کی فتح نے امویوں کی ختم ہوتی ہوئی حکومت کو بہت بڑا سہارا دیا اور امیر عبداللہ کا اقتدار اندلس کے جنوبی علاقہ پر دوبارہ قائم ہو گیا۔ ابن حفصون کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اور جب اس کی شکست کی اطلاع شمالی افریقہ پہونچی تو وہاں کے اغلبی حاکم نے اس کی حمایت کرنا بیکار سمجھی اور عباسی دربار سے اس کے لئے سندِ حکومت حاصل کرنے کی کوشش کو ختم کر دیا۔

جب ابن حفصون کو شمالی افریقہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی تو اس نے امیر عبداللہ سے صلح کی درخواست کی جو صرف وقت حاصل کرنے کی ایک چال تھی۔ اس اثناء میں اس نے اپنی فوجوں کو منظم کرنا شروع کر دیا اور قرب وجوار کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ حصن بلائی کی فتح کے بعد شاہی افواج شمال کی طرف

متوجہ ہو گئی تھیں۔

۸۹۹ء میں ابن حفصون نے اسلام کو خیرباد کہہ کر معہ دیگر افرادِ خاندان کے عیسائیت کو قبول کر لیا۔ بظاہر اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حصن بلاقی کی شکست کے بعد اسے اندلسی مسلمانوں کی زیادہ حمایت حاصل نہیں رہی تھی اور اب وہ صرف عیسائیوں کی مدد سے ہی اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے مرتد ہو جانے کے بعد سے بعض عرب قبائل نے اس کی حمایت سے انکار کر دیا اور امیر عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی۔

دیگر واقعات

عمر ابن حفصون کی طرف سے کچھ اطمینان ہو جانے کے بعد امیر عبداللہ نے شمال کے باغی قبائل کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں جنہوں نے بعض قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اشبیلیہ پر ابراہیم بن حجاج کا قبضہ تھا لیکن اس کا لڑکا بطور یرغمال قرطبہ میں موجود تھا۔ بعض وزراء کے مشورے سے امیر عبداللہ نے ابراہیم بن حجاج کے لڑکے کو رہا کر کے اس کے پاس بھجوا دیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابراہیم نے امیر عبداللہ کے احسان کے طور پر اس کی اطاعت قبول کر لی اور رفتہ رفتہ شمالی علاقوں پر اموی اقتدار قائم ہونے لگا۔

۹۱۲ء کو، تقریباً چوبیس[۲۴] سال برسرِ اقتدار رہنے کے بعد امیر عبداللہ کا انتقال ہو گیا، اس کا پورا دورِ حکومت، بغاوتوں کے رونما ہونے اور ان کا مقابلہ کرنے

میں ختم ہوا لیکن ابھی حالات معمول پر نہیں آئے تھے اور پوری طرح اموی اقتدار اندلس پر دوبارہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔ اس اہم کام کو عبداللہ کے پوتے اور جانشین عبدالرحمن سوئم نے انجام دیا جس کا دورِ حکومت اموی تاریخ کا سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔

چھٹا باب

عبدالرّحمٰن الناصر

آغاز حکومت ۳۰۰ھ / ۹۱۲ء وفات ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء

امیر عبداللہ نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے عبدالرحمٰن کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا۔ عبدالرحمٰن کا باپ محمد دراصل ولیعہدِ سلطنت تھا لیکن عمر بن حفصون کے ساتھ اس کی سازش کا علم ہوجانے کے بعد امیر عبداللہ نے اسے اپنے دوسرے بیٹے مطرف کے ذریعے قتل کروا دیا تھا۔ محمد کے قتل کا امیر عبداللہ کو بہت صدمہ بھی تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس نے محمد کے لڑکے عبدالرحمٰن کو بہت محبت سے پرورش کی اور پھر اسے اپنا جانشین نامزد کیا۔ ۳۰۰ھ میں امیر عبداللہ کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن ثالث تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ خیال تھا کہ کہیں اس کے چچا تخت نشینی کے وقت کوئی جھگڑا نہ کھڑا کر دیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس کی تخت نشینی کو شہزادوں، امیروں اور درباریوں نے مبارک خیال کیا اور حکومت کے حق میں مناسب سمجھا۔ برسرِ اقتدار آنے کے وقت عبدالرحمٰن کی عمر صرف بائیس سال تھی۔

عبدالرحمٰن ثالث کی حکومت کے آغاز کے وقت حالات بہتر ہونے شروع ہو گئے تھے اور امیر عبداللہ نے اندلس کے جنوبی اور شمالی حصوں پر دوبارہ اموی اقتدار قائم کردیا تھا۔ محاصل کی وصولیابی ہونے لگی تھی، اور سیاسی مطلع گرد و غبار سے صاف ہو چلا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جہاں اموی اقتدار قائم

ہوگیا تھا وہاں مستحکم نہیں ہوا تھا اور ابھی بعض علاقے ایسے تھے جو باغیوں کے قبضے میں تھے اور جہاں جنگ وجدال کا سلسلہ جاری تھا۔ عبدالرحمٰن نے اموی اقتدار کے قیام اور استحکام کے لئے نہایت استقلال اور بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا اور اس نے واضح الفاظ میں باغیوں سے کہدیا کہ اسے خراج سے زیادہ ان کے قلعے اور شہر درکار ہیں اور جب تک اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوگی وہ اطمینان سے نہیں بیٹھے گا۔

عرب اور اندلسی قبائل کے سردار نئے حکمراں کے خلاف متحد نہ ہوسکے اول تو سعید بن جودی اور کریب بن خلدون جیسے اہم سردار ختم ہوچکے تھے اور دوسرے لوگ خانہ جنگی اور بدنظمی سے پریشان آگئے تھے اور امن وامان کے خواہاں تھے۔ اس کے علاوہ ابن حفصون بھی ضعیف ہوگیا تھا اور اسمیں پہلا سا دم خم باقی نہیں رہا تھا۔

باغی علاقوں کی فتوحات

عبدالرحمٰن نے بغاوتوں کا مکمل استیصال کرنے اور باغی علاقوں کو فتح کرنے کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ خود فوجوں کی رہنمائی کرے تاکہ اول تو شاہی فوجوں میں نیا جوش وخروش پیدا ہوا اور دوسرے باغی بھی اس کی موجودگی سے متاثر ہوں اور ان پر قابو پایا جاسکے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن کی تخت نشینی کے وقت اموی افواج جنوبی اندلس کے صوبے جیان میں باغیوں کا مقابلہ کررہی تھیں اور ان کی قیادت حاجب بدر کے سپرد تھی۔ تخت نشینی کے صرف دوماہ بعد عبدالرحمٰن ایک تازہ دم فوج کے ہمراہ دارالحکومت سے نکل کر جیان کی طرف بڑھا۔ راستہ میں اس نے اجند منت لیون اور دیگر کئی اہم مقامات کو فتح کیا۔ خودمختار سرداروں نے اطاعت قبول کی، جنہیں معدان کے اہل وعیال کے قرطبہ بھیجدیا گیا اور مفتوحہ قلعوں پر شاہی افواج متعین کرادی گئی۔ جیان کے علاقہ میں مکمل امن وامان قائم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن البیرہ کے صوبے میں داخل ہوا۔ جہاں ابن حفصون کا زور تھا۔

...دالرحمٰن نے البیرہ میں اپنی فوجیں پھیلادیں، فنیانہ، شبیلس اور کئی دیگر اہم قلعوں
...محاصرہ کیا گیا، ابن حفصون کی ایک فوج کو البیرہ کے قلعہ کے نزدیک شکست دی
...ن اور اسطرح البیرہ کے علاقوں میں بھی شاہی اقتدار قائم کر دیا گیا۔ چونکہ ان
...اقوں میں عرصہ سے جنگ ہو رہی تھی لہٰذا لٹیروں اور قزاقوں کے گروہ بھی پیدا
...ہ گئے تھے جو لوگوں میں دہشت پھیلاتے تھے اور بغیر کسی خاص مزاحمت کے
...ٹ مار کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے قزاقوں کے خلاف بھی فوجی کاروائی کی اور ان
...ے اکثر سرداروں کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ اور امن وامان قائم کیا۔

جیان اور البیرہ کی فتوحات کے بعد عبدالرحمٰن قرطبہ واپس آگیا اور پھر اس نے
...شبیلہ کے باغیوں کی طرف توجہ دی۔ اشبیلہ میں بنو حجاج نے خود مختاری حاصل
...لی تھی۔ لیکن اب وہ خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ محمد بن ابراہیم بن حجاج اور اس
...ے چچا زاد بھائی احمد بن مسلمہ کے درمیان اشبیلہ اور قرمونہ پر اقتدار قائم
...کھنے میں جنگیں ہو رہی تھیں۔ لہٰذا عبدالرحمٰن نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا
...ر اشبیلہ کے محاصرہ کے لئے ۹۱۳ء میں حاجب بدر کی سرکردگی میں ایک فوج
...وانہ کی اسی اثناء میں محمد بن ابراہیم کو احمد بن مسلمہ کے مقابلے میں ناکامی ہوئی اور
...س نے قرطبہ پہونچ کر عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لی۔ شاہی افواج نے اشبیلہ
...محاصرہ کیا جسکی حفاظت احمد بن مسلمہ کر رہا تھا۔ اس نے ابن حفصون کو مدد کے
...لئے لکھا اور ابن حفصون نے اس آواز پر لبیک کہا اور اشبیلہ کی طرف روانہ
...ہوا لیکن اشبیلیہ کے نزدیک شاہی فوجوں نے اسے زبردست شکست دی
...ور اسے میدانِ جنگ سے فرار ہونا پڑا۔ عمر بن حفصون کی شکست کے بعد
...حمد بن مسلمہ نے بھی شاہی افواج کا مقابلہ فضول سمجھا اور حاجب بدر سے صلح
...کر کے اشبیلیہ اس کے حوالے کر دیا۔ محمد بن ابراہیم کو جب اس فتح کا حال معلوم
ہوا تو وہ قرطبہ سے اشبیلہ پہونچ گیا تاکہ وہاں اپنا اقتدار قائم کر سکے لیکن
...بدالرحمٰن نے اسے متنبہ کیا کہ وہ اپنے ارادوں سے باز آجائے اور اقتدار

کا خیال دماغ سے نکال دے۔ محمد بن ابراہیم کے ساتھیوں نے بھی اسے یہی
دیا اور وہ عبدالرحمٰن کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ محمد بن ابراہیم پھر قرطبہ وا
آگیا۔ عبدالرحمٰن نے اس کی عزت افزائی کی اور اسے فوج میں اعلیٰ عہدے پر فا
کر دیا اور اس طرح اشبیلیہ میں بنو حجاج کی بغاوت اور سرکشی
ہو گئی۔

عمر بن حفصون اور اس کے لڑکے

ریہ کے پہاڑی علاقہ پر ابھی تک عمر بن حفصون (سموئیل) کا قبضہ تھا اور
کی بغاوت فرو نہیں ہوئی تھی۔ اس نے امویوں کے خلاف ایک قومی تحریک
کی تھی اور عیسائیت قبول کر کے مرتد ہو گیا تھا۔ البیرہ میں ابن حفصون کو عبد
نے شکست دی تھی اور وہ ریہ کے پہاڑی علاقہ میں واپس آگیا تھا۔ یہاں ا
کے مضبوط قلعے تھے جن میں عیسائی فوجیں تعینات تھیں۔ عبدالرحمٰن نے ۱۲
میں ریہ پر فوج کشی کی اور بعض قلعوں پر آسانی سے قابض ہو گیا۔ لیکن
طلوش کی فتح میں کافی جانی نقصان ہوا کیونکہ اس قلعہ کی حفاظت خود ابن حفص
کر رہا تھا۔ عبدالرحمٰن نے بھی اس قلعہ کا نہایت سخت محاصرہ کیا یہاں تک
کے اندر سامانِ رسد ختم ہو گیا اور محصورین کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو گ
ابن حفصون کو طلوش سے فرار ہونا پڑا اور اس نے ببشتر کے قلعہ میں پناہ
عبدالرحمٰن نے طلوش کی فتح کے بعد سفرِ واپسی اختیار کیا۔ راستہ میں اس
قرمونہ کو فتح کیا جہاں محمد بن ابراہیم بن حجاج کے نائب حبیب نے بغاوت کر
تھی۔ بیس روز تک قرمونہ کا محاصرہ جاری رہا اور آخر میں حبیب نے اطاعت ا
کی اور قلعہ عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔

عمر بن حفصون کا انتقال ۳۰۵ھ ۹۱۷ء میں ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ اسے عبدا
کے مقابلہ میں کئی مرتبہ شکست ہوئیں اور اس کے بڑے علاقہ پر امیر کا اقت
قائم ہو گیا لیکن اس کا مکمل استیصال نہیں کیا جا سکا تھا اور ببشتر کا مضبوط
ابھی تک باغیوں کے قبضے میں تھا۔ عمر بن حفصون کے چار لڑکے تھے جو ا

باپ کی طرح مرتد ہوکر عیسائی بن چکے تھے۔ ابن حفصون کے انتقال کے بعد اسکا بڑا لڑکا جعفر بیشتر کے قلعہ کا حکمراں تسلیم کیا گیا۔ لیکن جعفر نے بغاوت کو جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھا، ساتھ ہی ساتھ اس نے دوبارہ مسلمان ہونے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ اس کے عیسائی سپاہیوں کو جعفر کے اس ارادے سے تشویش ہوئی اور انہوں نے جعفر کے بھائی سلیمان کے اشارہ پر اسے قتل کر دیا اور سلیمان کو بیشتر کا حاکم تسلیم کر لیا۔ لیکن وہ زیادہ دیر زندہ نہ رہا اور گھوڑے کی پیٹھ سے گر کر اسکا انتقال ہو گیا۔

سلیمان کے بعد ابن حفصون کا تیسرا بیٹا حفص بیشتر کا حاکم ہوا اور اس نے بھی علم بغاوت بلند رکھا۔ ابن حفصون کے انتقال کو دس سال کا عرصہ گذر چکا تھا اور ابتک ریہ کے پورے علاقہ پر عبدالرحمٰن کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ۹۲۷ء میں امیر نے بیشتر پر فوج کشی کی اور یہ اعلان کر دیا کہ فتح کئے بغیر محاصرہ نہیں اٹھایا جائیگا۔ محاصرہ میں نہایت سختی کی گئی اور چھ ماہ تک حفص نے شاہی افواج کا مقابلہ کیا لیکن آخر کار محاصرہ کی سختیوں کی تاب نہ لاکر حفص نے بیشتر کے قلعہ کو عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ امیر نے اس فتح کو خدا کے احسان سے تعبیر کیا اور جب تک وہ بیشتر میں مقیم رہا روزے رکھتا رہا۔ حفص نے غیر مشروط طریقہ پر اطاعت قبول کر لی تھی لہٰذا اسے معاف کر دیا گیا اور بعد میں اسے شاہی فوج میں خدمات انجام دینے کا موقع دیا گیا۔

بیشتر کی فتح کے بعد ریہ کے باقی قلعوں کو فتح کرنا کچھ مشکل نہیں تھا ۹۲۸ء میں تمام علاقہ کو فتح کر لیا گیا، بعض قلعوں کو مسمار کر دیا گیا اور بعض قلعوں میں شاہی افواج متعین کر دی گئیں۔

پورے جنوبی علاقہ پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن اندلس کے دیگر علاقوں کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے باغیوں کے خلاف فوجی مہمات شروع کر دیں۔ ۹۲۵ء میں تدمیر کے علاقہ میں فوجی کارروائی کی گئی۔ تدمیر پر عرب شیخ

تدمیر اور بلنسیہ کی فتوحات

اسلمی قابض ہوگیا تھا اور اس نے کئی مضبوط قلعے تعمیر کر لیئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے احمد بن اسحاق کی سرکردگی میں شیخ اسلمی کی سرکوبی کی لئے فوج روانہ کی۔ شاہی فوج نے یکے بعد دیگرے اسلمی کے قلعوں کو فتح کر لیا اور آخر میں اسلمی کو بھی اطاعت کرنی پڑی۔ اسے مع اہل وعیال کے قرطبہ بھیج دیا گیا اور تدمیر کے پورے علاقے پر اموی اقتدار قائم ہوگیا۔

تدمیر کے بعد جس اہم شہر کی طرف عبدالرحمٰن نے توجہ دی وہ طلیطلہ تھا۔ یہاں کے لوگ عرصہ سے حکومت سے باغی تھے اور اسے فتح کرنے کے لئے عبدالرحمٰن کو کافی تیاریاں کرنی پڑی تھیں۔ سنہ ۹۳۰ء میں پہلے تو عبدالرحمٰن نے ایک فوج اپنے وزیر سعید بن منذر کی سرکردگی میں طلیطلہ کی سمت روانہ کی اور کچھ دن بعد خود دوسری فوج لے کر طلیطلہ کے محاصرہ کی کمان سنبھال لی۔ طلیطلہ کے لوگوں کو لیون کی عیسائی حکومت سے امداد کی توقع تھی، اور یہ امدادی فوج طلیطلہ کے نزدیک پہونچ بھی گئی تھی لیکن شاہی فوجوں نے اسے شکست دیکر فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ محاصرہ طول کھینچتا گیا۔ عبدالرحمٰن نے طلیطلہ کے بالمقابل ایک نیا شہر "الفتح" کے نام سے آباد کر دیا جس کے یہ معنی تھے کہ محاصرہ اس وقت اٹھایا جائیگا جب اہلِ طلیطلہ امیر کی اطاعت قبول کر لیں گے۔ یہ محاصرہ دو سال تک جاری رہا اور آخر میں عبدالرحمٰن کو اپنے عزم میں کامیابی ہوئی اور اہلِ طلیطلہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور شہر امیر کے حوالہ کر دیا۔ طلیطلہ کی فتح کے بعد تقریباً آدھے اندلس پر عبدالرحمٰن کی حکومت ہوگئی اور ان بغاوتوں کا خاتمہ ہوگیا جن کی وجہ سے اموی حکومت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

شمال کی عیسائی ریاستوں سے جنگیں

شمالی اندلس کے بعض علاقوں میں عیسائی ریاستیں قائم تھیں اور عبدالرحمٰن دوئم کے بعد یہ خود مختار ہوگئی تھیں۔ ان میں لیون اور نبرہ کی ریاستیں طاقتور ہوگئی تھیں اور انہوں نے قرب وجوار کے مسلم علاقوں پر

فوج کشی کر کے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ ڈوزی کے بیان کے مطابق لیون کے عیسائی ایسے ظالم اور سفاک تھے کہ لڑائی جیت کر دشمن کو امان دینا نہیں جانتے تھے۔ جہاں کسی شہر پر ان کا قبضہ ہوا شہر کے کل آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ مسلمانوں نے جیسی جیسی رعایتیں عیسائیوں کے ساتھ کی تھیں عیسائیوں سے انکی توقع ناممکن تھی۔"

یہ وحشی عیسائی نہ صرف مسلمانوں کو اندلس سے نکال دینا چاہتے تھے بلکہ اُس تہذیب و تمدن کے بھی دشمن تھے جسے مسلمانوں نے اندلس میں قائم کیا تھا اور فروغ دیا تھا۔ عبدالرحمٰن کے سامنے صرف شمالی عیسائیوں کو اطاعت پر مجبور کرنا نہیں تھا بلکہ اس تہذیب کو بھی ختم ہونے سے بچانا تھا جو اندلس میں قائم تھی۔

عبدالرحمٰن کی حکومت کے آغاز میں لیون کے حکمراں اردون ثانی نے ماروہ کے علاقہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن کو جب لیون کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو اس نے ۹۱۶ء میں ایک فوج ابن ابی عبدہ کی سرکردگی میں روانہ کی جس نے ماروہ کے علاقہ کو لیون کے عیسائیوں سے خالی کیا اور وہاں امن و امان قائم کیا۔ اگلے سال ابی عبدہ نے لیون کے علاقہ پر فوج کشی کی اور کئی قلعہ فتح کر لیئے لیکن جب وہ قلعہ قاسطرمورش کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، اردون اس کی حفاظت کے لئے ایک کثیر فوج کے ساتھ آگیا اور سخت جنگ کے بعد مسلمانوں کو شکست دی اور ابی عبدہ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ اس فتح کے بعد اردون نے بڑھ کے عیسائیوں حاکم سانچو کے ساتھ ملکر گردونواح کے مسلم علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دیئے اور کئی ایک مقامات پر قبضہ بھی کر لیا۔ عبدالرحمٰن نے ابی عبدہ کی شکست کا بدلہ لینے اور اردون اور سانچو کو اطاعت گذار بنانے کے لئے حاجب بدر کی سرکردگی میں ۹۱۸ء میں ایک فوج روانہ کی جسنے لیون کے علاقہ پر حملہ کر دیا اور کئی عیسائی فوجوں کو زبردست شکستیں دیں۔ اس اثناء میں عبدالرحمٰن،

اردون ثانی لیون

خود بھی تازہ دم فوج لے کر لیون پر حملہ آور ہوا اور کئی اہم قلعے اور شہر فتح کئے۔ اردون نے عبدالرحمٰن کا مقابلہ نہیں کیا اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پناہ ڈھونڈتا رہا۔

اسی اثنا میں تسطیلہ کے لوگوں نے سانچو کے مقابلہ میں عبدالرحمٰن سے مدد کی درخواست کی اور عبدالرحمٰن کو تسطیلہ کا رخ کرنا پڑا۔ سانچو عبدالرحمٰن کی آمد کی خبر سن کر اپنی ریاست بنرہ میں واپس آ گیا لیکن اموی فوجوں نے دریائے ابرہ کو عبور کر کے سانچو کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ سانچو نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا لیکن اسے شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ سانچو نے اردون سے مدد کی درخواست کی اور اردون اپنی فوج لے کر سانچو کی مدد کو پہونچ گیا۔ عبدالرحمٰن سے عیسائیوں کی مشترکہ فوج کا مقابلہ وادی قصب میں ہوا۔ اس جنگ میں عیسائیوں کو شکست ہوئی ہزارہا مقتول اور گرفتار ہوئے۔ لیکن اردون اور سانچو فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

وادی قصب کی فتح کے بعد عبدالرحمٰن بنرہ کے بڑے علاقہ پر قابض ہو گیا اور ان فتوحات کو کافی سمجھ کر واپس ہو گیا۔ اور وہ تین ماہ باہر رہنے کے بعد ستمبر ۹۲۰ء میں قرطبہ واپس آ گیا۔ لیکن ابھی عبدالرحمٰن اطمینان کا سانس بھی لینے نہ پایا تھا کہ اسے پھر سانچو اور اردون کی حرکات کی خبر ملی۔ جنہوں نے اپنی فوجیں مرتب کر کے مسلمانوں سے جنگ شروع کر دی تھی۔ سانچو نے مسلمانوں کے ایک شہر لقیرہ کو فتح کر کے بیشتر آبادی کو تہہ تیغ کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن یہ خبر سن کر فوراً سانچو کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور ۹۲۴ء میں بنرہ کی حدود میں داخل ہو گیا۔ سانچو نے شاہی افواج کا پہاڑی علاقہ میں مقابلہ کیا لیکن اسے کئی موقعوں پر شکستیں ہوئیں اور پسپا ہونا پڑا۔ عبدالرحمٰن پیش قدمی کرتا ہوا بنرہ کے دارالحکومت بنبلونہ تک پہونچ گیا اور اس پر با آسانی قابض ہو گیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے سانچو بالکل بے دست و پا ہو گیا تھا اور ڈوزی کے بیان کے مطابق "آئندہ ایک مدت کے لئے

سانچو اور اردون

وہ اس قابل نہ رہا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔"

اس عرصے میں لیون کے حکمراں اردون ثانی کا انتقال ہو گیا تھا اور وہاں خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن عبدالرحمٰن نے اس خانہ جنگی سے فائدہ نہیں اٹھایا نہ لیون کے معاملات میں کوئی مداخلت کی اور قرطبہ واپس آگیا۔ قرطبہ واپس آنے کے کچھ عرصے بعد یعنی ۹۲۹ء میں عبدالرحمٰن نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور حکم دیا کہ اسے "امیر المومنین عبدالرحمٰن الناصر الدین اللہ کے لقب سے یاد کیا جائے"۔ عبدالرحمٰن پہلا اموی امیر تھا جسنے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔

شمالی اندلس کی جن عیسائی ریاستوں کے خلاف عبدالرحمٰن نے فتوحات حاصل کی تھیں لیکن ان کے حکمرانوں کو پوری طرح مغلوب نہیں کیا تھا اور صرف انہی شکستوں پر اکتفا کیا تھا جبکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کی حکومتیں ختم کر کے عیسائی علاقوں کو اموی ریاست میں شامل کر دیا جاتا لیکن یہ عیسائی ریاستیں برقرار رہیں اور مسلمانوں کے لئے پریشانی کا سبب بنی رہیں۔

لیون میں خانہ جنگی کا سلسلہ ۹۳۱ء/۳۱۹ھ تک قائم رہا آخیر میں اردون ثانی کا تیسرا بیٹا رومیر (ثانی) کامیاب ہوا اور اس نے فوراً اپنی فوجی طاقت بڑھانے کی طرف توجہ کی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب طلیطلہ کے لوگوں نے عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت کر دی تھی[1] رومیر طلیطلہ کے لوگوں کی مدد کے لئے ایک فوج لے کر روانہ ہوا لیکن طلیطلہ کے قریب اسے شکست ہوئی اور اسے پسپا ہونا پڑا۔ لیکن رومیر نے اپنی فوجی سرگرمیاں جاری رکھیں اور اس نے قشتالہ کے عیسائی امیر قومس کے ساتھ مل کر اموی علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ عبدالرحمٰن کو ۹۳۴ء میں اس کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت ملی اور اسے وشمہ کے مقام پر شکست دی۔ رومیر کو پہاڑیوں میں پناہ لینی پڑی۔ لیون اور قشتالہ کے کئی اہم شہر فتح

---

[1] اس بغاوت کا حال بیان کیا جا چکا ہے۔

کئے گئے۔ لیکن اس اثناء میں رومیر نے سرقسطہ کے اموی گورنر محمد بن ہاشم سے سازباز کر لی اور سرقسطہ میں عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ محمد بن ہاشم اور رومیر نے نبرہ کے نئے حکمران غرسیہ (سانچو کے انتقال کے بعد اسکا نوجوان لڑکا غرسیہ نبرہ کا امیر بن گیا تھا اور اپنی ملکہ طوطہ کی سرپرستی میں حکومت کرنے لگا تھا) سے بھی سازش کر لی اور تقریباً پورے شمالی علاقہ میں عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت ہو گئی۔

عبدالرحمٰن نے اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے سخت اقدامات اٹھائے اور بیک وقت نبرہ اور سرقسطہ کے خلاف فوجیں روانہ کیں اور باغیوں کو شکستیں دیں سرقسطہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور محمد بن ہاشم نے مجبور ہو کر خود کو عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ خلیفہ نے اسکا قصور معاف کر کے پھر اسے سرقسطہ کی امارت پر نامزد کر دیا۔ نبرہ میں عیسائی فوجوں کو پے در پے شکست نے غرسیہ اور ملکہ طوطہ کو سخت پریشان کر دیا اور ملکہ نے صلح کی درخواست کی، عبدالرحمٰن کی برتری کو تسلیم کیا اور اسکا تابع اور فرمانبردار ہونا منظور کیا۔

اس طرح لیون اور قیطلونیہ (شمالی مشرقی علاقہ کی عیسائی ریاست) کے علاوہ تمام اندلس پر عبدالرحمٰن کا اقتدار قائم ہو گیا، اندرونی بغاوتیں ختم کر دی گئیں اور شمالی سرحدوں کی کئی عیسائی ریاستوں کو مطیع کر لیا گیا۔

ابھی تک عبدالرحمٰن نے کسی جنگ میں شکست نہیں کھائی تھی اور اس کی شجاعت کا سکہ، دوست اور دشمن سب کے دلوں پر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود شمالی عیسائی ریاستیں بغاوتوں سے باز نہیں آتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اندلس کا دارالحکومت قرطبہ، شمال سے اس قدر دور تھا کہ شاہی افواج کی واپسی کے بعد باغی اپنے آپ کو آزاد سمجھنے لگتے تھے اور پھر بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ۹۳۹ء/۳۲۷ھ میں پھر رومیر، والی لیون اور نبرہ کی ملکہ طوطہ نے اطاعت سے انحراف کیا اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے اس مرتبہ

ایک زبردست فوج تیار کی لیکن غلطی یہ کی کہ اس فوج پر نجدہ کو سردار مقرر کیا جو صقالبہ (غلاموں) میں سے تھا۔[1] حالانکہ عبدالرحمٰن خود اس فوج کے ہمراہ تھے لیکن بعض عرب امراء کو نجدہ کی سرداری سخت ناگوار گذری اور اسے اپنی توہین خیال کیا جب عیسائیوں کی مشترکہ فوجوں کا مقابلہ شاہی افواج سے سیت مانکش (الہنگہ) کے مقام پر ہوا تو عرب سردار جم کر نہیں لڑے بلکہ میدانِ جنگ سے ہٹ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن کی فوجوں میں بے ترتیبی پیدا ہوگئی اور انہیں میدانِ جنگ سے بھاگنا پڑا۔ نجدہ مارا گیا، کئی بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے، عبدالرحمٰن ناصر کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے ساتھ صرف پینتالیس افراد جانیں بچا سکے تھے۔ یہ پہلی شکست تھی جو عبدالرحمٰن کو عیسائیوں کے مقابلہ میں ہوئی تھی۔ اس شکست کے بعد عبدالرحمٰن نے فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ بذاتِ خود محاذِ جنگ پر جاکر اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالے گا۔

لیکن عیسائی اس فتح سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرسکے اور ان میں آپس میں جنگیں شروع ہوگئیں۔ قشتالیہ کے لوگوں نے فرولند کی سرکردگی میں ردمیر کے خلاف بغاوت کردی اور اسطرح ردمیر کی فوجی طاقت کمزور ہوگئی۔ جنگ میں فرولند گرفتار ہوا لیکن بعد میں اسے رہا کردیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ردمیر کا انتقال ہوگیا اور لیون میں تخت نشینی کا جھگڑا شروع ہوگیا۔ اس کے دو لڑکے اردون اور سانچو جو مختلف بیویوں سے تھے، ایکدوسرے سے برسرِ پیکار ہوگئے۔ سانچو کو رشتہ داری کی بنا پر ملکہ طوطہ اور فرولند کی حمایت حاصل ہوگئی اور تینوں کی مشترکہ فوج نے اردون ثالث پر حملہ کردیا۔ اردون نے اس موقع پر مسلمانوں سے مصالحت کرنی چاہی تاکہ ان کی طرف سے حملہ کا خدشہ نہ رہے۔ چنانچہ اس نے ایک صلح نامہ پر دستخط کرکے عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دیا جس کی رو سے اس نے اپنے

اردون ثالث

---

[1] صقالبہ زیادہ تر شاہی غلام تھے جنکی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی تھی۔

بعض قلعے، شاہی افواج کے سپرد کر دیئے اور عبدالرحمن الناصر کا اطاعت گذار ہونا منظور کیا۔ لیکن اردون ثالث کا انتقال جلد ہی ہو گیا اور اس کی جگہ سانچو دوئم، لیون کا حکمران بن گیا۔ اس نے ان شرائط صلح کی پابندی ضروری نہیں سمجھی جو اردون ثالث سے طے ہوئی تھیں۔ لہٰذا عبدالرحمن نے احمد بن یعلیٰ کو جو طلیطلہ کا گورنر تھا سانچو دوئم کے مقابلہ میں فوجکشی کا حکم دیا۔ احمد نے ۹۵۷ء میں لیون پر حملہ کر دیا اور سانچو کو زبردست شکست دی۔ سانچو کو لیون سے بھاگ کر بلونہ میں پناہ لینی پڑی۔ لیون کے لوگوں نے سانچو کی جگہ اس کے چچازاد بھائی اردون چہارم کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا جسے فرولند کی بھی حمایت حاصل ہو گئی تھی۔

سانچو اپنی نانی ملکہ طوطہ کی عافیت میں تھا اور لیون پر دوبارہ اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا تھا اور اس کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ عبدالرحمن الناصر سے مصالحت کر کے اس کی مدد حاصل کی جائے چنانچہ سانچو اور طوطہ نے پہلے تو عبدالرحمن سے خط و کتابت کی اور اس کے بعد دونوں قرطبہ پہونچے تاکہ اپنی اطاعت کا پورے طور پر اظہار کر سکیں۔ سانچو اور طوطہ کو دیکھنے کے لئے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے اور لوگ سانچو کے موٹاپے سے بہت محفوظ ہوئے۔ نبرہ کی ملکہ طوطہ تقریباً تیس سال تک مسلمانوں سے جنگ کرتی رہی تھی لیکن اب اسکی حمایت کی ضرورت پڑی تھی تو سائل بن کر عبدالرحمن کے دربار میں حاضر ہوتی تھی۔ خلیفہ نے اس شرط پر سانچو کی مدد کا وعدہ کیا کہ وہ اپنے دس قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیگا اور خراج کی رقم ادا کرتا رہے گا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ طے ہوا کہ جب اموی فوجیں لیون پر حملہ آور ہونگی تو نبرہ کی فوجیں قشتالیہ پر حملہ کر دیں گی تاکہ قشتالیہ کا حکمراں فرولند، لیون کے حکمران اردون چہارم کی مدد نہ کر سکے۔ اس معاہدہ کو جلد ہی عملی شکل دیدی گئی۔

قرطبہ سے جو فوج ۹۵۸ء میں سانچو کی مدد کے لئے روانہ کی گئی اس نے لیون کے بڑے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اردون چہارم کو استورياس کے علاقہ

میں پناہ لینی پڑی۔

بنرہ کی فوجوں نے قشتالیہ پر حملہ آور ہو کر فرولند کو شکست دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ سانچو نے ان فتوحات کا حال عبدالرحمٰن کو لکھ کر بھیجا اور ساتھ ہی ساتھ اسکا شکریہ بھی ادا کیا اسطرح لیون اور قشتالیہ پر سانچو دوئم کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس نے اور اسکی نانی ملکہ طوطہ نے عبدالرحمٰن الناصر کا اطاعت گذار ہونا قبول کیا۔ جو خطرات اور خدشات شمالی اندلس کے عیسائی حکمرانوں کی طرف سے اموی حکومت کو پیدا ہو گئے تھے انکا سدباب ہو گیا اور خلیفہ کی برتری کو تسلیم کر لیا گیا۔

فاطمین مصر سے جنگیں

عبدالرحمٰن الناصر نے جہاں اندرونی بغاوتیں ختم کر کے پورے اندلس پر دوبارہ اموی اقتدار قائم کیا، شمال کی عیسائی ریاستوں کو اپنا مطیع بنایا وہاں اسے افریقہ کے شیعی حکمرانوں سے بھی جنگیں لڑنی پڑیں جن میں اسے کامیابیاں ہوئیں اور شمالی افریقہ میں اس کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ شیعوں کے فاطمی فرقے کے امام عبیداللہ المہدی نے ۹۰۹ء میں اغلبی حکمران زیادۃ اللہ کو شکست دے کر شمالی افریقہ میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی فاطمیوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور ان کے چوتھے حکمران المعز کے عہد میں مصر فتح کر لیا گیا اور فاطمین نے قاہرہ کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔

شمالی افریقہ کے فاطمین اور اندلس کے اموی حکمرانوں کے درمیان مخالفت کی وجوہات موجود تھیں۔ فاطمی شیعہ تھے اور اسماعلیت کو فروغ دینا چاہتے تھے، اموی شیعوں کے دشمن تھے اور ان کے بڑھتے ہوئے اثرات کو اپنے لئے، خطرہ سمجھتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اکثر فاطمی حکمران، اندلس کے باغیوں کی مدد کرتے تھے، اسی طرح اندلس کے اموی حکمران افریقہ کے باغیوں کی مدد کرتے اور وہاں اپنا اقتدار قائم کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔

۳۰۵ھ/۹۱۷ء میں شمالی افریقہ کے مغربی علاقہ موریتانیہ (موجودہ مراقش) کی ریاست نکور پر فاطمیوں نے حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور وہاں کا حکمراں سعید جنگ کرتا ہوا مارا گیا۔ سعید کے لڑکوں نے اندلس میں پناہ لی اور اس وقت تک جنوبی اندلس میں عبدالرحمٰن کے مہمانوں کی حیثیت سے مقیم رہے جبتک کہ حالات سازگار نہیں ہو گئے۔ سعید کے لڑکے صالح نے بربر قبائل کی مدد سے پھر نکور پر قبضہ کر لیا اور عبدالرحمٰن کو اپنا سرپرست اور خلیفہ تسلیم کیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ شمالی افریقہ کے مغرب اوسط کے علاقہ میں فاطمیوں کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ عبدالرحمٰن نے مغراوہ اور مکناسہ قبائل کی مدد کی۔ جنہوں نے عبدالرحمٰن کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور شمالی افریقہ کے مضبوط ساحلی شہر سبتہ کو ۳۱۹ھ/۹۳۱ء میں عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔

فاطمیوں کے خلاف ایک خارجی سردار ابویزید نے ۳۳۳ھ/۹۴۴ء میں افریقہ میں زبردست بغاوت کر دی اور اس نے کئی فاطمی فوجوں کو شکستیں دے کر قیروان پر قبضہ کر لیا اور دوسرے فاطمی خلیفہ قائم کا مہدیہ میں محاصرہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر ان بربر قبائل کو بھی فاطمیوں کے خلاف کھڑا کر دیا جنہوں نے اس کی سیادت کو قبول کر لیا تھا۔ یہ محسوس ہونے لگا کہ فاطمی حکومت کا خاتمہ صرف چند دنوں کی بات ہے لیکن ابویزید کی بعض غلطیوں کی بنا پر خود اس کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی، اسے مہدیہ کا محاصرہ اٹھانا پڑا، بعد میں وہ فاطمیوں کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا۔

ابویزید کی ناکامیوں کے بعد فاطمیوں کے لئے دیگر باغی علاقوں پر قبضہ کرنا آسان ہو گیا اور عبدالرحمٰن کے اکثر حامیوں کو اندلس میں پناہ لینی پڑی۔ چوتھے فاطمی خلیفہ المعز کے عہد میں فاطمیوں اور امویوں میں بحری جنگیں لڑی گئیں۔ ایک اندلسی جہاز نے جو اسکندریہ جا رہا تھا ایک فاطمی جہاز کو راستہ میں تباہ کر دیا۔ المعز کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک جہازی بیڑہ

اندلس کے ساحل کی طرف روانہ کیا جس نے المیرہ کی بندرگاہ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا اور بہت سے اندلسی جہازوں میں آگ لگادی۔ عبدالرحمٰن الناصر نے اسکا بدلہ لینے کے لئے اپنی فوج کے سالار غالب کو افریقہ کے ساحل پر حملہ کرنے کی غرض سے ایک بحری بیڑے کے ساتھ روانہ کیا، غالب نے سوسہ، طبرہ اور تونس کی بندرگاہوں کو نقصان پہونچایا اور وہاں سے بہت سامالِ غنیمت حاصل کیا اندلس کے اس حملے کا شمالی افریقہ میں یہ فوری اثر ہوا کہ وہاں کے چند والیوں نے فاطمی خلیفہ المعز کے خلاف بغاوت کر دی اور عبدالرحمٰن الناصر کی اطاعت قبول کر لی۔ لیکن المعز نے ایک لشکر جرار اپنے وزیر جوہر صقلبی کی سرکردگی میں باغیوں کے خلاف روانہ کیا جس نے فتوحات حاصل کیں اور باغیوں کی سرکوبی کی۔ شمالی افریقہ کے تقریباً پورے علاقہ پر پھر فاطمیوں کا قبضہ ہو گیا صرف سبتہ، عبدالرحمٰن الناصر کے قبضے میں رہا۔

عبدالرحمٰن، افریقہ کے معاملات کی طرف پوری طرح توجہ دے سکا کیونکہ اسے مستقل طور پر اندلس کے شمالی عیسائی ریاستوں سے جنگیں کرنی پڑیں۔ جب ان کی طرف سے اسے ۹۶۰ء میں اطمینان ہو گیا تو اس نے افریقہ کی فتح کے لئے فوجی تیاریاں شروع کر دیں اور بڑی تعداد میں جنگی جہاز بنوائے لیکن ابھی افریقہ کی مہم کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن کے لئے پیامِ اجل آپہونچا اور ۱۵ اکتوبر ۹۶۱ء (مطابق ۲ رمضان ۳۵۰ھ) کو اس کا انتقال ہو گیا۔ شمالی افریقہ کے بعض علاقوں کی فتح اس کے جانشین حکم ثانی کے عہد میں مکمل ہوپائی جسکا ذکر آئندہ باب میں کیا جائے گا۔

سیرت اور کارنامے عبدالرحمٰن الناصر یقیناً اندلس کے اموی حکمرانوں میں سب سے بڑا حکمران تھا اور اس نے بجا طور پر "امیر المومنین الناصر الدین اللہ" کا لقب اختیار کیا تھا۔ اسکا پچاس سالہ دورِ حکومت عربوں اور عیسائیوں کی بغاوتوں کے خاتمہ، امن وامان کے قیام،

عیسائی ریاستوں کی اطاعت، فاطمیوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کی روک تھام، انتظام سلطنت کی بہتری، عوام کی فلاح و بہبود اور علم و فنون کی اشاعت کے لحاظ سے اندلس کی تاریخ میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ جب عبدالرحمٰن قرطبہ میں برسرِ اقتدار آیا تھا تو اموی حکومت کا مستقبل کچھ زیادہ شاندار نہیں تھا اور یہ امیر عبداللہ کے جانشین پر منحصر تھا کہ وہ اموی اقتدار کے خاتمہ کا باعث بنتا ہے یا اس کے استحکام کا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی مستعدی، فرض شناسی، اور بے پناہ صلاحیتوں کا ثبوت دیکر نہ صرف اموی حکومت کو مستحکم بنا دیا بلکہ ہمعصر حکومتوں کے مقابلہ میں منفرد مقام تک پہونچا دیا۔ اس کے عہد کے پیشتر ہی سے عباسی اپنے زوال کے دور میں داخل ہو چکے تھے اور عباسی خلافت میں خودمختار ریاستیں قائم ہونے لگی تھیں۔ فاطمین نے شمالی افریقہ کے بعد مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہ اندلس کو بھی اپنی خلافت میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ شمالی اندلس کے عیسائی حکمراں بھی مستقل خطرہ بنے ہوئے تھے، اور ملک کی اندرونی حالات بھی کسی طرح اطمینان بخش نہیں تھے۔ عبدالرحمٰن کو اپنے دادا، امیر عبداللہ کے زمانہ ہی میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اموی اقتدار، منظم اور وفادار فوج کی ہی مدد سے قائم رہ سکتا ہے لہٰذا اس نے سب سے پہلے فوجی تنظیم کی طرف توجہ دی اور ایک ایسی فوج تیار کی جس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زائد تھی۔ عرب امراء کا زور توڑنے کے لئے عبدالرحمٰن نے انہیں اہم فوجی عہدوں پر متعین نہیں کیا بلکہ صقالبہ اور بربری سالاروں کو نامزد کیا۔ صقالبہ وہ غلام تھے، جو کم سنی میں یورپ کے مختلف علاقوں سے اندلس لاکر فروخت کئے جاتے تھے۔ یہ اپنے آقاؤں کا مذہب اختیار کر لیتے تھے اور نہایت وفاداری کا ثبوت دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے انہیں بڑی تعداد میں فوج میں شامل کیا تھا اور اسکا ذاتی محافظ دستہ بھی ان پر مشتمل تھا۔ صقالبہ کے علاوہ عبدالرحمٰن نے شمالی افریقہ کے بربریوں کی بھی سرپرستی کی تھی اور انہیں عربوں کے مقابلہ میں آگے بڑھایا تھا۔ عرب امراء، عبدالرحمٰن کی اس فوجی حکمتِ عملی سے

نہایت غیر مطمئن تھے اور الہندق کی جنگ کے موقع پر انہوں نے غداری کی تھی جس کے نتیجہ میں عبدالرحمٰن کو شکست اٹھانی پڑی تھی۔ لیکن عبدالرحمٰن نے بعد میں اس شکست کا بدلے لیا اور پورے اندلس پر اس کی فوجی برتری قائم ہوگئی۔

بری فوج تو اندرونی بغاوتوں اور شمال کی عیسائی ریاستوں کے خطرات کو ختم کرنے کے لئے منظم کی گئی تھی، لیکن فاطمین سے اندلس کو محفوظ رکھنے کیلئے ایک مضبوط اور طاقتور بحری بیڑے کی ضرورت تھی، شمالی افریقہ کے ساحل اور جزیرہ صقلیہ پر قابض ہونے کے بعد بحیرہ روم پر فاطمیوں کا اقتدار قائم ہوگیا تھا اور وہ کسی وقت بھی اندلس پر فوج کشی کر سکتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے اس خطرہ کو جلد ہی محسوس کر لیا اور اندلس کی حفاظت کے لئے بڑے پیمانہ پر جنگی جہاز تعمیر کرائے جنکی تعداد کئی سو تک پہونچ گئی۔ اس کی بحری فوج میں پچاس ہزار سے زائد سپاہی تھے جو مختلف سالاروں کی ماتحتی میں اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن کے عہد کا مشہور امیر البحر غالب تھا جس نے کئی مرتبہ فاطمین کی بحری فوجوں کو شکستیں دے کر بحیرہ روم میں اموی برتری کو ثابت کر دیا تھا۔ غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دسویں صدی عیسوی میں فوجی تنظیم کے لحاظ سے عبدالرحمٰن الناصر مہذب دنیا کا سب سے زیادہ طاقتور حکمراں تھا۔

مفتوحہ علاقوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے عبدالرحمٰن نے انتظام سلطنت کی طرف بھی پوری توجہ کی۔ شروع میں تو اس نے امیر عبداللہ کے وزراء اور عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ لیکن رفتہ رفتہ حالات کے مطابق ان میں تبدیلیاں ہوتی گئیں اور جن وزیروں کو الناصر کے مزاج میں بہت دخل ہوگیا ان میں موسیٰ بن محمد، عبدالمالک بن جہید اور احمد بن عبدالملک شہید قابل ذکر ہیں۔ ان وزراء کے سپرد مختلف محکمے تھے جن میں فوج کے علاوہ مالیات، رسل و رسائل، پولیس (شرطہ)، تعمیرات زراعت اور فنون و حرفت کے انتظامات کی طرف خاص توجہ تھی۔

امن و امان کے قیام کے ساتھ ساتھ ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوگیا۔

انتظام سلطنت

اور محاصل کی وصولیابی میں آسانیاں ہوگئیں تھیں۔ زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت کو بے حد فروغ ہوا تھا جس کے نتیجہ کے طور پر سلطنت کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا تھا اور ڈوزی کے بیان کے مطابق یہ دو کروڑ دینار کے لگ بھگ تھی۔ اس آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ پہلا حصہ فوج کی تنظیم اور فتوحات پر خرچ ہوتا تھا۔ دوسرا حصہ تعمیرات اور دیگر انتظامی کاموں کے لئے وقف تھا اور باقی ایک تہائی کو محفوظ رکھ لیا جاتا تھا۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ الناصر کے انتقال کے وقت خزانہ میں پانچ ارب دینار موجود تھے۔

عبدالرحمٰن کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے رسل ورسائل کا انتظام بالکل بگڑ چکا تھا۔ سڑکیں اور راستے نہ محفوظ تھے، اور نہ استعمال کے قابل رہے تھے۔ عبدالرحمٰن نے رسل ورسائل کے انتظام کو درست کیا، پرانی سڑکوں کی مرمت کرائی گئی، اور نئی سڑکیں تعمیر کی گئیں، مسافروں کی حفاظت کے لئے مناسب انتظامات کئے گئے اور تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر حفاظتی دستے تعینات کئے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ انتظام بھی کیا گیا کہ ملک کے مختلف حصوں کی خبریں نہایت تیزی سے خلیفہ تک پہونچ جائیں۔ اس کے لئے خبر رساں سوار مقرر کئے گئے اور خبر رسانی کے محکمے کو نئے سرے سے منظم کیا گیا۔ شہروں میں امن وامان کے قیام کے لئے پولیس کے محکمے کی تنظیم پر عبدالرحمٰن نے پوری توجہ دی اور عوام کو قوانین کا پابند بننے پر مجبور کیا۔ تمام ملک میں امن وانتظام موجود تھا جو پولیس کی کارکردگی کا نتیجہ تھا۔

شہروں کے انتظامات کے لئے شہری ادارے (میونسپلٹیاں) قائم کئے گئے تھے جن کے ذمہ مکانات اور سڑکوں کی تعمیر، پانی اور روشنی کی فراہمی اور دیگر فلاحی کام کئے گئے تھے۔

عوام کی خوشحالی

اندلس کی تاریخ میں عبدالرحمٰن کا دورِ حکومت، عوام کی خوشحالی کے لحاظ سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ ملک کی آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا

زراعت، تجارت اور صنعت کو اسقدر ترقی ہوئی تھی کہ اس سے پہلے ممکن نہیں ہوسکی تھی۔ آبپاشی کے نئے طریقوں کو رائج کر کے بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنایا گیا۔ دشوار گزار علاقوں میں بھی نہریں کھودی گئیں اور پورے ملک میں زراعت کو فروغ دیا گیا۔ اندلس کی خوشحالی کا ذکر سن سن کر شمالی افریقہ اور دیگر علاقوں سے لوگ یہاں آکر آباد ہونے لگے اور عبدالرحمن کے عہد میں یہاں کی آبادی تین کروڑ سے بھی بڑھ گئی۔ زراعتی ترقی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دریائے الکبیر کے کنارے تین ہزار گاؤں آباد تھے جن کے چاروں طرف سرسبز و شاداب کھیت تھے۔ عبدالرحمن کو باغات لگانے کا بھی بہت شوق تھا، اور اس نے قرطبہ کے گردو نواح کی زمینوں پر بہ کثرت باغات لگوائے تھے۔ اس کی تقلید میں دیگر امراد اور جاگیرداروں نے بھی اپنی اپنی زمینوں کو باغات سے آباد کیا تھا، جو مزید زراعتی ترقی کا باعث ہوگیا تھا۔

زراعت کے ساتھ ساتھ، اس عہد میں ملک میں صنعتی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئی تھیں، اور قرطبہ اشبیلیہ البیرہ مدینہ سدونیہ اور دیگر شہروں میں مختلف کارخانے قائم ہوگئے تھے جن میں ریشمی اور سوتی کپڑے چمڑے اور دھاتوں کی اشیاء بنائی جاتی تھیں۔ صرف قرطبہ میں کپڑے بننے والوں کی تعداد بارہ ہزار سے زائد تھی۔ اندلس میں دھاتوں سے روزمرہ کے استعمال کی اشیاء بنتی تھی جو اپنی صناعی کے اعتبار سے دور دور تک مشہور تھیں۔ چمڑے کے کام میں تو قرطبہ نے اتنی ترقی کی تھی کہ آج تک یورپ کے ممالک میں قرطبہ کا نام چمڑے کی صنعت سے وابستہ سمجھا جاتا ہے عبدالرحمن کے عہد میں سونے، چاندی، پیتل اور لوہے کی کانوں میں بڑے پیمانہ پر کام ہوا تھا اور اندلس کا شمار دنیا کے دولت مند ترین ملکوں میں ہونے لگا تھا۔

زراعتی اور صنعتی ترقی کا لازمی نتیجہ تجارتی ترقی تھا۔ ملک کے اندر اور ملک سے باہر اندلس کے تاجروں کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ ان کی درآمد اور برآمد بڑے پیمانہ پر کی جانے لگی تھی۔ عبدالرحمٰن نے صرف فوجی ضرورت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ تجارتی نقطۂ نگاہ سے بھی جہاز سازی کی طرف پوری توجہ کی تھی۔ جنگی جہازوں کے علاوہ تجارتی بیڑہ قائم کیا گیا تھا جس میں ایک ہزار کے قریب جہاز تھے۔ یہ جہاز اندلس کا مال، افریقہ، ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں لے جاتے تھے اور ان کی حفاظت کا بھی بندوبست کیا جاتا تھا۔

عبدالرحمٰن کے عہد میں بحر روم سے فاطمی اثرات ختم ہو گئے اور اندلس کے تاجروں نے تمام اہم بندرگاہوں میں اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کر لی تھیں۔ اس دور میں تجارتی سرگرمیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ حکومت کی آمدنی کا بڑا حصہ ان محاصل پر مشتمل ہو گیا تھا۔ جو اشیاء کی درآمد و برآمد پر عاید کیے جاتے تھے۔ زراعتی، صنعتی اور تجارتی ترقیاں ملک کی عام خوشحالی کی ذمہ دار تھیں۔ اندلس کے لوگوں کا معیار زندگی دسویں صدی عیسوی میں دنیا کے دیگر مہذب لوگوں کے مقابلہ میں بہت بلند ہو گیا تھا اور تقریباً ہر شخص سواری کے جانور کا مالک تھا۔

علمی اور ثقافتی کارنامے: عبدالرحمٰن الناصر میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک عظیم حکمران میں ہونی چاہییں۔ وہ علمی اور ثقافتی سرگرمیوں کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ اور اندلس میں نہ صرف مروجہ علوم کی اشاعت میں دلچسپی لی تھی بلکہ یونانی علوم کو جنکی طرف مسلمانان اندلس نے عبدالرحمٰن ثانی کے زمانے سے توجہ دینی شروع کی تھی اندلس میں رائج کرنا چاہا۔ اور مختلف یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرایا گیا۔ عبدالرحمٰن کے دربار میں نکولس اور حسدائی جیسے یونانی اور یہودی عالم موجود تھے جنھوں

، علم و حکمت کی کتابوں کے ترجمے بھی کئے اور نئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔
صر کو فلسفہ، تاریخ اور ہیئت سے بہت دلچسپی تھی اور ان علوم کی بیشمار کتابیں اس
۱۰ اپنے کتب خانہ میں جمع کی تھیں اس نے ملک میں تعلیم عام کرنے کے لئے بہت
ے نئے تعلیمی ادارے قائم کئے جن میں نہ صرف مفت تعلیم کا بندوبست تھا
مستحق طلباء کو وظائف بھی ملتے تھے۔

ثقافتی اعتبار سے الناصر کے کارناموں میں، عمارتوں اور محلات کی تعمیرات
بت اہمیت حاصل ہے۔ اسے عمارتوں کی تعمیر کا بے حد شوق تھا اور اس کے
ہد میں قرطبہ دنیا کے خوبصورت شہروں میں شمار ہونے لگا تھا۔ بغداد کی رونق
رطبہ میں منتقل ہو گئی تھی۔ جہاں نئے نئے عالیشان محلات تعمیر ہو رہے تھے
بدالرحمٰن نے قرطبہ کی جامع مسجد کو مزید وسعت دے کر اسے نئے سرے سے
راستہ پیراستہ کر دیا تھا۔ اس کے ستونوں اور محرابوں پر سونے کا کام کیا گیا
تھا۔ اور پوری عمارت کو مینا کاری کی مدد سے منقش کر دیا گیا تھا۔ قرطبہ کی
رونق اور وسعت کا اندازہ ڈوزی کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ "قرطبہ
یں پانچ لاکھ باشندے تین ہزار مساجد متعدد عالیشان محل اور ایک لاکھ
یس ہزار سکونت کے مکانات تھے۔" قرطبہ کی تعریف تمام دنیا میں پھیل گئی
تھی۔ اور دور دور سے ملکوں سے سیاح اس شہر کو دیکھنے کی غرض سے آتے تھے۔

ناصر نے ۹۳۶ء میں، قرطبہ کے شمال میں تین میل کے فاصلہ پر ان محلات کی
بنیادیں ڈالیں جو اس کی کنیزہ زہرا کے نام سے وابستہ تھے۔ مدینۃ الزہرا کی
ی تعمیر میں تقریباً پندرہ سال کا عرصہ لگ گیا۔ اور اس پر ایک کروڑ پچاس لاکھ
دینار خرچ ہوتے تھے۔

الزہرا کے محلات، ایک شہر میں تبدیل ہو گئے تھے اس کا نام مدینۃ الزہرا
پڑ گیا تھا۔ اس کی تعمیر کے لئے دور دراز کے علاقوں سے سنگ مرمر اور سنگ سرخ
منگایا تھا اور اس کا محل خاص ایک میل لمبا اور نصف میل چوڑا تھا۔

نہ صرف مدینۃ الزہرا میں باغات، نہریں، حوضیں اور فوارے تعمیر کیے گئے تھے اس کے سامنے کی پہاڑی کو جو چٹیل تھی سبزہ زار بنا دیا گیا تھا تاکہ ماحول کی خوبصورتی میں فرق نہ آئے۔ مدینۃ الزہرا کی تعمیر میں سے عبدالرحمٰن الناصر کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دولت کی فراوانی کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں اور وہ زندگی کے ہر معرکے کو جزوی تفصیل کے ساتھ سر کرنیکا عادی تھا۔

سفارتی تعلقات

عبدالرحمٰن کے عہد میں اندلس کا شمار طاقتور ترین ملکوں میں ہونے لگا تھا اسلئے یورپ کے اکثر حکمرانوں نے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے چاہے اور اپنے نمائندے دربار خلافت میں روانہ کئے ۹۴۷ء میں خاص طور پر کئی ممالک کے سفارتی نمائندے قرطبہ آئے۔ قسطنطنیہ کے بازنطینی حکمران، عباسیوں کی مخالفت میں اندلس کے امویوں سے دوستانہ معاملات رکھنا چاہتے تھے اور الناصر سے پہلے بھی انھوں نے اپنے سفارتی نمائندے، قرطبہ بھیجے تھے۔ عبدالرحمٰن الناصر کے عہد میں بھی سفارتی تعلقات کی تجدید کی گئی اور بازنطینی نمائندوں کو الزہرا کے عالیشان محل میں شرف ملاقات بخشا گیا۔ ان کے علاوہ فرانس، جرمنی اور اٹلی کے بعض علاقوں کے حکمرانوں نے بھی اپنے سفرا۔ الناصر کے دربار میں بھیجے اور دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ یورپین ممالک کے حکمراں یقیناً عبدالرحمٰن کو اتنا طاقتور سمجھتے تھے کہ اس کی خوشنودی حاصل کرنا ان کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ سفارتی وفود کی آمد، اندلس کی مستحکم حکومت اور عبدالرحمٰن الناصر کی عظمت کی دلیل تھی۔

ذاتی صفات

عبدالرحمٰن کی ذاتی صفات میں ارادہ کی مضبوطی، بلند ہمتی، وسعتِ نظری اور فرض شناسی شامل تھیں وہ ایک باہمت اور مدبر حکمراں تھا اور اس نے نہ صرف اندلس کی اموی حکومت کو ختم ہونے سے بچا لیا تھا۔ بلکہ اس کی عظمت کو دنیا پر قائم کر دیا تھا۔ اس

بجا طور پر خلیفہ کا لقب اختیار کیا تھا۔ اور وہ شان و شوکت اور حکومت و اقتدار میں ہارون الرشید سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ جس طرح عباسی خلافت، ہارون کے عہد میں اپنے معراج پر پہونچ گئی تھی۔ اسی طرح اندلس میں اموی خلافت نے عبدالرحمٰن الناصر کے عہد میں نقطۂ کمال کو چھو لیا تھا۔ اقتدار اور طاقت کے باوجود الناصر نہایت منکسر المزاج اور مخیر تھا۔ اس کی روا داری نے تو تاریخی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ شمالی اندلس کے عیسائیوں نے عرصہ تک اس سے جنگیں جاری رکھیں لیکن جب بھی انھوں نے صلح، رحم، اور مدد کی درخواست کی عبدالرحمٰن نے اسے بخوشی منظور کیا اور مکمل طور پر ان کا استیصال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اندلس کی عیسائی رعایا کو ہر طرح کی مذہبی، اقتصادی اور سماجی آزادیاں دی گئی تھیں۔ اور غیر مسلموں کو ملک کے اہم عہدوں پر تعینات کیا گیا۔ الناصر مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو ختم کر کے ایک قوم کی تشکیل کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ اس کا طویل دورِ حکومت جنگی سیاسی اور اصلاحی سرگرمیوں سے پُر تھا اور خود عبدالرحمٰن کے حساب کے مطابق، اس طویل عرصہ میں صرف چودہ دن وہ سکون اور اطمینان کے بسر کر سکا تھا۔ ورنہ باقی تمام عرصہ فرائضِ حکومت ادا کرنے میں صرف ہو گیا تھا۔

عبدالرحمٰن الناصر کے متعلق ڈوزی کی رائے ہے کہ "کس بلا کا ہمہ گیر دماغ ہو گا جو چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ منصوبوں کو سوچنے اور احاطہ کرنے پر قادر تھا۔ اس شخص نے اپنی عقل و ذہانت سے قوم کے افراد متحد کیا وسائل دولت و ثروت کو مجتمع کیا اور مختلف سلطنتوں سے اتحاد پیدا کر کے توازن قوت قائم کر دیا۔ مذہبی روا داری سے کام لے کر اپنی سیاسی مجلسوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کو شریک کیا۔ ایسا شخص عہد وسطیٰ کا خلیفہ نہیں بلکہ زمانۂ موجودہ کا عاقل و دانشمند حکمراں معلوم ہوتا ہے۔"

ساتواں باب

حکم ثانی ، ہشام ثانی ، حاجب المنصور

حکم ثانی

خلافت ۹۶۱ء / ۳۵۰ھ وفات ۹۷۶ء / ۳۶۶ھ

خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کی وفات کے بعد اس کا لڑکا حکم ثانی اندلس کا حکمران ہوا اور اس نے المستنصر کا لقب اختیار کیا۔ حکم نے اپنے باپ کے تجربہ کار وزراء کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ اور جعفر الصقلبی کو اپنا حاجب مقرر کیا۔ تخت نشینی کے وقت حکم کی عمر تقریباً چھیالیس برس کی تھی۔ اس کو انتظام سلطنت کا کافی تجربہ ہو چکا تھا اور اس کی شہرت ایک منصف اور مدبر حکمران کی حیثیت سے پورے ملک میں پھیل چکی تھی۔

عیسائی ریاستوں پر حملے عبدالرحمٰن الناصر کے آخری عہد میں شاہان لیون اور نبرہ نے مسلم حکومت کی برتری کو تسلیم کر لیا تھا اور الناصر سے ایک معاہدۂ امن پر صلح کر لی تھی لیکن اس کے مرتے ہی عیسائی حکمران اپنے معاہدوں سے پھر گئے۔ چنانچہ بادشاہ لیون نے سرحدی قلعوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا اور غرسیہ بادشاہِ نبرہ نے فرولندبن عبد شلب کو حکومتِ قرطبہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان عیسائیوں حکمرانوں کا خیال تھا کہ حکم کو اپنی علمی اور تمدنی سرگرمیوں سے اتنی فرصت نہ ملے گی کہ وہ معاہدوں کے عمل پر اصرار کرے اور اگر

اس نے جنگ کا اعلان بھی کیا تو اپنے باپ کی طرح کامیاب سپہ سالار ثابت نہ ہو سکے گا لیکن ان کا یہ خیال درست ثابت نہ ہوا اور ان کو اپنی بدعہدی کا جلد ہی خمیازہ بھگتنا پڑا۔

غرسیہ بادشاہ نبرہ سے آزادی حاصل کرتے ہی فرولند بن عبدشلب نے اسلامی حکومت کی سرحدوں پر حملے شروع کر دیئے اور حکم کو ۹۶۲ء میں عیسائی حکمرانوں کے خلاف اپنی مہمات کا آغاز کرنا پڑا۔ وہ خود فوجیں لے کر شمالی سرحد کی طرف بڑھا۔ اور فرولند عبدشلب کو شکست دے کر عیسائیوں کو اسلامی سرحد سے باہر نکال دیا۔ الحکم کے قرطبہ واپس لوٹنے پر اردون چہارم جس کو شانچہ نے عبدالرحمن الناصر کی مدد سے لیون کے تخت سے اتار دیا تھا۔ ملنے کے لئے آیا تھا تاکہ وہ مسلم حکمران کی مدد سے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کر سکے۔ اردون نے حکم کے دربار میں پہنچ کر درخواست کی کہ شانچہ نے اپنے معاہدہ کو توڑ کر عہد شکنی کی ہے اگر اس کی مدد کر کے لیون کا تخت اسے واپس دلا دے تو وہ ہمیشہ مسلمانوں کا وفادار اور باجگذار رہے گا۔ حکم نے اردون کی یہ درخواست منظور کر لی اور اس کو انعام و اکرام اور خلعت سے نوازا۔ الحکم کا خیال تھا کہ اردن کی مدد کرنے سے لیون کے خلاف جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسلامی حکومت کی برتری عیسائی ریاستوں پر دوبارہ قائم ہو جائے گی چنانچہ اس نے لیون کے مفرور حکمران اردون چہارم سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے اردون نے مسلمانوں سے دوستانہ مراسم رکھنے کا اقرار کیا۔ اپنے لڑکے غرسیہ کو بطور یرغمال قرطبہ بھیجنے کا وعدہ کیا اور اس بات کا بھی عہد کیا کہ باغی فرولند عبدشلب سے کوئی واسطہ نہ رکھے گا اور نہ اس کی کبھی مدد کرے گا۔

الحکم نے اس نئے معاہدہ کو بہت مشتہر کرایا تاکہ شانچہ بادشاہ لیون مرعوب ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جلیقیہ کے لوگوں نے اس کی اطاعت سے انکار کر دیا اور شانچہ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اگر اردون نے

مسلم افواج کی مدد سے لیون پر حملہ کیا تو اس کے ماتحت امرا۔ اس کا ساتھ نہ دیں گے۔ چنانچہ اس نے فوراً چند پادریوں اور عیسائی امرا۔ کو قرطبہ روانہ کیا تاکہ وہ حکم اس بات کا یقین دلادیں کہ شانچہ پچھلے معاہدہ کے تمام شرائط پورے کرنے پر آمادہ ہے۔ حکم بلاوجہ جنگ وجدال پسند نہ کرتا تھا چنانچہ اس نے جب دیکھا کہ شانچہ اطاعت پر آمادہ ہے تو اس کی درخواست منظور کرلی۔ اردن چہارم اس ناکامی کو برداشت نہ کرسکا اور اس کا قرطبہ ہی میں چند ماہ بعد انتقال ہوگیا۔

اردن کی موت کے بعد شانچہ کا جب کوئی مدمقابل نہ رہا تو اس نے دولت قرطبہ سے پھر سرکشی اختیار کرلی اور عہدنامہ کی شرائط کو توڑ دیا۔ چنانچہ حکم نے عیسائی حکمرانوں کے خلاف مدینہ سلم کے گورنر غالب کو قشتالیہ کی طرف روانہ کیا۔ غالب نے عیسائیوں کو شکست دے کر ان کے مضبوط قلعہ سنت اشتیبان پر قبضہ کرلیا۔ اس دوران میں سرقوسہ کے گورنر محمد تجیبی کا لڑکا یحییٰ بھی اپنی فوجیں لے کر غالب سے آن ملا۔ دونوں کی متحدہ فوجوں نے غرسیہ بادشاہ نبرہ پر حملہ کردیا۔ غرسیہ کو شکست ہوئی اور قلیرہ کے قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دوسرے اہم سرحدی قلعوں پر قبضہ کرکے ان کے گرد مضبوط فصلیں تعمیر کرائیں اور ان میں مسلم افواج کو متعین کیا۔ اس طرح ۹۶۶ء تک فرولند عبد شلپ اور غرسیہ بادشاہ نبرہ نے حکم کی اطاعت قبول کرلی۔ اُن کی مثال قائم ہونے سے قیطلونیہ کے امرا۔ بھی حکم سے پناہ کے طالب ہوتے اور انہوں نے اپنے اُن قلعوں کو جو اسلامی سرحد سے متصل تھے اُن کو مسمار کرادیا۔ حکم کی عیسائی ریاستوں سے اس وقت کی صلح اس کے پورے عہد تک قائم رہی اس کی بڑی وجہ تو یہ تھی کہ حکم خود جنگ وجدال پسند نہ کرتا تھا دوسرے عیسائی ریاستیں اپنے اندرونی انتشار میں مبتلا ہوگئیں جس کی وجہ سے انھوں نے اسلامی سرحدوں پر حملے کے خیال کو ترک کردیا۔ شانچہ

بادشاہ لیون جب حکم سے مصالحت کی کوشش میں مصروف تھا تو اس نے جلیقیہ پر حملہ کر دیا۔ اور دریائے دویرہ کے کنارے ایک بڑے علاقہ کو فتح کر لیا اہل جلیقیہ نے کبھی بادشاہ لیون کی اطاعت قبول نہیں کی تھی دوسری طرف فرولند عبد شلب ایک زبردست فوج شانچہ کے مقابلہ کے لئے جمع کر چکا تھا۔ دریائے دویرہ کے کنارے اس نے شانچہ سے ملاقات کی تاکہ دونوں ریاستوں کے درمیان امن قائم ہو جائے۔ اس بہانے فرولند نے شانچہ کو کھانے میں زہر دیکر ۹۶۶ء کے آخر میں ہلاک کر دیا۔ شانچہ کے صرف ایک کمسن لڑکا رومیر تھا جو اپنی خالہ ایلویرا کی تولیت میں باپ کا جانشین ہوا لیکن امراے لیون نے ایک عورت اور ایک کم عمر لڑکے کی اطاعت قبول نہیں کی اور اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ چنانچہ لیون کی مستحکم عیسائی ریاست چھوٹے چھوٹے امرا میں تقسیم ہو کر انتہائی کمزور ہو گئی۔ اسی زمانہ میں ڈین قوم کا ایک گروہ شمالی اسپین میں داخل ہوا۔ جس کو نارمنڈی کے بادشاہ نے اپنے ملک سے نکال دیا تھا اس قوم نے شمالی لیون اور جلیقیہ کے علاقہ کو تین برس تک تباہ و برباد کیا ۹۷۰ء میں قشتالیہ کا حکمراں فرولند بن عبد شلب بھی مرگیا۔ اس طرح سے شمالی عیسائی حکمراں اتنے کمزور ہو گئے کہ انھوں نے عرصہ تک مسلمانوں کے خلاف اپنی جارحانہ کارروائیوں کو بند رکھا۔

شمالی افریقہ میں فتوحات

حکم نے شمالی عیسائی ریاستوں کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ شمالی افریقہ کی فتوحات کی طرف توجہ دی جہاں کے فاطمی خلفا۔ اس کوشش میں تھے کہ پوری اسلامی دنیا کو اپنی حکومت کا تابع بنائیں۔ انھوں نے اسپین میں اپنے نمائندے اس غرض سے بھیجے تھے کہ وہاں کے مذہبی طبقہ میں اپنے اثرات پیدا کر کے لوگوں کو فاطمی خلافت کی طرف مائل کریں۔ فاطمی داعی اسپین کی افواج اور حکم کے دربار تک میں اپنی خفیہ تحریک پھیلانے کی فکر میں تھے۔ حکم اس دوران میں شمالی

اندلس کی مہمات میں مصروف تھا۔ چنانچہ وہ افریقہ کی طرف فوری توجہ نہ دے سکا۔ وقتی طور پر فاطمی خطرات المعز کے مصر جانے کے بعد ختم ہو گئے لیکن اس کے نمائندہ بربر قبائل نے حکم کے جنگی جہازوں سے افریقہ میں جنگ شروع کر دی۔ ادریسی حکومت پر بنوامیہ اندلس کا اب بھی اقتدار باقی تھا اس لیے ابو الفتح نے جو فاطمی خلافت کی طرف سے افریقہ کا گورنر تھا ادریسی حکمران حسن ابو المنون پر حملہ کر دیا اور اس کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ حکم کے بجائے فاطمی حکمران المعز کی خلافت کو تسلیم کرے۔ حکم کے جنگی جہازوں نے فاطمی گورنر سے لڑائی شروع کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور حکم کا سپہ سالار میدان جنگ میں مارا گیا۔ چنانچہ اموی خلافت کے اثرات موریٹینیا سے ختم ہو گئے اور حسنی المعز کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اب اموی حکومت کے قبضہ میں صرف چند قلعے شمالی افریقہ میں باقی رہ گئے۔

حکم کو جب شمالی اندلس کی مہمات سے فرصت ملی تو اس نے ابن غالب کی ماتحتی میں ایک زبردست فوج فاطمی فتوحات کی روک تھام کے لئے موریٹینیا روانہ کی۔ غالب نے بربر قبائل میں نا اتفاقی پیدا کر کے فتوحات حاصل کیں اور مال و دولت کے اثر سے ان کو اموی حکومت کا خیر خواہ بنا لیا۔ لیکن اس سلسلے میں غالب نے بہت بیجا تصرف بھی کیا۔ چنانچہ حکم نے فوج کی مالیاتی تنظیم کے لئے محمد ابن ابی عامر کو افریقہ بھیجا۔ حسن بن غنون نے حکم کی افواج کا کئی ماہ تک مقابلہ کیا لیکن ۹۷۴ء میں اس کو شکست ہوئی اور وہ قید کر کے قرطبہ بھیج دیا گیا۔ حکم نے اس کو تیونس کی طرف جلاوطن کر دیا جہاں سے وہ اسکندریہ چلا گیا۔ اس کامیاب مہم کے بعد شمالی افریقہ کے بربر قبائل نے اموی حکومت کی سرپرستی قبول کر لی۔ اور قاہرہ کے فاطمی خلیفہ سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے۔ یہ حکم کی آخری مہم تھی اس کے بعد اندلس کے اطراف میں مکمل امن و امان قائم ہو گیا۔ اور حکم اپنے علمی اور تمدنی کارناموں میں مصروف ہو گیا۔

خلیفہ الحکم کا تقریباً پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد ستمبر ۹۷۶ء میں انتقال ہو گیا۔

اس نے مرنے سے قبل اپنے نو عمر لڑکے ہشام ثانی کو اپنا ولیعہد نامزد کیا تھا اور ملکہ صبح، حاجب مصحفی اور ابن ابی عامر کو اسکا سرپرست مقرر کیا تھا۔

حکم کا عہد اگرچہ عبدالرحمٰن الناصر کے مقابلہ میں مختصر تھا لیکن اپنے کارناموں کی وجہ سے اُس کو اندلس کی تاریخ میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس نے اپنی حکومت کی سرحدوں کے تحفظ کا خیال رکھا اور عیسائیوں اور فاطمیوں کے حملوں کی روک تھام کر کے امن و امان قائم کیا۔ لیکن حکم کے تمدنی اور علمی کارنامے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جن کی وجہ سے اس کے دور کو نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔

حکم کا ذوقِ علمی

اگرچہ حکم کے بزرگ بھی عالم و علم دوست اور کتابیں جمع کرنے کے شائق تھے لیکن حکم کے برابر اسپین میں کوئی حکمراں عالم و فاضل نہیں گزرا اور نہ کسی نے اتنی کتابیں جمع کیں جتنی کہ حکم نے شاہی اور صوبائی کتب خانوں میں جمع کیں۔ حکم کی اس علمی سرپرستی اور قدردانی کی عیسائی مورخین نے بھی جگہ جگہ تعریف کی ہے جو ہمیشہ مسلم حکمرانوں کی کمزوریوں ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ لین پول کا کہنا ہے کہ "حکم کتابوں کا کیڑا تھا اور کتابوں کے کیڑے مشکل ہی سے اچھے حکمراں بنتے ہیں۔ لیکن حکم کے عالمانہ مزاج نے سلطنت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

حکم نہ صرف خود ایک بڑا عالم تھا بلکہ اپنے وقت کے علماء کی سرپرستی اور ہمت افزائی کرتا تھا ان کو گرانقدر انعامات سے نوازتا تھا، حکم نے اپنے بھائی منذر کو علمی اداروں کا نگراں مقرر کیا تھا (صرف قرطبہ میں ہی حکم نے علم کی اشاعت کے ستائیس مدرسے ایسے کھولے تھے جن میں نادار طلباء کو مفت تعلیم دیجاتی تھی اور مدرسین کو تنخواہ خود حکم کے خزانے سے ملتی تھی۔ ایسے طالب علموں کی دوسری تعلیمی ضروریات بھی حکومت مہیا کرتی تھی۔ قرطبہ کے علاوہ ہر گاؤں، ہر قصبہ اور ہر شہر میں ابتدائی و ثانوی مدارس کھولے گئے تھے اور ہر بڑے شہر میں علیحدہ علیحدہ اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹیاں قائم کی تھیں۔

قرطبہ کی یونیورسٹی جسکو الناصر نے قائم کیا تھا حکم کے عہد میں اس وقت کی دنیا کی تمام درسگاہوں کے مقابلہ میں فوقیت حاصل کرلی تھی اور قاہرہ کی الازہر اور بغداد کی نظامیہ یونیورسٹیوں کی ہمسری کرنے لگی تھی۔ اس یونیورسٹی میں نہ صرف اندلس کے مسلمان اور عیسائی طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے بلکہ افریقہ ایشیاء اور یورپ کے ہر علاقہ سے طالب علم تحصیل علم کے لئے یہاں آتے تھے۔ سال میں ایک بار ہر یونیورسٹی میں علماء کی ایک مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں درسگاہوں کے قابل طلباء اور اساتذہ اپنے مقالے، تقریریں اور نظمیں سناتے تھے۔ حکم کے ایما پر ہر کالج اور یونیورسٹی کے دروازے پر یہ عبارت کندہ کرائی گئی تھی " یہ دنیا صرف چار بنیادوں پر قائم ہے، عقلمندوں کے علم، بڑے لوگوں کے انصاف، نیک لوگوں کی عبادت اور بہادروں کی ہمت پر" علماء کے حق میں خواہ وہ اسپین کے ہوں یا دوسرے ملک کے حکم بہت سخی اور فیاض واقع ہوا تھا جس کی وجہ سے اُس کے دربار اور قرطبہ کی یونیورسٹی میں دنیا کے بڑے بڑے عالم جمع ہو گئے تھے۔ حکم نے علماء کے ساتھ فلسفیوں کی بھی پشت پناہی کی تھی تاکہ وہ متعصب حکمرانوں سے بے تعلق ہو کر تحصیل علم میں مصروف رہیں۔

قرطبہ کی یونیورسٹی کے نامور اساتذہ میں ابو علی القوتیہ کا نام بہت مشہور ہے جو صرف و نحو اور تاریخ کے علوم میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ ابو علی القالی وہ دوسرے عالم تھے جو عربی، تمثیل نگاری، قواعد، زبان اور شاعری پروس دیا کرتے تھے۔ ان کی کتاب امالی اب تک عربی کے طالب علم پڑھتے ہیں ابو عبید اللہ محمد ابن عبد عبدالازدی مشہور حکیم تھے۔ اور محمد ابو بکر الذبیدی جن کی عربی لغت نہایت مستند ہے۔ حکم کے لڑکے ہشام کے اتالیق تھے۔ حکم کے عہد کے مشہور فقیہہ ابو ابراہیم تھے اور ابو بکر ابن معاویہ قرطبہ کی یونیورسٹی میں حدیث شریعہ اور اسلامی قانون کی تعلیم دیتے تھے۔

حکم کے عہد میں ہر یونیورسٹی میں بہترین کتب خانے موجود تھے۔ اس کی اپنی لائبریری دنیا کی قیمتی اور نایاب کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔ حکم کے نمائندے قاہرہ، بغداد، دمشق اور اسکندریہ کے شہروں میں کتابوں کی تلاش میں جاتے رہتے تھے۔ اور مشہور کتابوں کو گراں قیمت پر خریدتے اور یا ان کی نقلیں کرتے تھے۔ حکم نے اپنی لائبریری کو علمی خزانے سے معمور کر لیا تھا، جس میں ہر وقت کاتب، خطاط اور جلد ساز کام کرتے رہتے تھے۔ حکم کو کوئی تحفہ اتنا متاثر نہ کرتا تھا جتنی کہ ایک نایاب کتاب۔

حکم کے اس شوق کا اثر اندلس کے ہر طبقہ پر پڑا تھا اور اکثر امراء نے اپنے ذاتی کتب خانے قائم کیے تھے۔ حکم کی ذاتی لائبریری میں چار لاکھ کے قریب کتابیں تھیں جن کی فہرست ہی صرف چوالیس جلدوں میں تھی جبکہ ہر جلد میں پچاس پچاس ورق تھے۔ ان کتابوں میں صرف کتابوں اور مصنفین کے نام درج تھے۔ شاہی لائبریری کے علاوہ قرطبہ میں ستر کے قریب عوام کے لئے لائبریریاں بھی تھیں اور اسی طرح ہر بڑے شہر میں عوامی کتب خانے موجود تھے جن کے اخراجات حکومت برداشت کرتی تھی۔

حکم کے اس علمی ذوق نے قرطبہ کو ایک علمی بازار بنا دیا تھا۔ جہاں دنیا کے ہر ملک سے علمی کارنامے فروخت ہونے کے لئے آتے۔ حکم ہر مشہور مصنف کو وظیفہ دیتا تھا اور تخلیقی کاموں کی ہمت افزائی کرتا تھا۔ ہر مشہور مصنف کی کتاب کے عربی زبان میں ترجمے کرائے جاتے تھے اور بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا تھا۔ اکثر حکم کو کتابیں شائع ہونے سے قبل ہی ان کا علم ہو جاتا تھا اور وہ ان کی پہلی جلد حاصل کر لیتا تھا۔

عراق کے مشہور مورخ ابوالفرج اصفہانی نے عرب کے شاعروں اور مغنیوں پر کتاب الاغانی لکھنی شروع کی تھی۔ حکم کو جیسے ہی اس کتاب کی تحریر کا علم ہوا اس نے فوراً مصنف کو ایک ہزار دینار سرخ بھیج کر درخواست

کی کہ پہلی نقل قرطبہ بھیج دی جائے ۔ ابوالفرج حکم کے نہایت مشکور ہوئے اور کتاب جلد مکمل کر کے مع ایک قصیدے کے جس میں بنوامیہ کے شجرہ نسب سے بحث کی گئی تھی قرطبہ روانہ کردی ۔ حکم نے ان کو دوبارہ انعام کی رقم روانہ کی ۔

حکم کو صرف کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہ تھا ۔ بلکہ ایک بڑا عالم ہونے کی وجہ سے اس نے اپنے کتب خانہ کی تقریباً سب کتابوں کا تفصیلی مطالعہ بھی کیا تھا اور اکثر کتابوں کے حاشیہ پر مصنف اور کتاب کے متعلق اپنا تبصرہ بھی لکھدیا کرتا تھا ۔ حکم کے معاصرین نے ان حاشیوں کے تبصرہ کو بہت مستند قرار دیا تھا جو بعد میں ایک عرصہ تک سند کا کام دیتے رہے تھے ۔ حکم کے اس علمی ذخیرہ کی تباہی نے عربی ادب کو زبردست نقصان پہونچایا ہے جس کی تلافی اب بھی مکمل طور پر نہیں ہو سکی ہے ۔

حکم جیسے علم دوست اور علم نواز حکمراں کی سرپرستی میں تمام علوم و فنون کو زبردست ترقی ہوئی اور اسلامی تہذیب اپنے عروج پر پہونچ گئی ۔ عہد وسطیٰ کی کوئی تہذیب اس تہذیب کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب سارے یورپ میں تاریکی و جہالت چھائی ہوئی تھی لیکن قرطبہ کے علمی ادارے اپنی علمی اور ادبی روشنی سے دنیا کو منور کر رہے تھے بقول ڈوزی ۔ اندلس میں ہر شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا جبکہ مسیحی یورپ میں سوائے مذہبی پیشواؤں کے سب ناخواندہ تھے ۔ "

متفرق کام :- علمی ترقی کے ساتھ ساتھ حکم نے عوامی بھلائی کے بھی بہت سے کام انجام دیئے ذرائع آمد و رفت کو درست کرایا ۔ اور سڑکوں کے کنارے کنویں اور سرائیں بنوائیں ۔ تاکہ مسافروں کو پانی اور خوراک کی آسانی رہے ۔ غریبوں کے لئے اسکول اور شفاخانے تعمیر کرائے جہاں مفت تعلیم اور دوا کا انتظام ہوتا تھا ۔ حکم نے باغات لگانے پر بھی پوری توجہ دی اور

لوگوں میں ذوق پیدا کیا کہ وہ اپنے گھروں اور احاطوں میں باغات اور پھلواری لگائیں۔ حکم نے تعمیرات کے سلسلہ میں جامع قرطبہ میں اپنے لئے ایک مقصورہ تعمیر کرایا جہاں وہ خاموشی سے عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ حکم شرع کا بہت پابند تھا۔ اور ہر جمعہ کی نماز میں خود شرکت کرتا تھا۔ اس نے اپنے عہد میں ٹیکسوں میں کمی کی اور غرباء میں خیرات کی رقم تقسیم کرائی۔ اس نے قانونی طور پر شراب نوشی پر پابندی عائد کرائی۔

حکم مذہبی طور پر نہایت روادار حکمراں تھا اور اس نے دوسرے مذاہب کے پیروں کو ہر طرح کی آزادی دے رکھی تھی۔ ساتھ ساتھ حکم نے ملک کی خوشحالی کے لئے زراعت، اور صنعت و حرفت پر بھی توجہ دی تھی جس کی وجہ سے حکم کے عہد کو عبدالرحمٰن الناصر کے عہد کا تسلسل کہا جاتا ہے اور اموی خلافت کے دور زریں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہشام ثانی اور حاجب المنصور

حکم ثانی کے بعد اس کا ۱۲ سالہ لڑکا ہشام ثانی ۹۷۶ء میں اندلس کا حکمراں بنا جس کی خلافت کی بیعت رؤسا۔ ملک اور اعیان دولت سے حکم نے اپنی زندگی ہی میں لے لی تھی۔ چونکہ ہشام کمسن تھا اسلئے امور سلطنت کی نگرانی حکم کی ملکہ صبح، حاجب المصحفی اور ابن ابی عامر کے ذمہ ہوئی۔ ہشام کے عہد میں بنو عامر کو عروج ہوا اور انھوں نے اپنی موروثی امارت اندلس پر قائم کرلی

بنو عامر کو عروج حکم ثانی کے عہد ہی سے حاصل ہوچکا تھا ہشام کے عہد میں اس کی کمسنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس خاندان کے ایک فرد ابن ابی عامر نے سلطنت کے تمام امور پر اپنا قبضہ کرلیا اور دوسرے اعیان سلطنت کو یکے بعد دیگرے اپنے راستہ سے ہٹانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہشام اپنے محل میں نظر بند ہو کر رہ گیا۔

اور حکومت بنو امیہ سے بنو عامر میں منتقل ہو گئی۔

بنو عامر کے جس شخص نے ان کو اتنے بلند مدارج پر پہونچایا۔ اس کا نام ابو عامر محمد تھا جس نے ایک معمولی درجہ سے ترقی کر کے حجابت جیسا اہم عہدہ محض اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر حاصل کر لیا تھا۔ مقری کے بیان کے مطابق اس کے جد اعلیٰ عبد الملک معافری طارق کے فوج کے ساتھ اندلس کے فتح کے موقعہ پر آئے تھے۔ ان کے فوجی کارناموں اور فتوحات کے سلسلہ میں جزیرۃ الخضرا کے علاقہ میں طرش کا قلعہ مع اس کی جاگیروں کے ان کو عطا ہوا تھا۔ لیکن عبد الملک کی اولاد اپنی اس جاگیر میں مستقل طور پر سکونت پذیر نہیں ہوئی۔ یہ لوگ زیادہ تر قرطبہ میں دربار خلافت سے مربوط رہے اور اکثر بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ محمد بن عبد اللہ جو ابو عامر محمد کے دادا تھے اشبیلیہ کے محکمۂ قضاۃ میں آٹھ برس تک قاضی کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے والد ابو حفص عبد اللہ نہایت قابل اور دیندار فقیہ تھے۔ اسطرح سے ابو عامر محمد کا خاندان اندلس میں قدیم اور معزز سمجھا جاتا ہے اگرچہ ان کا شمار امراء عرب میں نہیں ہوتا تھا کیونکہ انھوں نے فوج کی باوقعت خدمات کو چھوڑ کر دوسرے عہدے سنبھالنے شروع کر دیئے تھے۔

ابو عامر نے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی تاکہ وہ قضاۃ کے محکمہ میں کوئی اچھی جگہ حاصل کر سکے۔ وہ نہایت ذہین اولوالعزم اور پرجوش طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے خیالات میں نہایت پختگی تھی جو بات ایک دفعہ اس کے ذہن میں جم جاتی تھی اس کو نکالنا ناممکن تھا۔ عام طور پر ایسے افراد کی سوانح عمریاں کا مطالعہ کرتا تھا جو اپنی ابتدائی زندگی میں کم تر تھے اور ترقی کرتے کرتے سلطنت کے اعلیٰ ترین مراتب پر پہونچے تھے اس کو اس بات کا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ اندلس کا حاکم بن جائے گا۔ وہ اپنے حصول مقصد کے خاطر ہر جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے نہیں چوکتا تھا۔

تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ابو عامر محمد نے بسر اوقات کے لئے ایسے سائلوں کی عرضیاں لکھنی شروع کیں جو حکم کے سامنے اپنی معروضات پیش کرنا چاہتے تھے اس کے بعد قاضی قرطبہ محمد السلیم کی ماتحتی میں اس کو جگہ مل گئی لیکن وہ ان کو خوش نہ رکھ سکا کیونکہ وہ اس کے عجیب وغریب خیالات سے متفق نہ ہوتے تھے اور اس کی طبیعت کی غیر حاضری سے تنگ آجاتے تھے۔ قاضی صاحب کی یہ ناراضگی ابن ابی عامر کے عروج کی اصلی وجہ بن گئی انھوں نے حاجب المصحفی سے شکایت کی اور تبادلہ کے لئے کہا۔ اس زمانہ میں حکم کو اپنے بڑے لڑکے عبدالرحمٰن کے جائیداد کے لئے ایک نگراں کی ضرورت تھی۔ مصحفی نے ملکہ صبح سے سفارش کر کے ابن ابی عامر کو یہ جگہ دلوادی۔ اس وقت اس کی عمر صرف چھبیس سال کی تھی اب ابن ابی عامر نے سلطانہ صبح کو خوش رکھنے انتہائی کوششیں شروع کر دیں۔ یہانتک کہ وہ ملکہ کی ذاتی جائداد کا بھی نگراں ہوگیا۔ اور چند ماہ بعد دارالضرب کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا۔ اس اہم جگہ کے ملنے سے اس کے اقتدار میں زبردست اضافہ ہوا اور وہ ملک کے خزانے سے بڑے بڑے لوگوں کو اپنا ہمدرد بنانے لگا۔ جب بھی کسی امیر کو روپیہ کی ضرورت پیش آتی تھی ابن ابی عامر فوراً مدد کرتا تھا۔ اسطرح سے حکم کے دربار میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جو صرف ابن ابی عامر کا خیر خواہ تھا۔ وہ بھی ملکہ کو خوش کرنے میں کوئی فروگذاشت نہیں کرتا تھا اور اس کو نادر تحائف پیش کرتا رہتا تھا۔ ملکہ بھی اس کی ترقی کے لئے کوشاں رہتی تھی۔

ابن ابی عامر کو اتنی جلدی ترقی کرتا دیکھ کر اس کے دربار میں بہت سے دشمن بھی پیدا ہوگئے تھے۔ جنھوں نے حکم کے سامنے اس پر غبن کا الزام لگایا حکم نے ابن ابی عامر کو طلب کیا۔ وہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ گیا۔ اور وزیر ابن حدیر سے جسقدر رقم خزانہ میں کم تھی لے کر پوری کردی۔ حکم کو اس نے پورا حساب شاہی خزانہ کا دے دیا۔ جس سے الٹا اثر ہوا۔ اور بجائے ذلت کے اس کی عزت بڑھی اور مرتبہ بلند ہوگیا۔ اس کے بعد ہی حکم نے ابن ابی عامر کو

ان جاگیروں کا بھی نگراں مقرر کیا ۔ جن کے مالک زندہ نہ تھے اور ایک سال کے اندر ہی اس کو اشبیلیہ اور لبلہ کا قاضی بھی مقرر کر دیا ۔ ولی عہد خلافت کے انتقال کے بعد حکم اپنے دوسرے لڑکے ہشام کو اپنا ولیعہد نامزد کیا اور ابی عامر کو اس کا اتالیق مقرر کیا اور اسے شہر کی حفاظتی فوج کا سردار بھی مقرر اس طرح سے پانچ سال کے عرصہ میں ابن ابی عامر چھ اہم عہدوں پر فائز ہو گیا ۔ اور رئیسانہ زندگی بسر کرنے لگا ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے عوام میں بھی مقبول ہونے کی کوشش کی ۔ اور اپنی سخاوت اور اخلاق حمیدہ سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ۔

اسی دوران میں مغرب اقصیٰ میں ایسے واقعات پیش آتے کہ ابن ابی عامر کو فوجی افسران سے بھی تعلقات پیدا کرنے کا موقعہ مل گیا ۔ موریٹینیا میں امیہ اور فاطمین سے جنگیں عبدالناصر کے عہد سے جاری تھیں حکم کو بھی فاطمین کے حملہ کے خطرے کے انسداد کے طور پر موریٹینیا میں فوجیں بھیجنی پڑیں جن کے سپہ سالار غالب مقرر ہوئے لیکن انھوں نے بربر قبائل اور فوجی افسران کو رشوت دینے میں بے دریغ روپیہ خرچ کر دیا ۔ چنانچہ ان کے اسراف بے جا پر پابندی لگانے کے لئے ابن ابی عامر کو مغرب اقصیٰ میں حسابات کا نگراں مقرر کر کے روانہ کیا اور ساتھ ہی تمام فوجی حکام کو اس کے صلاح و مشورہ کا پابند بنا دیا گیا ۔

ابن ابی عامر کی زندگی میں فوجی افسران سے تعلقات پیدا کرنے کا یہ پہلا موقعہ تھا ۔ اس نے نگرانی کے فرائض کے ساتھ ساتھ فوج میں اپنا رسوخ پیدا کر لیا ۔ اور افریقہ کے بربر قبائل کے سرداروں سے گہرے مراسم پیدا کئے ۔ غالب فاطمی گورنر حسن ابن قنون کو شکست دے کر کامران واپس قرطبہ آیا ۔ جہاں غالب ، ابن ابی عامر اور دوسرے افسران کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا ۔ اس کامیاب مہم کے چند ماہ بعد دسمبر ۹۷۶ء میں حکم فالج کا

شکار ہوا اور دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

الحکم کی موت کے وقت صرف دو خواجہ سرا فائق اور جوذر اس کے پاس موجود تھے یہ دونوں صقالبی غلاموں کے سردار تھے۔ جن کو حکم نے حرم سرا کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ یہ صقلبی غلام جن کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد تھی دربار کی رونق تھے۔ اور ان کو بڑی مراعات حاصل تھیں وہ اپنی مراعات کا ناجائز استعمال کرتے تھے۔ اور اہل قرطبہ کو ستاتے اور نقصانات پہنچاتے رہتے تھے۔ ان کے سردار فائق اور جوذر تو اپنے آپ کو اتنا با اقتدار سمجھنے لگے تھے کہ خلیفہ کا انتخاب اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ ان کو ہشام کی ولیعہدی شروع سے ناپسند تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مصحفی ہشام کی کمسنی کی وجہ سے تمام مملکت کا مالک ہو جائے گا۔ اور ان کے اختیارات پر پابندیاں عائد ہو جائیں گی۔ جو وہ کسی صورت میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ہشام کے چچا مغیرہ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا اور مصحفی کو بھی اپنا ہم خیال بنانا چاہا۔ مصحفی جو خواجہ سراؤں کی طاقت اور اختیارات سے پوری طرح واقف تھا بظاہر ان کی تجویز پر رضامند ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے دوسرے وزراء سے مل کر صورت حال کا جائزہ لیا۔ اور یہ طے کیا کہ حکم کی موت کے مشہور ہونے سے قبل ہی مغیرہ کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ خواجہ سراؤں کی اسکیم ناکام ہو جائے لیکن اس ناخوشگوار کام کے انجام دینے کی کسی میں ہمت نہ تھی آخر میں ابن ابی عامر نے مغیرہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی اور اپنے سپاہیوں سے اس کا کام تمام کرا دیا۔

فائق اور جوذر کو جلد ہی پتہ چل گیا کہ مصحفی نے ان کو دھوکہ دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے مصحفی کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت طلب کی اور اس کے فیصلے کو سراہا۔ اس طرح سے بظاہر امن و امان قائم ہو گیا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ اگرچہ حکم کی موت کے دوسرے دن ۲ اکتوبر ۹۷۶ء کو قاضی

ابن السلیم نے امراء دربار و روسائے شہر اور شاہی خاندان کے افراد سے ہشام ثانی کی خلافت کی بیعت لی۔ لیکن مخالفت کی آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ فائق اور جوذر نے مغیرہ کے قتل اور مصحفی کی سازشوں سے عوام کو خفیہ طور پر آگاہ کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ مخالفت ایک نہ ایک دن بغاوت کی صورت اختیار کر لے گی۔

مصحفی اہل قرطبہ کے خیالات سے بالکل ناواقف تھا مگر ابن ابی عامر کی دور بین نگاہوں نے حالات کا پورا جائزہ لے لیا تھا۔ چنانچہ اس نے مصحفی کو مشورہ دیا کہ رعایا پر رعب قائم کرنے کے لئے ہشام کا جلوس شہر میں نکالا جائے اور ان کے کچھ محصول معاف کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ۸ر اکتوبر ۹۷۶ء کو ایک شاندار جلوس خلیفہ ہشام حاجب مصحفی اور وزیر ابن ابی عامر کا نکلا اور یہ اعلان کیا گیا کہ روغن زیتون کا محصول معاف کر دیا گیا۔ اس محصول سے عوام بہت تنگ تھے چنانچہ وہ نئی حکومت کے دوست اور خیر طلب بن گئے۔

اس کے بعد خواجہ سراؤں کی طاقت توڑنے کے لیے ان کے سرداروں پر غبن کے الزام لگا کر بھاری جرمانے عائد کئے گئے اور ان میں سے اکثر کو جلاوطنی کی سزائیں دی گئیں۔ اس طرح سے ان کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ تدابیر اگرچہ مصحفی اور ابن ابی عامر نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے کی تھیں لیکن یہ خود بخود ان کی عوام میں مقبولیت کا سبب بن گئیں کیونکہ اہل قرطبہ صقالبہ سے تنگ آ چکے تھے اور اب ان کی تباہی پر انتہائی خوش تھے۔

لیکن اس اندرونی امن و امان کے قائم کرنے اور اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کی کوشش میں سرحدوں کی حفاظت میں غفلت ہو گئی اور عیسائیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پھر اسلامی شہروں پر حملے شروع کر دیئے یہاں تک کہ وہ قرطبہ کے قریب تک قتل و غارت گری کرتے ہوئے پہونچ جاتے تھے۔ مصحفی جو جنگی مہمات میں قطعی دلچسپی نہ رکھتا تھا عیسائیوں کے خطرات کو

دور کرنے کی طرف سے لاپرواہی برتتا رہا۔ ابن ابی عامر نے اس کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ چنانچہ مصحفی نے وزرا۔ کی مجلس منعقد کی تاکہ عیسائیوں کے خلاف مہمات شروع کی جاسکیں۔ اس راستے میں سب نے اتفاق کیا۔ مگر اس مہم کی سرداری کا قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہوا۔ ابن ابی عامر نے اس ذمہ داری کو اس شرط پر قبول کیا۔ کہ وہ فوجیں خود منتخب کرے گا اور ایک لاکھ دینار سرخ اس کو جنگی مصارف کے لیے دیتے جائیں گے۔ چنانچہ فروری ۹۷۷ء میں مسلم افواج سرحد کی طرف روانہ ہوئیں اور ابن ابی عامر نے عیسائیوں کو قلعہ الحمہ کے قریب شکست دیکر بے شمار مالِ غنیمت حاصل کیا۔ عیسائیوں کی اس شکست سے قرطبہ کے لوگوں کو اطمینان نصیب ہوا۔ اور ابن ابی عامر کو اس مہم سے بہت سے ذاتی فوائد حاصل ہوئے کیونکہ اس نے مصارف کے لیے جو روپیہ حاصل کیا تھا اس کو سپاہیوں کا دل موہ لینے میں بے دریغ خرچ کیا۔ تمام فوجی افسران اور سپاہی اس کے اخلاق اور فیاضی کے مداح ہو گئے۔

مصحفی کا زوال

ابن ابی عامر کا عروج مصحفی کے زوال کا پیش خیمہ تھا۔ مصحفی ایک ادنی خاندان اور معمولی لیاقت کے آدمی تھے۔ اتفاق زمانہ سے وہ ترقی کر کے حاجب کے عہدہ تک پہونچ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان میں غرور اور تکبر بہت پیدا ہو گیا تھا۔ سلطنت کے اہم اور اعلیٰ عہدوں پر اپنے خاندان والوں کا تقررات کئے تھے۔ جنہوں نے بددیانتی سے اپنے لیے بیحد مال و دولت جمع کر لیا تھا۔ سیاست اور امور مملکت میں چونکہ ان کو مہارت حاصل نہ تھی اسلئے وہ اہم امور کا فیصلہ اور اس کی تکمیل کا کام دوسرے وزرا۔ خصوصاً ابن ابی عامر سے لیا کرتے تھے اگرچہ مصحفی کو ابن ابی عامر پر پورا پورا بھروسہ تھا لیکن ابن ابی عامر نے ان کے تنزل کی خفیہ سازشیں شروع کر دی تھیں۔ خاص طور پر ملکہ صبح پر ان کی غلطیوں اور خامیوں کو ہر موقع پر ظاہر کر دیتے تھے۔

مصحفی کو سب سے زیادہ خطرہ شمالی سرحد کے حاکم غالب کی طرف سے تھا جو

تمام نواح کا سپہ سالار تھا۔ غالب بھی مصحفی کا مخالف تھا۔ جس کا اظہار وہ سب کے سامنے کرتا رہتا تھا کہ حاجب کا منصب اس کو ملنا چاہیئے۔ مصحفی بھی غالب کے خطرہ کی طرف سے غافل نہ تھا اس نے اپنے وزراء سے مشورہ کیا۔ ابن ابی عامر نے اس کو یہ رائے دی کہ غالب سے دوستی پیدا کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو مصالحت کے لیے پیش کیا۔ یہ صرف دھوکا تھا۔ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ بجائے دونوں میں مصالحت کرانے کے ابی عامر نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ دونوں کی مخالفت بڑھا کر ان کی قوتوں کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ اس نے ملکہ صبح سے غالب کی تعریفیں کرنی شروع کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گیا اور ملکہ صبح نے غالب کو ذوالوزارتین یعنی فوجی اور دیوانی عہدوں کا افسر اعلیٰ مقرر کرا دیا مصحفی نے بھی غالب کی اس ترقی کی مخالفت نہ کی کیونکہ ابن ابی عامر نے اس کو یقین دلایا تھا کہ مصالحت اسی صورت میں ممکن ہے۔

مئی ۹۷۷ء میں ابن ابی عامر شمالی سرحد کی طرف عیسائیوں سے لڑنے کے لیے گیا وہاں غالب سے ملاقات ہوئی۔ ابن ابی عامر نے اس کا بہت احترام کیا اور مصحفی کے مقابلہ میں اس کی قابلیتوں کو سراہا۔ اس طرح سے دونوں میں گہری دوستی ہو گئی۔ اور دونوں نے یہ طے کر لیا کہ مصحفی کو ان کے منصب سے گرا دینگے۔ اس کے بعد قلعہ مولہ کو فتح کیا اور قرطبہ واپس آ گئے۔ اگرچہ فتح غالب نے حاصل کی تھی مگر اس نے اس کا سہرا ابن ابی عامر کے سر رکھا۔ اور خلیفہ کو ان کی کامیابی کے ساتھ ساتھ مزید ترقی کے لیے لکھا۔ اہل دربار پر اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ابی عامر کو آسانی سے عامل قرطبہ کی جگہ بھی حاصل ہو گئی۔ جس پر مصحفی کا بدنام۔ لالچی اور خود سر لڑکا فائز تھا۔ اہل قرطبہ اس کی حکومت سے تنگ تھے شہر میں چوری، قتل وغارت گری کی وارادت عام تھیں اور مصحفی اپنے بیٹے کی نالائقی کے باوجود اس کی طرف سے لاپرواہی برت رہے تھے۔ ابن ابی عامر نے عامل شہر کا عہدہ حاصل کرتے ہی شہر میں امن وامان کے انتظامات شروع کئے۔

پولیس کو مجرموں کو پکڑنے کے لئے اور رشوت سے باز رہنے کے لئے سخت احکام جاری کئے۔ ابن ابی عامر کی سخت گیر طبیعت سے سب افسران اچھی طرح واقف تھے چنانچہ بہت جلد قرطبہ کی حالت درست ہوگئی۔ ابی عامر نے خود اپنے لڑکے خلاف جرم ثابت ہونے کی صورت میں تازیانے کی سخت سزا دی جس سے وہ مر گیا۔

مصحفی کو جلد ہی یہ احساس ہوگیا کہ ابن ابی عامر کے بڑھتے ہوئے اثرات اس کے لئے مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اپنی سلامتی کی خاطر غالب سے پوشیدہ طور پر دوستی پیدا کرنی چاہی۔ اور خط لکھ کر اپنے لڑکے عثمان کی شادی کا پیغام اس کی بیٹی اسماء کو دیا۔ غالب مصحفی کی اس خوشامد میں آگیا۔ اور شادی کا پیغام منظور کرلیا۔ ابن ابی عامر کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے قرطبہ کے بااثر امراء سے لکھوا کر غالب کو خطوط بھیجے کہ یہ سب مصحفی کا دھوکہ ہے تاکہ وہ اس کو ان کے اعلیٰ منصب سے گرادے۔ ابن ابی عامر نے خود اپنا پیغام اس کی لڑکی کے لئے بھیجا۔ غالب کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور اس نے ابن ابی عامر کا رشتہ منظور کرلیا۔ اسی دوران میں ابن ابی عامر پھر سرحدی عیسائیوں کے خلاف ایک مہم لے کر گیا اور واپسی پر ذوالوزارتین کا خطاب حاصل کیا۔ خلیفہ کی طرف سے غالب کو قرطبہ آکر شادی کی تقریب انجام دینے کی دعوت دی گئی جو شاہی اخراجات پر نہایت دھوم دھام سے منائی گئی۔

۲۶ مارچ ۹۷۸ء کو مصحفی کے زوال کے دن اپنی انتہا پر پہونچ گئے اور اس کو معہ رشتہ داروں کے تمام عہدوں اور خطابات سے محروم کر کے حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے بعد ان پر مقدمات چلائے گئے اور خیانت کے الزام میں مصحفی کی جائدادیں چھین لی گئیں یہاں تک کہ وہ پائی پائی کو محتاج ہوگیا۔ ابن ابی عامر کو مصحفی کی ایذا رسانی میں خوشی حاصل ہوتی تھی کبھی ان کو رہا کر دیا جاتا تھا اور کبھی قید خانے میں ڈالدیا جاتا تھا۔ وہ جہاں کہیں جاتا مصحفی کو ساتھ

سے بچگانا۔ رنج اور مایوسی نے مصحفی کی حالت تباہ کردی تھی پھر بھی وہ پانچ سال تک اس ذلت کی حالت میں زندہ رہا اور آخر میں یا تو اسے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا یا زہر دیدیا گیا۔

ابی عامر کے بڑھتے ہوئے اثرات اور ملکہ صبح سے اسکے وسیع تعلقات کی نوعیت نے بہت سے لوگوں کو اس کا دشمن بنا دیا تھا اور اسکے اور ملکہ صبح کے تعلقات کا ذکر اشعار میں کیا جانے لگا تھا۔ ہشام کی خلافت برائے نام تھی لہٰذا ابی عامر اور ملکہ صبح کے اختیارات ختم کرنے کی آسان صورت یہ تھی کہ ہشام کو ختم کرکے دونوں کو ان کے اختیارات سے محروم کردیا جائے چنانچہ جوذر نے قاضی عبدالملک بن منذر اور وزیر زیادہ ابن افلح کے ساتھ مل کر ہشام کو قتل کرنیکی سازش کی اور وہ خود قصر خلافت تک پہونچکر خلیفہ کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ وہ ہشام پر وار کرنا چاہتا تھا کہ ایک محافظ نے اسے پکڑ لیا اور اسے گرفتار کرلیا گیا اور بعد میں قتل کرا دیا گیا عبدالملک بن منذر بھی گرفتار ہوکر پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے اور اس طرح ہشام کے خلاف یہ سازش ناکام ہوگئی۔

ابن ابی عامر پر اس سازش سے ثابت ہوگیا کہ اس کے دشمنوں علماء و فقہا بھی شامل ہیں جو اسکی ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ اسکو کٹر مسلمان نہ سمجھتے ہوئے اور فلسفہ کی طرف رجحان دیکھ کر اس کے دشمن ہوتے جارہے تھے چنانچہ علماء کی حمایت حاصل کرنیکے لئے اس نے بڑے بڑے علماء کو طلب کرکے حکم کے کتب خانہ کی تمام فلسفہ کی کتابیں جلوا ڈالیں۔ اسکے اس فعل سے علمی ترقی کو زبردست نقصان پہونچا لیکن اس کے فوائد اس کے اپنے حق میں بہت اچھے ثابت ہوئے کیونکہ علماء و فقہاء نے اب ابن ابی عامر کو مذہب کا زبردست حامی اور فلسفہ کا دشمن سمجھ لیا تھا۔

اس طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد ابن ابی عامر نے ہشام کی طرف توجہ دی جو اب اس قابل ہوچکا تھا کہ مملکت کے امور کی خود دیکھ بھال کرے۔ اگرچہ بچپن سے ملکہ صبح اور ابن ابی عامر نے اسکی ذہانت کو مذہبی فرائض کا پابند بنا دیا تھا لیکن پھر بھی ابن ابی عامر کو ہر وقت اس بات کا خوف رہتا تھا کہ کوئی شخص ہشام کو اصلی حالات سے آگاہ نہ کردے چنانچہ اس نے سلطنت کے تمام دفاتر کو ہشام کے قصر خلافت سے ہٹا کر اپنے نئے تعمیر کردہ شہر میں منتقل کردیا اس طرح ہشام پر مکمل نگرانی رکھی اور اس کو امور سلطنت سے بے تعلق رکھنا ابن ابی عامر کیلئے بہت آسان ہوگیا ساتھ ہی ساتھ اس نے ہشام کے محل کے چاروں طرف فصیلیں تعمیر کرائیں اور ان پر سپاہی متعین کردیئے اس طرح ہشام کی حالت ایک قیدی کی سی ہوگئی جو اپنے وزیر کے ہاتھوں بالکل بے دست و پا ہوچکا تھا۔

ہشام کی نظر بندی

ہشام کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد ابن ابی عامر نے فوج کی از سر نو تنظیم کی جس میں اس کے دو مقاصد تھے۔ قومی مفاد کی خاطر اس کی خواہش تھی کہ اسپین کا شمار یورپ کی بڑی سلطنتوں میں ہونے لگے دوسرے اپنے حریف غالب کو اسکی جگہ سے ہٹانا تھا۔ اس وقت کا فوجی نظام بہت ناقص تھا فوج میں زیادہ تر عرب، بربر اور اسپینی مسلمان شامل تھے لیکن فوج کی تقسیم قبائلی نظام پر تھی جس کی وجہ سے سرداران جند کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ خلیفہ کی خاص فوج کی تعداد بہت کم تھی۔ سرحدی فوج اس وقت کی بہترین فوج تھی لیکن اس پر غالب کا کامل اقتدار تھا جو ابو عامر کی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ غالب بنو امیہ کا مولی اور وفادار تھا اس کو ابن ابی عامر سے یہ شکایت تھی کہ اس نے خلیفہ کو اسیر کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ ابن ابی عامر غالب کے ان خیالات سے واقف ہو چکا تھا لیکن اس کو اپنی راہ سے ہٹانا آسان نہ تھا چنانچہ غالب کے اختیارات کو ختم کرنے کے لئے اس نے ایک نئی فوج کی ترتیب کی جو صرف اس کی ذات سے وابستہ تھی اس فوج میں اس نے افریقہ کے ان بربر کو بھرتی کیا جو اس وقت جنگوں کے ہاتھوں تباہ ہو کر سبتہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ ابن ابی عامر نے اُن کو قرطبہ بلا کر اپنی نئی فوج میں بھرتی کیا، معقول تنخواہیں دیں اور عالیشان مکانات رہنے کو دیئے۔ وہ اس کے فیاضانہ سلوک سے اسقدر متاثر ہوئے کہ اپنے آقا پر اپنی جانیں نثار کرنے کو ہر وقت تیار رہنے لگے۔ اسی طرح اس نے شمالی عیسائی ریاستوں سے سپاہ کو بھرتی کیا جو نہایت مفلس اور تنگ دست تھے۔ ابن ابی عامر نے اپنے انصاف اور لطف و کرم سے ان کو اپنا مطیع بنا لیا۔

اس پوری فوج میں یہ احساس پیدا ہو گیا تھا کہ انکی خوشحالی ابن ابی عامر کی توجہ کا نتیجہ ہے چنانچہ وہ اس کے ہر حکم کو بجا لینے میں تیار رہتی تھی۔ اس طرح جب فوجیں جمع ہو گئیں تو اس نے ان کی تنظیم بھی بدل دی اور قبائلی شاخوں کی ہیئت

کی بجائے عربوں، اندلسیوں، بربروں اور عیسائیوں کو برابر سے پوری فوج میں تقسیم کردیا اسطرح سے عرب سرداروں کے اختیارات فوج پر سے بالکل ختم ہوگئے اور ایک نئی فوج کے ساتھ ایک نئی قوم کی تشکیل بھی ہوئی۔ اس پوری فوج میں ابن ابی عامر نے زبردست نظم ونسق قائم کیا۔ نہایت قابل افراد کو سالار مقرر کیا۔

غالب اس نئے فوجی نظام کی اصلی غرض وغایت بخوبی سمجھ گیا لیکن ابن ابی عامر نے اپنے ظاہری برتاؤ سے مخالفت کا اظہار نہ ہونے دیا۔ ایک دن دونوں میں سخت کلامی کی نوبت آگئی اور غالب نے ابن ابی عامر کو اس کے بڑھتے ہوئے اختیارات اور خلیفہ کی نگرانی پر سخت سست کہا۔ غصہ میں اس نے وار بھی کیا لیکن ابن ابی عامر صرف زخمی ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد دونوں میں جنگ ناگزیر ہوگئی۔ غالب نے فوراً خلیفہ کے حقوق کی حمایت کے لئے ابن ابی عامر کے خلاف بغاوت کردی اور سرحدی فوج کے علاوہ لیون کی ریاست سے بھی حمایت حاصل کرلی۔ لڑائی میں ابن ابی عامر کی فوج کو زبردست نقصان پہونچا اور شکست قریب تھی کہ غالب زخمی ہوکر گر گیا اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی غالب ۹۸۱ء میں گرفتار ہوکر مارا گیا۔

غالب کو شکست دینے کے بعد ابن ابی عامر نے لیون کی ریاست پر حملہ کیا اور قلعہ سمورہ کے مضافات کو تباہ وبرباد کرکے لیون، قسطالیہ اور نبرہ کی متحدہ فوجوں کو روطہ کے مقام پر شکست دی۔ پھر لیون کے شہر پر جو اس ریاست کا پایہ تخت تھا حملہ کردیا۔ رومیر بادشاہ لیون نے باہر نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا لیکن بارش وبرف کے سخت طوفان نے ان کو پیش قدمی سے روک دیا۔ موسم کی سختی کی وجہ سے ابن ابی عامر قرطبہ واپس لوٹ گیا اور المنصور کا لقب اختیار کیا اور ساتھ ہی ساتھ وہ تمام آداب ومراسم جو صرف خلیفہ کے لئے مخصوص تھے اپنے لئے بھی اختیار کرلیئے۔

لیون کی اس شکست کے بعد ہی وہاں کے اندرونی حالات اتنے خراب ہو گئے کہ منصور کو اس ریاست پر اپنا مکمل اقتدار قائم کرنا آسان ہو گیا۔ لیون کے امراء نے رومیر کو تخت سلطنت سے علیحدہ کر کے جلیقیہ (جو ریاست لیون کا ایک حصہ تھا) کے حکمراں کے بیٹے برمند کو لیون اور جلیقیہ دونوں کا حکمراں منتخب کر لیا۔ اس خبر کے ملتے ہی رومیر بادشاہ لیون نے برمند پر فوجکشی کی جس میں برمند کو سخت فتوحات حاصل ہوئیں۔ رومیر نے اپنی اس مصیبت میں منصور سے مدد کی درخواست کی لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ مرگیا اور برمند نے بھی منصور کو اپنا آقا تسلیم کر کے اسلامی فوج کو اپنی ریاست کی نگرانی کے لئے مقرر کیا۔ اسطرح سے لیون کی حیثیت ایک باجگذار ریاست کی ہو گئی اور برمند منصور کا نائب ہو گیا۔

منصور نے لیون کے بعد صوبہ قیطلونیہ کی طرف ۹۸۵ء میں کوچ کیا جو فرانس کی حکومت کے ماتحت تھا۔ مختلف علاقوں سے گذرتا ہوا مرسیہ کے صوبہ میں ابن خطاب کا مہمان ہوا جو ایک بڑا زمیندار تھا اور بنوامیہ کے موالیوں میں سے تھا۔ ابن خطاب نے منصور کی بہت خاطر و مدارات کی اور تیرہ دن تک تمام فوج کی ضیافت کی۔ منصور کو ابن خطاب کی مہمان نوازی نے سخت حیران کیا اور اس نے تحصول کا کچھ حصہ معاف کر دیا۔ منصور نے مرسیہ سے کوچ کر کے برشلونہ کے شہر پر حملہ کیا اور جلد ہی اس مضبوط و مستحکم شہر کو فتح کر لیا۔ برشلونہ کی فتح منصور کی تیئیسویں جنگ تھی لیکن پھر بھی اسکا شوق جہاد بڑھتا جاتا تھا۔

جلد ہی مغرب اقصیٰ کے حالات نے فتوحات کے لئے ایک دوسری راہ پیدا کر دی۔ حکم کے زمانہ میں بنوادریس کے شہزادے ابن قنون نے غالب سے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دیئے تھے اور قرطبہ پہنچ گیا تھا حاجب المصحفی نے اسے تونس میں رہنے کی اس شرط پر اجازت دیدی تھی کہ وہ مغرب اقصیٰ واپس جائیگا لیکن اس نے تونس پہنچتے ہی فاطمی خلیفہ کی مدد حاصل کر کے مغرب اقصیٰ کے بربر سرداروں

کو اپنا حامی و مددگار بنا لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت جلد مغرب اقصیٰ میں اپنی حکومت قائم کر لے گا۔ منصور کو جیسے ہی ان حالات کا علم ہوا اس نے اپنے چچا زاد بھائی عسقیلجہ کو ایک زبردست فوج دے کر موریٹانیہ روانہ کر دیا۔ دونوں میں عرصہ تک لڑائی جاری رہی۔ ابن قنون کی فوجی طاقت اتنی مضبوط نہ تھی کہ وہ زیادہ عرصہ تک جنگ جاری رکھتا چنانچہ اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ اس کی جان سلامت رکھی جائے گی اور وہ قرطبہ واپس بھیج دیا جائے گا۔ منصور نے عسقیلجہ کے منظور کئے شرائط رد کر دیئے اور قرطبہ پہونچتے ہی ابن قنون کو قتل کروا دیا۔ ابن قنون بنو ادریس سے تعلق رکھتا تھا جو حضرت علی کی اولاد میں سے تھے اس کی وجہ سے اہل قرطبہ میں ناراضگی پھیلنی شروع ہوئی۔ خود عسقیلجہ بھی منصور کے اس فعل سے سخت ناراض تھا۔ منصور نے اس کو بھی بیجا تصرف کا الزام لگا کر قتل کروا دیا۔ اس کے قتل کے بعد اہل قرطبہ اور برہم ہو گئے۔ مغرب اقصیٰ میں بھی بنو ادریس نے منصور کے خلاف بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی۔

منصور نے بنو ادریس کو اسپین اور مغرب اقصیٰ سے جلا وطن کر دیا۔ اس کے بعد اہل قرطبہ کے خیالات بدلنے کے لئے جامع مسجد کی توسیع کی طرف متوجہ ہوا قرطبہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے قرطبہ کی مسجد میں دن بدن گنجائش کم ہوتی جا رہی تھی۔ منصور نے مسجد کو وسعت دینے کے لئے اس کے آس پاس کے علاقے اور مکانات کو گراں قیمت پر خرید کر مسجد کی عمارت میں شامل کر لیا۔ منصور نے ان مکانات کے مالکوں کو ان کی قیمتیں ہی نہ دیں بلکہ ان کے رہنے کے لئے دوسرے مکانات بھی مہیا کئے۔ اس طرح جامع قرطبہ کی وسعت و آسائش کا کام شروع ہوا۔ ہزاروں عیسائی قیدی مسجد کی تعمیر میں مصروف ہوتے خود منصور ایک معمولی مزدور کی طرح مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتا تھا۔ اسطرح منصور نے محض اپنے تدبر اور فراست کی بنا پر اہل قرطبہ کے دلوں پر پھر اپنا اثر قائم کر لیا

اور وہ ابن قنون اور عسقیلیہ کے قتل کے واقعات کو بھول گئے۔

منصور کو مسجد کی تعمیر میں مصروف پاکر لیون کے بادشاہ برمند ثانی نے ان اسلامی فوجوں کو اپنے ملک سے نکال دیا جو پچھلے حملے کے بعد سے منصور نے لیون کی ریاست کی حفاظت کے لئے مقرر کردی تھیں۔ منصور نے یہ اطلاع پاتے ہی جون ۹۸۷ء میں پھر قرطبہ سے شمال کی طرف کوچ کیا اور قلمریہ کے شہر پر حملہ کرکے اسے تباہ و برباد کردیا۔ دوسرے سال بھی منصور نے لیون پر چڑھائی کی اور اپنی افواج کو پوری ریاست میں پھیلا دیا۔ ریاست لیون کے تمام شہر اور گاؤں مسلمانوں نے فتح کر لئے۔ والیٔ لیون برمند ثانی لیون کے شہر سے اس توقع پر سمورہ چلا گیا تھا کہ منصور پہلے اس شہر پر حملہ کرے گا لیکن اس کی امید کے برعکس منصور سمورہ کو راستہ میں چھوڑ کر سیدھا لیون پر حملہ آور ہوا۔ لیون کی شہر پناہ انتہائی مضبوط تھی بڑی مشکل سے مغربی سمت میں شہر پناہ میں مسلمانوں نے راستہ پیدا کرلیا۔ اس وقت لیون کی فوجوں کا سپہ سالار سخت بیمار ہوگیا تھا۔ پھر بھی اس نے مقابلہ کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ مسلمانوں افواج نے شہر میں داخل ہوکر لیون کے شہر کو تباہ و برباد کردیا۔ پورے شہر میں صرف ایک برج کو اسکی جگہ پر برقرار رکھا تاکہ آئندہ نسلوں کو اس شہر کی مضبوطی کا اندازہ ہوجائے جس کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔

لیون کی فتح کے بعد منصور سمورہ کی طرف بڑھا۔ برمند خاموشی سے شہر چھوڑ کر چلا گیا اور اہل شہر نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی اسطرح ریاست لیون کے پورے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور برمند کے قبضہ میں ایک چھوٹا سا علاقہ خلیج بسکے سے ملحق رہ گیا۔

منصور جب اس شاندار فتح کے بعد قرطبہ واپس آیا تو اس کو اپنے لڑکے عبداللہ، سرقسطہ کے حاکم عبدالرحمٰن بن مطرف اور ایک مروانی شہزادہ عبداللہ کی خفیہ سازش سے دوچار ہونا پڑا۔ منصور کے خلاف یہ سازش اگرچہ نہایت گہری تھی،

لیکن اس نے بہت جلد حالات پر قابو حاصل کر لیا اور تینوں کو قتل کروا دیا۔

اب منصور کو اندلس پر حکمرانی کرتے ہوئے تقریباً بیس سال کے قریب ہو چکے تھے۔ ۳۸۱ھ ۹۹۱ء میں اس نے حاجب کا لقب خود ترک کر کے اپنے لڑکے عبدالملک کو عطا کیا۔ ۳۸۶ھ ۹۲۲ء میں خود المویدکا لقب جو ہشام کا تھا اختیار کیا اور ۳۸۶ھ ۹۹۶ء میں سید اور ملک الرحیم کے لقب بھی اختیار کئے اس طرح منصور نے اپنے آپ کو اندلس کا بادشاہ بنا لیا لیکن خلیفہ کی حیثیت اختیار کرنا اب بھی اس کے بس میں نہ تھا کیونکہ قوم کے ہر فرد میں اموی خلفاء کی عزت اور احترام بدستور باقی تھا اور وہ خلافت کو دوسرے خاندان میں جو شرافت نسب کے اعتبار سے بنو امیہ کے برابر نہ تھا منتقل ہوتا ہوا برداشت نہ کر سکتی تھی۔ منصور قوم کے اس جذبے سے اچھی طرح واقف تھا چنانچہ اس نے ہشام کی نام نہاد خلافت کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اسی زمانہ میں ملکہ صبح نے منصور کی تباہی کی تدابیر خفیہ طور پر شروع کر دی تھیں۔ اس نے ہشام کے دل میں بھی منصور کے خلاف نفرت پیدا کر دی چنانچہ ہشام منصور سے سرد مہری کے ساتھ پیش آنے لگا اور اکثر امور کی باز پرس بھی شروع کر دی۔ ملکہ صبح نے یہ خبر مشہور کرائی کہ خلیفہ ہشام اب خود سلطنت کے تمام امور انجام دے گا اور قوم منصور سے چھٹکارا حاصل کرنے میں اس کی مدد کرے گی۔ یہ خبر اندلس سے مغرب اقصیٰ پہنچی اور وہاں کے حاکم زیری بن عطیہ نے ہشام کی حمایت میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ منصور زیری کی طاقت سے بخوبی واقف تھا۔ ملکہ صبح نے شاہی خزانے سے جو ابھی تک قصر خلافت میں تھا اسی ہزار اشرفیاں زیری کو مغرب اقصیٰ بھیجیں تاکہ وہ اندلس پر ہشام کی حمایت کے لئے منصور کے خلاف حملہ آور ہو۔ منصور کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے فوراً وزراء اور فقہاء کی ایک مجلس منعقد کی اور ان کے مشورے سے یہ طے کیا کہ خزانہ کو کسی محفوظ جگہ منتقل کر دیا جائے

جہاں سے وہ بیجا اصراف میں نہ لایا جاسکے لیکن ملکہ صبح نے منصور کے آدمیوں
کو جو خزانہ لینے کے لئے گئے تھے سختی سے روک دیا اور کہا کہ ہشام کا حکم ہے
کہ خزانہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ منصور کے لئے یہ وقت سخت مشکل کا تھا۔ ذرا
سی غفلت اور خلیفہ پر سختی اس کی تباہی کا سبب بن سکتی تھی چنانچہ اس نے
ہمت کر کے ملکہ صبح کی لاعلمی سے ہشام سے ملاقات کی صورت نکال لی۔ ہشام
کے کمزور ارادے کی وجہ سے منصور کو اپنی حکمت عملی میں کامیابی ہوئی۔
ہشام نے اسکو خزانہ کی منتقلی کی اجازت دے دی اس کے ساتھ ہی ساتھ
منصور نے ہشام سے ایک اور تحریر پر دستخط لے لئے کہ اس نے خود سلطنت
کا کل انتظام منصور کے سپرد کر دیا ہے۔ منصور نے اس فرمان خلافت کا
پورے ملک میں اعلان کرا دیا۔ اس طرح قرطبہ کے ہنگامہ کا خوف ختم ہو گیا
ملکہ صبح نے اپنی ناکامی پر دنیا سے مایوس ہو کر بقیہ زندگی عبادتِ الٰہی
میں بسر کر دی۔

اسطرف سے سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد منصور نے زیری بن عطیہ کے
خلاف ایک فوج بھیجی۔ برمند نے یہ سوچ کر کہ مغرب اقصیٰ میں جنگ چھڑ گئی
ہے سالانہ خراج دارالخلافہ بھیجنا بند کر دیا۔ منصور نے فوراً برمند کے خلاف جہاد
کا اعلان کر دیا اور اس دفعہ اپنے حملہ کے لئے کمپوشیلا کے شہر کو چنا جو جلیقیہ
میں واقع تھا اور عیسائیوں کے لئے بایت مقدس درجہ رکھتا تھا کیونکہ یہاں پر
حواری مسیح شنت یاقب کا مزار اور گرجا واقع تھا۔ ۳ رجولائی ۹۹۷ء میں
منصور قرطبہ سے معہ لشکر کے روانہ ہوا۔ راستہ میں بہت سے عیسائی امراء جو
منصور کی اطاعت کر چکے تھے فوج کے ساتھ ہو گئے۔ پیدل فوج اور سامانِ رسد
جہازوں کے ذریعے منصور نے پہلے ہی روانہ کر دیا تھا چنانچہ بہت جلد جہاز
اور منصور کی افواج جلیقیہ کے علاقے میں داخل ہو گئیں۔ یہاں پہنچ کر منصور
کو بہت بہادری اور چالاکی سے کام لینا پڑا کیونکہ لیون کی عیسائی افواج جو مسلمانوں

کے ساتھ پہلے مل گئی تھیں اب بغاوت پر آمادہ نظر آ رہی تھیں چنانچہ چند عیسائی امراء نے اپنے ایک جاسوس کے ذریعے دشمن کو اسلامی فوج کی صحیح کیفیت لکھ کر بھیجی لیکن منصور نے فوراً اس جاسوس کو پکڑوا لیا جو لکڑہارے کے بھیس میں جاسوسی کا کام انجام دے رہا تھا اور تمام باغی عیسائیوں کو قتل کروا دیا۔ منصور کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور پھر عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ بازی تک نہ کیا۔ راستہ کے مقامات فتح کرتی ہوئی اسلامی افواج ۱۱ اگست ۹۹۷ء میں کمپوسٹیلا کے شہر میں داخل ہوئیں لیکن شہر کو بالکل خالی پایا صرف ایک بوڑھا راہب مزار پر عبادت میں مشغول تھا۔ منصور نے مزار کی حفاظت اور احترام کے لئے فوج مقرر کر دی لیکن باقی پورے شہر کو مسمار کرا دیا۔ ایک ہفتہ یہاں قیام کرنے کے بعد منصور قرطبہ کی طرف بے شمار مالِ غنیمت اور قیدیوں کے واپس لوٹا اور ان عیسائی سرداروں کو جو اس مہم میں اس کے ساتھ شریک ہوئے تھے انعام و اکرام سے نوازا۔ منصور کی یہ مہم سب سے اہم اور مشہور ہے جس نے عیسائیوں کے وقار کو زبردست نقصان پہنچایا تھا۔

دوسری طرف مغرب اقصیٰ میں منصور کی فوجوں کو جو واضح کی سرکردگی میں زیری کے خلاف جنگ میں مشغول تھیں زیادہ کامیابی نہ ہوئی اور اس کو شکست کھا کر طنجہ میں پناہ لینی پڑی۔ واضح نے منصور کو مزید کمک کے لئے لکھا۔ منصور نے اپنے لڑکے عبدالملک کو ایک فوج کے ساتھ سبتہ روانہ کیا عبدالملک کے مغرب اقصیٰ پہنچتے ہی اکثر بربر سردار اس سے آن ملے۔ اب واضح اور عبدالملک کی فوجوں نے زیری پر حملہ کر دیا۔ اکتوبر ۹۹۸ء میں ایک خونریز جنگ ہوئی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ منصور کی افواج کو شکست اٹھانی پڑے گی کہ زیری زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ عبدالملک نے فوراً شدید حملہ کر کے دشمن کی فوجوں کو شکست دیدی۔ اس طرح سے مغرب اقصیٰ میں دوبارہ سے منصور کا اقتدار قائم ہو گیا اور زیری تین برس بعد ۱۰۰۱ء میں

پرانے زخموں کے پھوٹ جانے پر ختم ہو گیا۔

۱۰۰۲ء میں منصور نے حسب معمول شمال کی عیسائی ریاستوں پر فوجکشی کی اس کی یہ دلی خواہش تھی کہ جہاد کے دوران میں اسکا انتقال ہو چنانچہ وہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر اپنا کفن اپنے ساتھ رکھتا تھا جو اس کی اپنی جائداد کی آمدنی سے خریدا گیا تھا اس کو اسکا بھی یقین تھا کہ غیر مسلموں سے جہاد ہی اُسکا قیامت میں نجات کا ذریعہ بنے گا۔ منصور کی یہ آخری جنگ قشتالیہ کی عیسائی ریاست کے خلاف ہوئی تھی اور حسب معمول اس جنگ میں بھی اس کو کامیابی ہوئی۔ وہ جب اس مہم سے قرطبہ واپس لوٹنے لگا تو راستہ میں بیمار پڑ گیا۔ مدینہ سلیم پہونچ کر اس کی حالت زیادہ خراب ہو گئی چنانچہ اس نے اپنے بڑے لڑکے عبدالملک کو مختلف نصیحتیں کر کے قرطبہ روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں جا کر کل اختیارات پر قبضہ کر لے اور اپنے دوسرے لڑکے عبدالرحمٰن کو فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا۔ باوجود شہرت اور ناموری کے منصور کو اس بات کا احساس تھا کہ اس کے مرنے کے بعد تمام اختیارات اس کی اولاد کے قبضہ میں سے نکل جائیں گے۔ مدینہ سلیم ہی کے مقام پر چند دن کے بعد اس کا ۱۰ اگست ۱۰۰۲ء میں انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا

سیرت و کردار

اسپین کی مسلم تاریخ میں عبدالرحمٰن الناصر کے بعد حاجب المنصور کی شخصیت سب سے اہم ہے وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا سیاستداں، جنگجو اور مدبر حکمراں تھا۔ منصور نے ایک معمولی حیثیت سے ترقی کر کے اندلس کی حکمرانی حاصل کی تھی۔ اس نے شاہی اختیارات حاصل کرنے میں اکثر غلط اور جابرانہ ذرائع استعمال کئے لیکن جب اس نے ایک دفعہ قوت اور اختیارات حاصل کر لئے تو پھر اُن کا نہایت شریفانہ استعمال کیا اور تاریخ میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کیا۔

منصور نے پچاس کے قریب جنگیں شمالی عیسائی ریاستوں سے لڑیں اور سب میں کامیابی حاصل کر کے لیون، نبرہ، قشتالیہ، جلیقیہ جیسی اہم ریاستوں کو اپنا باجگذار بنایا۔

عیسائی اس کے نام تک سے ڈرنے لگے تھے۔ ان کا یہ خوف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بعض موقعوں پر مسلم افواج اور خود منصور خطروں میں گھر جانے کے باوجود صحیح وسلامت بچ آئے۔ ایک مرتبہ عیسائیوں کے شہر میں ایک پہاڑی پر مسلمانوں نے اپنی فوج اتار کر اپنا علم نصب کر دیا تھا۔ مسلم افواج کچھ دنوں کے بعد وہاں سے کوچ کر گئیں اور غلطی سے جھنڈا وہیں گڑا رہ گیا۔ بہت دنوں تک پہاڑی پر اسی طرح لہراتا رہا اور کسی عیسائی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ پہاڑ پر جاکر پتہ چلاتا کہ مسلمان وہاں ہیں یا واپس چلے گئے۔ منصور کے نام تک سے دشمنوں کے دلوں میں خوف پیدا ہو گیا تھا۔

منصور نے اتنی زبردست فتوحات اپنی فوجی لیاقت اور تربیت یافتہ فوج کی بدولت حاصل کی تھیں۔ اس کے سپاہ اپنے آقا پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ منصور خود ان کی تمام ضرورتوں کا بیحد خیال رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ فوجی قواعد کی پابندی میں نہایت سخت گیر تھا جس وقت وہ فوجوں کا معائنہ کرتا تھا وہ بالکل خاموش رہتی تھیں ایک عرب مصنف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "آدمی تو آدمی گھوڑے تک اپنا کام سمجھتے تھے اور ان کے ہنہنانے کی آواز شاذونادر ہی سنائی دیتی تھی"۔ یہ منصور کی فوجی صلاحیتیں ہی تھیں جنہوں نے اسپین کو شان وشوکت اور اقبال کی اس بلندی پر پہونچا دیا جو اس کو اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

منصور کے صرف فوجی کارنامے اور فتوحات ہی اہم نہیں ہیں بلکہ اس نے اندلس کی تہذیب وتمدن کو بھی اپنا ممنونِ احسان بنایا۔ اس نے اپنے زمانہ کے قابل اور لائق اور فائق اشخاص اور علماء کی ہمت افزائی کی۔ سیاسی واقعات اور پالیسی کے مدنظر اس نے فلسفہ کی تعلیم پر توجہ نہ دی لیکن پھر وہ اکثر فلسفیوں کی خاموشی سے قدردانی کرتا رہتا تھا۔ اس کے دربار میں علماء اور شاعر ہر وقت موجود رہتے تھے۔ وہ لڑائیوں تک میں بعض شعراء کو اپنے ہمراہ رکھتا تھا تاکہ وہ لڑائی کے واقعات اور مسلمانوں کے کارناموں کو قلم بند کر سکیں۔

منصور نے ملک کی خوشحالی کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھا تاکہ رعایا کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو۔ اس نے ذرائع آمدورفت کو ترقی دی۔ سڑکیں، پل اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ ان ذرائع رسل و رسائل کی ترقی سے ایک طرف تو فوجوں کے لئے نقل و حرکت آسان ہو گئی دوسری طرف ملک کی تجارت کو فروغ ہوا۔ جامعہ قرطبہ کی توسیع میں منصور نے خود معمولی مزدوروں کی طرح کام کیا اور اپنے لئے ایک عالیشان محل الزاہرہ نام سے تعمیر کرایا۔ منصور کے ہر چھوٹے اور بڑے کام میں اس کی انتظامی صلاحیتیں اور ذہانت صاف نظر آتی تھی۔ وہ اکثر مواقع پر وزراء کی مجلس سے مشورہ کرتا لیکن ان کے مشوروں پر عمل کرنا اپنے اوپر فرض نہ سمجھتا تھا۔ منصور کا انصاف ضرب المثل ہو گیا تھا اس کا حکم تھا کہ ہر شخص کے ساتھ چاہے وہ کسی رتبہ کا ہو بغیر رعایت کے انصاف کیا جائے۔ وہ خود جن لوگوں پر مہربان ہوتا تھا ان کو بھی قانونی چارہ جوئی سے چھٹکارا نہ تھا۔ خود وہ جب عامل قرطبہ تھا تو اپنے لڑکے کو ایک جرم کی پاداش میں اتنی سخت سزا دلوائی تھی کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ انصاف و تدبر، سیاست و جہانبانی کے اعتبار سے منصور یقیناً اندلس کا بہت بڑا حکمراں تھا وہ عبدالرحمٰن سوئم اور ہارون رشید کا ہم پلہ تھا اگرچہ وہ خود خلیفہ نہ تھا لیکن اس میں ایک بڑے اور کامیاب خلیفہ کی تمام خصوصیات موجود تھیں۔

آٹھواں باب

اموی خلافت کا جائزہ

زوال اور خاتمہ۔ انتظامِ حکومت۔ اموی عہد میں اندلس کی ترقی

اموی خلافت کا زوال اور خاتمہ

حاجب المنصور کے دور میں ہشام ثانی برائے نام خلیفہ تھا اور سارے اختیارات حاجب المنصور کو حاصل تھے۔ اس کے انتقال کے بعد ہشام نے اس کے لڑکے عبد الملک کو حاجب نامزد کیا جو بعد میں حاجب المظفر کے لقب سے مشہور ہوا۔ المظفر نے شمال کی عیسائی ریاستوں کے خلاف جہاد کے سلسلے کو جاری رکھا اور کئی مرتبہ انہیں شکستیں دیں۔ لیکن المظفر کو ۳۹۹ھ/۱۰۰۸ء میں اس کے بھائی عبد الرحمن سانچو نے سازش کر کے زہر دلوا دیا اور خود وزارت کے عہدے پر فائز ہو گیا ہشام ثانی تو خود ایک کمزور حکمراں تھا اور اب وزارت میں بھی کمزوریاں پیدا ہونے لگیں اور عبد الرحمن سانچو کے دور سے وزارت کا زوال بھی شروع ہو گیا۔ قرطبہ کے لوگ عبد الرحمن سانچو کے مخالف تھے اور جب وہ الفانسو پنجم کے مقابلے کے لئے قرطبہ سے باہر گیا ہوا تھا تو انہوں نے اس کے اور ہشام ثانی کے خلاف بغاوت کر دی اور ہشام کو معزول کر کے عبد الرحمن سوئم کے پوتے محمد ثانی کو اپنا حکمراں تسلیم کر لیا۔

محمد ثانی نے المہدی کا لقب اختیار کیا اور اس نے نہ صرف بنو عامر کو

گرفتار کر کے ان کی جائدادیں تباہ کر دیں بلکہ مدینۃ الزہرا میں آگ لگوادی کیونکہ وہاں حاجب المنصور نے اپنے لئے محلات بھی تعمیر کرائے تھے۔ عبدالرحمٰن ماچو (جو عبدالرحمٰن چہارم کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے) نے المہدی سے مصالحت کرنا چاہی اور قرطبہ واپس آگیا لیکن یہاں اسے گرفتار کرکے قتل کر دیا گیا اور بنو عامر کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

حاجب المنصور نے اموی فوج میں بربری قبائل کو بڑی تعداد میں بھرتی کیا تھا اور جب اس کے لڑکے عبدالرحمٰن سانچو کو دھوکے سے قرطبہ میں قتل کر دیا گیا تو انہوں نے المہدی کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے قرطبہ سے فرار ہونا پڑا۔

جب قرطبہ میں اموی اقتدار قائم رہنا مشکل ہو گیا تو سلطنت کے دیگر علاقوں میں خود مختار ریاستوں کا وجود میں آنا لازمی تھا۔ شمال افریقہ کے بنو حمود نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر جنوبی اندلس پر قبضہ کر لیا، اشبیلیہ اور مغربی اندلس پر بنو عباد کی حکومت قائم ہو گئی اور شمال میں بنو ہود برسر اقتدار آگئے اور اموی اندلس کی وحدانیت بالکل ختم ہو گئی۔

قرطبہ میں جو اموی شہزادے ۱۰۱۰ء سے ۱۰۳۱ء تک برسر اقتدار آئے ان کی تعداد پانچ تھی اور ان کے نام یہ تھے۔ سلیمان بن حکم۔ ہشام ثانی (یہ تھوڑے سال کے لئے برسر اقتدار آگیا تھا)، عبدالرحمٰن پنجم۔ محمد المستکفی اور ہشام سوئم۔ اس دوران میں کچھ عرصہ کے لئے شمالی افریقہ کے بنو حمود نے بھی قرطبہ پر قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ آپس کی خانہ جنگی کا جلد شکار ہو گئے اور ۱۰۲۹ء میں قرطبہ سے ان کی حکومت ختم ہو گئی۔ بنو حمود کے بعد قرطبہ کے لوگوں نے ایک اموی شہزادے ہشام بن محمد کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ یہ ہشام سوئم، اندلس میں بنو امیہ کا آخری حکمران ثابت ہوا اور امرا نے ۱۰۳۱ء میں اس کے اور اس کے وزیر حکم کے خلاف سازش کر کے بغاوت کر دی۔

وزیر حکم کو قتل کردیا گیا اور خلیفہ ہشام سوئم کو گرفتار کرلیا گیا اور وہ قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا لیکن ۱۰۳۶ء میں اسکا انتقال ہوگیا۔ اس کے انتقال سے پہلے ہی امویوں کو قرطبہ سے نکال دیا گیا تھا اور پورے اندلس میں ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ وہ شمالی افریقہ کے علاقوں میں منتشر ہوگئے اور اسطرح ہشام سوئم کے بعد اندلس سے اموی حکومت کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا۔ قرطبہ کے لوگوں نے ایک امیر ابوالحزم ابن جمہور کی صدارت میں ایک انتظامیہ مجلس قائم کرلی تھی اور اسطرح امویوں کے اقتدار کے خاتمے کے بعد کچھ عرصے کے لئے قرطبہ میں ایک قسم کا جمہوری نظام حکومت برسر عمل آگیا تھا لیکن چند ہی سال میں قرطبہ کی جمہوری حکومت بھی اس خانہ جنگی کا شکار ہوگئی جو اندلس میں برپا ہوچکی تھی۔

اندلس میں اموی حکومت کے زوال اور خاتمہ کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

۱۔ خاندانی حکومت کی کمزوری

اموی حکومت، خاندانی اقتدار پر قائم تھی۔ عبدالرحمٰن الداخل نے اپنا یہ حق اندلس میں اسوقت تسلیم کروالیا تھا جب اندلس کے مسلمان، قبائلی جنگوں سے تنگ آچکے تھے لیکن انہوں نے امویوں کو فراموش نہیں کیا تھا دراصل عبدالرحمٰن الداخل سے اندلس میں امویوں کی حکومت کا آغاز ہوا اور ابتداء کے کئی اموی حکمراں ملک میں امن وامان قائم کرنے، عوام کی حالت بہتر بنانے اور ملکی نظم ونسق کو استحکام بخشنے میں مشغول رہے لیکن چونکہ اموی حکومت، خاندانی مطلق العنان حکومت تھی اس لئے ایسے حکمرانوں کا برسر اقتدار آنا لازمی تھا جن میں فرض شناسی، مستعدی اور اولوالعزمی کی صفات مفقود تھیں وہ آرام طلبی اور عیش وعشرت کے دلدادہ تھے اور اپنے اقتدار کی جانب سے مطمئن تھے۔ عبدالرحمٰن ثانی کے بعد، محمد، المنذر اور

عبداللہ کے ادوار میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ اموی حکومت چند لمحوں کی مہمان ہے، لیکن عبدالرحمٰن الناصر اور حکم ثانی کے زمانوں میں اموی حکومت کو ایک مرتبہ پھر سنبھالا مل گیا تھا اور حکومت اپنے عروج پر پہونچ گئی تھی۔ حکم ثانی کے بعد کوئی بھی اموی حکمراں، خاندانی حکومت کی بنیادی کمزوری کو دور نہ کرسکا اور اموی حکومت کا زوال تیزی سے شروع ہوگیا۔ کئی اموی حکمراں یکے بعد دیگرے قرطبہ میں برسرِ اقتدار آئے لیکن دوسروں کے رحم وکرم پر تھے، ان میں خود کوئی صلاحیت نہیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاندانی حکومت کے خاتمہ کو نہیں روک سکے اور ۱۰۳۱ء میں آخری اموی حکمراں کو قرطبہ سے فرار ہونا پڑا۔

جاگیردارانہ نظام کی خامیاں

امویوں نے اندلس سے جاگیردارانہ نظام کو ختم نہیں کیا تھا بلکہ اپنے حامیوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں جو ملک کے سرسبز وشاداب علاقوں میں تھیں۔ یہ جاگیردار دولت اور ثروت کے لحاظ سے طاقت پکڑتے گئے اور کچھ ہی عرصہ میں اس قابل ہوگئے کہ یا تو حکمرانوں کے خلاف بغاوتیں کرسکیں اور یا دیگر باغیوں کی مدد کرسکیں۔ امیر عبداللہ کے عہد میں اشبیلیہ اور البیرہ کے عرب جاگیرداروں نے ایسی بغاوتیں کی تھیں کہ یہ علاقے تقریباً خودمختار ہوگئے تھے اور بعد میں بڑی مشکل سے عبدالرحمٰن سومؒ نے ان پر قابو پایا تھا۔ جب اموی حکومت کا زوال شروع ہوا تو المیرہ، اشبیلیہ، غرناطہ اور سرقسطہ کے جاگیردار، حکومت کے باغی ہوگئے اور انہوں نے اپنی خودمختار حکومتیں قائم کرنی چاہیں۔ اموی حکمراں ان کی ان کوششوں میں کوئی مزاحمت نہ کرسکے اور اموی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

قبائلی اور فرقہ وارانہ اختلافات

امویوں نے چونکہ قبائلی مخالفت سے شروع میں فائدہ اٹھایا تھا۔

اور اسی کی بنیاد پر اپنی حکومت قائم کی تھی لہٰذا وہ اُن قبائلی اختلافات کو دور کرنے میں ناکام رہے جو پہلے سے اندلس میں موجود تھے اور جو عبدالرحمٰن الداخل کے آنے کے بعد سے کچھ اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔ عرب قبائل کے آپس کے اختلافات نے شمالی افریقہ کے بربر قبائل کو موقع دیا تھا کہ وہ اندلس کے بعض اہم شہروں اور علاقوں میں اپنے اثرات قائم کرلیں اور عربوں کے مدمقابل ہوجائیں۔ عربوں اور بربریوں کے علاوہ اندلس کی آبادی میں وہاں کے نومسلم اور عیسائی بھی شامل تھے۔ جو عربوں کے برتاؤ اور رویہ سے مطمئن نہیں تھے۔ عرب قبائل دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے اور اپنی بڑائی جتاتے تھے۔ یہاں تک کہ نومسلموں کے ساتھ بھی بعض اوقات انکا رویہ ہتک آمیز ہوجاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اندلس میں قومی یک جہتی پیدا نہیں ہوسکی اور اندلس کی آبادی کے مختلف فرقوں نے کبھی اپنے آپ کو ایک قوم نہیں سمجھا اکثر عیسائیوں کی بغاوت میں نومسلموں نے ان کا ساتھ دیا اور عمر ابن حفصون کی طویل اور کامیاب بغاوت نے ان اختلافات کو بالکل واضح کر دیا جو اندلس کے عربوں اور مقامی باشندوں میں خطرناک حد تک بڑھ گئے تھے۔ ابن حفصون نے عرب دشمنی میں اسلام کو بھی خیرباد کہہ دیا اور پھر اپنا آبائی مذہب، عیسائیت، اختیار کرلیا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے مختلف قبیلوں اور فرقوں کو ایک قوم میں منسلک کرنا چاہا لیکن اس کی کوششوں کو عارضی کامیابی حاصل ہوئی اور اس کے انتقال کے بعد یہ اختلافات پھر ابھر آئے اور انجام کار اموی خلافت کے خاتمہ کا ایک بڑا سبب بن گئے۔

علماء اور فقہا کی مخالفت

چونکہ اموی حکومت کے قیام کا کوئی دینی جواز موجود نہیں تھا لہٰذا اموی حکمراں علماء اور فقہاء کی مکمل طور پر اطاعت حاصل نہ کرسکے۔ علماء کو اپنے اثرات کا احساس تھا اور جب ہشام اول کے عہد سے انہیں سلطنت کے

معاملات میں شریک کیا جانے لگا تو انہوں نے ملک کی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کردیا اور جب حکم اوّل نے ان کی طاقت کو کم کرنا چاہا تو انہوں نے قرطبہ میں حکمراں کے خلاف بغاوت کردی جو نہایت نازک صورت اختیار کرگئی۔ حالانکہ یہ بغاوت سختی سے ختم کردی گئی مگر اس کے اثرات مرتب ہوگئے اور فقہا نے ہمیشہ یہ اپنا فرض سمجھا کہ ہر اس اموی حکمراں کی مخالفت کی جائے جو شریعت کی پابندی میں تساہل سے کام لے۔ یہ فقہا اور علماء حکمرانوں کے اوپر احتساب کرنے لگے اور جب بعد کے اموی حکمرانوں نے شراب نوشی اور عیاشی کو حرز جاں بنالیا تو قرطبہ کے فقہا نے اکثر عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر اکسا کر یا تو انہیں معزول کرادیا اور یا انہیں قتل کرادیا۔

محمد المہدی، عبدالرحمٰن پنجم اور ہشام سوئم اگرچہ تھوڑے عرصے کے لئے برسرِ اقتدار آئے لیکن اپنے زمانہ حکومت میں انہوں نے ذاتی طور پر شریعت کے قوانین کی پابندی ضروری نہیں سمجھی، جس کے نتیجے کے طور پر انہیں فقہا اور علماء کے ہدفِ ملامت کا شکار ہو کر حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

بنو عامر کا اقتدار اور اسکا اثر

حکم ثانی نے جس وقت اپنے نابالغ لڑکے ہشام ثانی کو اپنا ولیعہد اور محمد بن ابی عامر (حاجب المنصور) کو اسکا اتالیق نامزد کیا تھا اسی وقت سے اموی حکومت کا زوال یقینی ہوگیا تھا محمد بن ابی عامر نہایت حوصلہ مند شخص تھا، اس نے رفتہ رفتہ حکومت کے تمام اختیارات پر قبضہ کرلیا اور ہشام ثانی کی خلافت برائے نام رہ گئی۔ گو حاجب المنصور محمد بن ابی عامر کا دورِ حکومت عبدالرحمٰن سوئم اور حکم ثانی کی طرح عہد آفریں تھا لیکن اس دور میں اموی اقتدار پر گہن آگیا تھا اور پھر وہ غروب ہی ہوتا چلا گیا۔ حاجب المنصور نے اپنے لڑکے عبدالملک کو اپنا جانشین مقرر کرکے عہدۂ وزارت کو موروثی

بنا دیا تھا۔ عبدالملک نے المظفر کا لقب اختیار کرکے حکومت کا کل نظم و نسق اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ جب المظفر کے بعد اسکا سوتیلا بھائی عبدالرحمٰن سانچو تخت وزارت پر فائز ہوا تو اس نے صرف وزارت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہشام ثانی کو مجبور کیا کہ وہ اسے اپنا ولیعہد بھی نامزد کردے اور اسطرح اس کی یہ کوشش رہی کہ خلافت بنوامیہ سے منتقل ہوکر بنوعامر میں چلی آتے لیکن قرطبہ کے لوگوں نے ہشام ثانی کے خلاف اسوقت بغاوت کردی جب عبدالرحمٰن سانچو شمال کی عیسائی ریاستوں کے خلاف مہم پر گیا ہوا تھا۔ خلیفہ اور وزیر دونوں کو معزول کردیا گیا۔ ہشام ثانی پہلا اموی خلیفہ تھا جسے اندلس میں معزول کیا گیا تھا اگرچہ بنو عامر کی حکومت بھی ختم ہوگئی لیکن ان کے زمانہ حکومت میں قبائلی سرداروں اور بڑے بڑے جاگیرداروں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ اموی اقتدار میں شریک ہوا جاسکتا ہے اور اموی خلفاء کو بے بس بنایا جاسکتا ہے لہٰذا ہشام ثانی کی معزولی اور عبدالرحمٰن سانچو کے قتل کے بعد اندلس میں مختلف خودمختار سلطنتیں قائم ہوگئیں اور قرطبہ میں بھی اموی خلفاء، امراء، فوج اور عوام کے رحم و کرم پر ہو گئے اور انہیں پھر کبھی صحیح معنوں میں اقتدار حاصل نہ ہوسکا۔

شمال کی عیسائی ریاستیں

امویوں کے زوال کا سبب شمال کی وہ عیسائی ریاستیں بھی تھیں جو موقعہ ملنے پر حکومت وقت کے خلاف بغاوت کردیتی تھیں اور اندرونی خلفشار کا باعث بن جاتی تھیں۔ کبھی یہ اتنی طاقت پکڑ لیتی تھیں کہ ان کے اثرات طلیطلہ تک قائم ہو جاتے تھے اور کبھی یہ اتنی کمزور ہوجاتی تھیں کہ وہاں کے حکمران خلفاء سے رحم اور مدد کی بھیک مانگتے تھے۔ عبدالرحمٰن سوئم اور حکم ثانی کے ادوار میں لیون، بنرہ، قشتالیہ اور جلیقیہ کے حکمران امویوں کے مطیع اور فرمانبردار ہوگئے تھے لیکن ہشام ثانی کے عہد حکومت میں ان ریاستوں کے حکمرانوں نے مختلف اوقات میں بغاوتیں کیں جنہیں فرد کرنے کے لئے قرطبہ سے مستقل فوجیں روانہ کی گئیں۔ جیسے جیسے اموی حکومت کمزور

ہوتی گئی، یہ عیسائی ریاستیں طاقت پکڑتی گئیں اور جب اموی حکومت کے دو دعویدار محمد المہدی اور سلیمان خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے قشتالیہ اور قیطلونیہ کے عیسائی حکمرانوں سے مدد طلب کی۔ مہدی کی کامیابی کے بعد قیطلونی فوجیں بھی قرطبہ میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ مہدی کے قتل کے بعد سلیمان دوبارہ برسر اقتدار آ گیا اور اس نے قشتالیہ کے عیسائی حکمران اڈفونش کو اس کی مدد کے صلہ میں شمالی علاقوں کے دو سو قلعے اس کے حوالے کر دیئے اور اس طرح عیسائیوں کو اور طاقت ور بنا دیا۔ شمال میں عیسائی طاقت پکڑ رہے تھے، وسطی، غربی اور جنوبی اندلس میں عرب اور بربر قبائل نے مختلف مقامات پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ صرف قرطبہ میں اموی اثر محدود ہو کر رہ گیا تھا لیکن ہشام سوئم کی معزولی کے بعد یہ اثر بھی ختم ہو گیا اور اندلس سے اموی حکومت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

انتظام حکومت

اندلس کی اموی سلطنت کا بھی تقریباً وہی نظم و نسق تھا جو مشرق کی اموی خلافت میں قائم کیا گیا تھا۔

عبدالرحمٰن الداخل کے عہد سے اندلس کا امیر بالکل خود مختار ہو گیا تھا اور اسکا کوئی سیاسی تعلق مشرق کی خلافت سے نہیں رہا تھا۔ امیر (جو بعد میں خلیفہ کے لقب سے بھی مشہور ہوا) سلطنت کا سربراہ تھا اور انتظامی شعبے، ان وزراء کی نگرانی میں تھے جنہیں وہ مقرر کرتا تھا۔ چار اہم شعبے ہیں جنکی طرف حکومت کی تمام توجہ تھی، مالیات، فوج، پولیس اور عدالتوں سے متعلق تھے۔ محکمہ مالیات کے سپرد، محاصل کی وصولیابی اور حکومت کے اخراجات تھے یہ محکمہ صاحب الشغال کی نگرانی میں تھا، وہی حکومت کے لئے تمام آمدنی اور خرچ کا حساب رکھتا تھا اور وزیر یا وزرا یا حاجب کے سامنے جوابدہ ہوتا تھا۔ وزراء میں سب سے اہم عہدہ حاجب کا تھا اور امیر کے بعد سب سے زیادہ انتظامی اور فوجی اختیارات اسی کو حاصل تھے۔ فوجوں کی سپہ سالاری یا تو خود امیر کرتا تھا اور یا اپنی جگہ حاجب کو اس عہدہ پر مامور کرتا

تھا۔ فوجوں کی نگرانی کا کام بھی زیادہ تر حاجب ہی کے سپرد ہوتا ہے اور وہ ہی ان کی تربیت کا بھی ذمہ دار ہوتا تھا۔

پولیس یا شرطہ کا محکمہ شہروں کے نظم ونسق کے لحاظ سے بہت اہم ہو گیا تھا اور اس محکمہ کے سپرد نہ صرف امن وامان کا برقرار رکھنا تھا بلکہ مجرموں کو سزائیں دینا، مظالم کا تدارک کرنا اور غیر اخلاقی اور غیر شرعی حرکات پر احتساب کرنا بھی شامل تھا۔ شرطہ اور قضاء کے محکمے ایک دوسرے سے بہت زیادہ متعلق تھے اور بعض اوقات عدل وانصاف کے اختیارات شرطہ کے عمال کو بھی مل جاتے تھے اندلس میں صاحب الشرطہ کو صاحب المدینہ کہا جاتا تھا اور اس کے اختیارات تقریباً وہ ہی تھے جو ایک شہری مجسٹریٹ کے ہوتے ہیں۔ عوام کو عمال سے اور بااثر لوگوں کے مظالم سے بچانے کے لئے صاحب المظالم کا عہدہ قائم کیا گیا جو لوگوں کی شکایت سن کر فوری تحقیق کرتا تھا اور پھر تحقیق کے مطابق ظلم وتشدد کا تدارک کرتا تھا۔ شرطہ کے ساتھ ساتھ محتسب کا عہدہ بھی شامل تھا اور یہ محتسب، شرعی قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار تھا۔

اندلس کے حکمرانوں نے عدل وانصاف کے قیام کی طرف خاص توجہ دی تھی اور قاضی کے عہدے کو بہت عزت بخشی تھی۔ قاضی القضاء جسے "قاضی الجماعت" بھی کہتے تھے قرطبہ میں رہتا تھا اور محکمۂ قضاء کی نگرانی کرتا تھا۔ قاضی القضاء، امیر یا خلیفہ کے ماتحت تھا اور اس کے فیصلوں کے خلاف، خلیفہ کے روبرو عرضداشت پیش کی جا سکتی تھی۔ دیگر شہروں اور علاقوں کے قاضی، قاضی القضاء کی سفارش پر نامزد کئے جاتے تھے۔ انہیں اعلیٰ تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ بغیر کسی لالچ کے انصاف کر سکیں۔

ان محکموں کے علاوہ رسل ورسائل، حساب وکتاب اور غیر مسلموں سے متعلق بھی محکمے تھے جو کاتبوں (سکریٹریوں) کی نگرانی میں تھے۔ سب سے اہم کاتب کو کاتب الدول (سلطنت کا کاتب) کہا جاتا تھا اور یہ رسل ورسائل اور سرکاری

خطوط کتابت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ حسابات کی نگرانی کا بھی علیحدہ محکمہ تھا جو "وکیل" کے سپرد تھا۔ کاتب الذمم کے سپرد ذمیوں کے حقوق کی نگرانی اور دیکھ بھال تھی اور وہ ان کے مسائل کو حل کرنیکا ذمہ دار تھا۔

مرکزی محکموں کے قیام کے علاوہ اموی حکمرانوں نے انتظامی لحاظ سے اندلس کو سات علاقوں میں تقسیم کیا تھا جن میں قرطبہ کا علاقہ بھی شامل تھا ان علاقوں پر امیر کی جانب سے والی نامزد کئے جاتے تھے جو علاقائی انتظام کے علاوہ علاقوں کی فوجوں کے بھی سربراہ ہوتے تھے اور جنگ کے موقعوں پر امیر کی ہدایت کے مطابق فوجوں کی کمان کرتے تھے۔ علاقہ کی بغاوتوں کو ختم کرنا اور شاہی افواج کی مدد کرنا، ان عمال کا فرض تھا اور یہ اس فوجی تنظیم کا ایک حصہ تھے جو پورے ملک کے لئے قائم کی گئی تھی۔ صوبوں میں بھی تقریباً وہی محکمے تھے جو مرکز میں قائم تھے اور صوبائی عمال مرکزی عمال کی زیر نگرانی اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔[1]

اموی عہد میں اندلس کی ترقی

سیاسی، علمی اور فنی کارناموں کا دارومدار معاشی ترقی پر منحصر ہوتا ہے۔ اندلس کے اموی حکمرانوں نے جہاں بغاوتوں کو فرو کیا، ملک کے نظم ونسق کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا، وہاں انہوں نے ملک کی اقتصادی سرگرمیوں کی طرف بھی پوری توجہ دی اور اموی عہد میں اندلس نے جسقدر اقتصادی ترقی کی وہ نہ اس سے پیشتر ممکن ہوسکی تھی اور نہ اس کے بعد۔ اندلس کی تمام ترقی کا دارومدار زراعت پر تھا، اور اموی حکمرانوں نے اس کی ترقی پر پوری توجہ دی تھی۔ انہوں نے وسیع پیمانہ پر نہریں کھدوائیں، بنجر زمینوں

زراعت

---

[1] اندلس کا نظام حکومت اختصار سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس موضوع پر ابھی تک کوئی جامع تصنیف ہماری نظر سے نہیں گذری۔ مشرق کی اموی خلافت کے نظم ونسق کو دوہرانا ہم نے مناسب نہیں سمجھا ہے۔

کو قابل کاشت بنایا اور آبپاشی کے نئے نئے طریقے رائج کئے اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ کھیتوں اور باغات کی اسقدر کثرت ہوگئی کہ پورا ملک سرسبز و شاداب ہوگیا اور ضروریات زندگی نہایت ارزاں ہوگئیں۔ گیہوں، چاول، گنا، اور روئی کی کاشت بڑے پیمانہ پر کی جانے لگی، پھلوں میں سیب، انگور، انجیر، اور ستترہ کے باغات لگائے گئے جنہیں دیگر ملکوں میں درآمد کیا جاتا تھا عام طور پر سال میں دو فصلیں پیدا کی جاتی تھیں اور زیادہ سے زیادہ زمین کو زیر کاشت لایا گیا تھا۔ اس زراعتی سرگرمی کے نتیجہ کے طور پر تجارتی سرگرمیاں بھی بہت بڑھ گئی تھیں اور نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی اندلس کے پیدا شدہ اشیاء کی بڑی مانگ تھی اور بعض بڑے شہر اور بندرگاہ تجارتی مراکز میں تبدیل ہو گئے تھے۔ تجارتی سرگرمیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ اندلس کے لوگوں نے جہاز سازی اور جہاز رانی کی طرف توجہ کی تھی اور بحیرہ روم کے مالک بن گئے تھے۔ اندلس کے جہاز افریقہ، یورپ اور ایشیا کے ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کا ذریعہ بن گئے تھے۔ تجارتی محاصل سے ہی حکومت کو کروڑوں دینار سالانہ کی آمدنی تھی اور ان تجارتی اور زراعتی سرگرمیوں نے اندلس کو دنیا کا دولت مند ترین ملک بنا دیا تھا۔ صنعتیں قائم کرکیں

زراعت اور تجارت کے علاوہ اموی حکمرانوں نے ملک میں مختلف صنعتیں بھی قائم کی تھیں جن سے فوجی اور شہری ضروریات پوری کی جاتی تھیں ان صنعتوں میں اسلحہ، برتن، ریشمی، اونی اور سوتی کپڑے، شیشہ، کاغذ، جہاز اور زیورات بنانے کی صنعتیں شامل تھیں۔ اس زمانہ میں معدنی ذخائر کا پتہ لگایا گیا تھا اور اندلس میں لوہا، پارہ، تانبہ، کوئلہ، سونا اور چاندی کی کانیں دریافت ہوئی تھیں جو مزید صنعتی اور تجارتی ترقی کا باعث ہوئیں۔ اموی دور میں اندلس، یورپ کا سب سے زیادہ آباد ملک ہوگیا تھا۔ مختلف ممالک کے لوگ یہاں آکر آباد ہوتے تھے تاکہ وہ یہاں کی دولت سے مالا مال

ہوسکیں اور اپنے افلاس کو دور کرسکیں۔ اندلس میں ہر طرح کے زراعتی تجارتی اور صنعتی مواقع حکومت کی سرپرستی میں موجود تھے اور لوگ ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے تھے۔ اندلس کا معیارِ زندگی یورپ میں سب سے زیادہ بلند تھا، عوام اور حکومت کی آمدنی وافر تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اندلس میں اس وقت علمی اور تمدنی ترقی ممکن ہوئی جب تمام یورپ پر جہالت اور تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔

اندلس میں عربی زبان کی اشاعت کا کام ان عرب اساتذہ نے انجام دیا تھا جو فتوحات کے ساتھ ہی ساتھ اندلس میں آباد ہوگئے تھے۔ زبان کے حسن اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لئے اندلس کے مسلمانوں کو عراق، شام اور عرب کے ماہرین لسانیات کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا پڑتا تھا۔ قرطبہ اور دیگر اہم شہروں کی درسگاہوں میں ادب، نحو اور خطاطی کے اساتذہ زیادہ تر مشرقی ممالک سے تعلق رکھتے تھے جن میں الزبیدی بھی شامل تھا جنہوں نے حکم ثانی کے دور میں جامع قرطبہ کو عربی ادب و زبان کا مرکز بنا دیا تھا۔ اموی حکمرانوں نے علماء، شعراء، فقہاء اور اساتذہ فن کی وہ ہی قدر کی جو وسیع الخیال حکمرانوں کے شایانِ شان تھی۔ ان کی قدردانی اور علم پروری کی داستانیں سن سن کر مشاہیر زمانہ، دور دور سے اندلس میں جمع ہونے لگے، اور قرطبہ جلد ہی علمی اور تمدنی سرگرمیوں کا مرکز بن کر، بغداد کا ہم پلہ ہو گیا۔

تقریباً ہر شہر میں ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ درسگاہیں قائم کی گئیں اور علمی لحاظ سے قرطبہ کے علاوہ اشبیلیہ، سرقسطہ، اشبونہ (LISBON) اور مالقہ کو بھی، بہت اہمیت حاصل ہوگئی اور مقامی باشندوں کے علاوہ یورپ کے مختلف ممالک کے لوگوں یہاں کی درسگاہوں میں حصول علم کی خاطر آنے لگے۔

جامعہ قرطبہ میں جن مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی ان میں نحو، شاعری، فلسفہ، تاریخ اور جغرافیہ کے علاوہ ہیئت و ہندسہ، طب اور قانون بھی شامل تھے۔ طلباء کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی اور یہاں کے فارغ التحصیل طلباء، نہ صرف

اندلس میں ملک پورے یورپ میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے درسگاہوں کے ساتھ ساتھ اموی حکمرانوں نے کتب خانوں کے قیام کی طرف خاص توجہ دی۔ قرطبہ میں محمد اول نے جس شاہی کتب خانہ کی بنیادیں رکھی تھیں اُسے عبدالرحمٰن سوئم اور حکم ثانی نے دنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ بنا دیا۔ جس میں کتابوں کی مجموعی تعداد چار لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ صرف فہرست کتب چوالیس ۴۴ جلدوں میں تیار کی گئی تھی۔ اس کتب خانہ میں دنیا کے مختلف مقامات سے کتابیں خرید کر منگوائی گئی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ مختلف زبانوں کی کتابوں کو عربی میں بھی منتقل کرایا گیا تھا علمی ذوق اور شوق میں حکم ثانی، مامون سے بھی بڑھا ہوا تھا اور اس نے شاہی کتب خانہ کی تقریباً ہر کتاب کا مطالعہ کیا تھا۔

اموی حکمرانوں کے اس علمی ذوق کا اثر عام لوگوں پر بھی پڑنا ضروری تھا اور ذاتی کتب خانوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ مشہور مصنفین کی کتابیں خاصی مہنگی قیمت پر فروخت ہوتی تھیں اور اکثر کتابوں کو نیلام کیا جاتا تھا اور کتابوں کے شائقین بڑھ چڑھ کر قیمتیں لگاتے تھے۔ کتابوں کی تجارت کو بہت فروغ ہوا تھا جس کی بدولت کاغذ سازی کی صنعت کو اندلس میں خاصی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ کاغذ سازی کی صنعت اندلس میں مراکش سے آئی تھی اور یورپ نے اس صنعت سے مسلمانوں کے ذریعے واقفیت حاصل کی تھی۔ اگر یورپ کے لوگ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں کاغذ سازی کی صنعت سے واقفیت حاصل نہ کر پاتے تو پندرہویں صدی تک طباعت کی ایجاد ممکن نہ ہو پاتی۔ اندلس کے مسلمانوں کا تہذیبی سرمایہ کتابوں کی صورت میں یورپ کی ملکیت بن گیا اور نشاۃ ثانیہ کی تحریک کا بڑا سبب بنا۔ اندلس کے بعد اطالیہ میں کاغذ سازی کی صنعت قائم ہوئی تھی اور اس کے بعد یورپ میں عام ہو گئی تھی۔

اموی عہد میں شعروشاعری، تاریخ و جغرافیہ، فلسفہ و حکمت اور طب و ہندسہ کا عام چرچا ہو گیا تھا۔ جن شعراء نے اس دور میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ان میں

زریاب، عبد ربیعہ (العقد الفرید کا مصنف) اور ابن زیدون شامل تھے۔ ان شعراء نے شاعری میں غنا کے نئے تجربات کئے اور لطیف اور ولولہ انگیز جذبات کو موسیقی میں ڈھالدیا۔ اندلس میں لوک گیت بھی بہت عام ہو گئے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں کے بعد بھی وہ اندلس کی ثقافتی زندگی کا جزو بنے رہے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی علمی اور ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں اور جن خواتین نے شاعری میں نمایاں مقام حاصل کیا ان میں امتہ العزیز اور حفصہ بنت حمدون کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

عربوں نے شعر و شاعری کے بعد جس علم کی طرف ابتداء میں توجہ دی تھی وہ تاریخ کا علم تھا۔ اندلس میں بھی اموی عہد سے تاریخ نویسی کی طرف خاص توجہ دی جانے لگی اور تاریخ پر کثرت سے کتابیں لکھی گئیں۔ ابن قوطیہ نے فتح اندلس سے لے کر عبدالرحمٰن سوئم تک کے حالات نہایت تفصیل سے اپنی کتاب تاریخ افتتاح الاندلس میں بیان کئے ہیں۔ ابن قوطیہ کے بعد دوسرا اہم نام ابن حیان کا ہے جس نے اندلس کی تاریخ کو تقریباً ستر جلدوں میں مرتب کیا تھا۔ اموی عہد کے بعد بھی تاریخ نویسی کو ترقی ہوتی رہی اور علامہ المقری اور ابن خلدون کے نام بھی اندلس سے ہی وابستہ ہیں لیکن ان کا تعلق اموی عہد سے نہیں تھا۔ جن علوم کی طرف اندلسی مسلمانوں نے اموی عہد میں کوئی علیحدہ کارنامہ انجام نہیں دیا تھا، انہیں مشرق اور مغرب کے علمی مراکز سے تراجم کی شکل میں حاصل کیا گیا، فلسفہ و حکمت کی بہت سی کتابیں جو عباسی خلفاء کی سرپرستی میں عربی میں منتقل ہو گئی تھیں، اندلس کے کتب خانوں اور درسگاہوں کی زینت بن گئیں۔

یونانی فلسفہ کا اتنا اثر ہو گیا کہ علماء کو اس کے خلاف احتجاج کرنا پڑا اور علماء کی حمایت حاصل کرنے کے لئے محمد بن ابی عامر نے شاہی کتب خانہ سے فلسفہ کی کتابیں نکلوا کر آگ میں جھونک دیں۔ اس سے یونانی فلسفہ کے اثرات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ طب اور ہندسہ کے علوم کو بھی اندلس

کے مسلمانوں نے مشرق سے حاصل کیا تھا اور ان کی مدد سے شفاخانے، مسافرخانے، پل، سڑکیں اور مساجد بکثرت بنائی گئی تھیں اور رفاہِ عامہ کے کاموں کو عام کیا گیا تھا۔

اندلس میں اموی عہد کی اہم یادگاریں اب صرف وہ عمارات ہیں جن کے کھنڈرات انکی عظمت کے نوحہ خواں ہیں۔ اموی عہد کی ابتداء کے ساتھ ہی ساتھ اندلس میں فن عمارت سازی کی طرف پوری توجہ دی گئی تھی اور عبد الرحمٰن الداخل نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود جامع قرطبہ کی تعمیر میں ذاتی دلچسپی لی تھی۔ کیونکہ وہ اس مسجد کو جامع مسجد دمشق کا ہم پلہ بنانا چاہتا تھا۔ یہ مسجد اپنی وسعت، آرائش اور گلکاری میں مشرق کی تمام مساجد سے بڑھ گئی تھی۔ اور اس کے دروازوں اور ستونوں پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔ مورخین نے اس مسجد کی تفصیلا دل کھول کر بیان کی ہیں اور ان کی یہ متفقہ رائے ہے کہ "اس کی پر تکلف آرائش اور زراسکا دلربا انداز کسی قدیم یا جدید عمارت عالم میں نہیں پایا جاتا۔"

قرطبہ، غرناطہ، طلیطلہ، اشبیلیہ اور دیگر شہروں میں محلات اور عالیشان عمارتیں تعمیر ہونے لگی تھیں، اور قرطبہ کی عمارتیں اپنا جواب آپ تھیں۔ ہارون الرشید اور شاہجہاں کی طرح عبد الرحمٰن سوئم نے بھی فنِ عمارت سازی کو اپنے ملک میں کمال تک پہونچا دیا تھا۔ اس نے محلات کا ایک نیا شہر مدینۃ الزہرا کے نام سے تعمیر کیا تھا جس کا بیان " تمدن عرب " سے اخذ کیا جا رہا ہے۔

" اس عمارت میں چار ہزار تین سو ستون قیمتی سنگ مرمر کے نہائیت عمدہ ترشے ہوئے نصب تھے۔ قصر کے دالانوں میں مربع سنگ مرمر کا فرش جس میں ہزاروں قسم کی گلکاریاں تھیں۔ دیواروں اور چھتوں پر زرنگاری رنگ آمیزیاں تھیں۔ القصر کے سامنے بڑے بڑے باغ اور حوض تھے۔ ان میں سنگ سماق کا وہ مشہور حوض تھا جسمیں پارہ بھرا ہوا تھا اور ایک

خاص اختراع کے ذریعے سے اس میں آفتاب کی شعاعیں نہایت لطف کے ساتھ منعکس ہوتی تھیں۔"

سفید سنگ مرمر، المریہ سے آیا تھا اور گلابی و سبز پتھر قرطاجنہ اور تونس سے جو حوضوں اور خواصوں کی تعمیر میں صرف کیا گیا تھا۔ مدینۃ الزہرا کا شمار عجائبات عالم میں ہوتا تھا اور اس قصر سے اموی حکمرانوں کی عظمت اور ان کے مزاج کی لطافت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ القصر کو باغی بربر قبائل نے ۱۰۱۰ء میں نذر آتش کر کے عبدالرحمٰن سوئم کی اس عظیم یادگار کو خاک میں ملا دیا۔ مدینۃ الزہرا کے نمونہ پر حاجب المنصور (محمد ابن ابی عامر) نے مدینۃ الزاہرا قرطبہ کے مشرق میں تعمیر کیا تھا لیکن حاجب المظفر کے انتقال کے بعد اسکا بھی وہی حشر ہوا جو مدینۃ الزہرا کا ہو چکا تھا۔

اموی حکمرانوں نے صرف محلات اور مساجد کی تعمیر پر ہی زر کثیر خرچ نہیں کیا بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں کی تعمیر توسیع اور مرمت کے لئے شاہی خزانہ سے رقومات خرچ کیں جو طلیطلہ اور اشبیلیہ میں بکثرت تھیں۔ ان کے علاوہ رفاہ عامہ کی عمارتیں بڑے پیمانہ پر تعمیر کی گئیں جنکی بدولت اندلس نہ صرف دنیا کے خوبصورت ترین ملکوں میں شمار ہونے لگا بلکہ نویں اور دسویں صدی عیسوی کا متمدن ترین ملک بھی بن گیا۔

امویوں کی سیاسی تاریخ کے خاتمہ کے باوجود ان کے تمدنی اثرات اندلس پر عرصہ دراز تک باقی رہے اور ان کے بعد مسلمانوں کی جو متعدد حکومتیں اندلس کے مختلف علاقوں میں برسر اقتدار آئیں انہوں نے ان علمی اور تمدنی سرگرمیوں کو جاری رکھا جنکی داغ بیل اموی حکمرانوں نے ڈالی تھی۔ اندلس کے اموی تمدن کو مرابطین اور موحدین نے اپنا لیا تھا اور قرطبہ کے زوال کے بعد غرناطہ نے اسکی جگہ لے لی تھی۔ لیکن جب اندلس کے عیسائیوں نے غرناطہ کو بھی تباہ و برباد کر دیا تو اندلس تمدنی طور پر اس تاریکی میں ڈوب گیا جو صدیوں تک عیسائیوں کا طرۂ امتیاز رہی۔

تمت

١٨٢

سلسلۂ تاریخ اسلام
جلد سوئم

خلافتِ بنو عباس

مرتبہ

ظفر عمر زبیری ایم۔ اے
عطیہ ظفر زبیری ایم اے

عباسی عہد اور خود مختار حکومتوں کی مستند تاریخ
قیمت دس روپے

ناشر
مکتبۂ علم و فکر۔ فریئر مارکیٹ کراچی

سلسلہ تاریخ اسلام جلد دوئم حصہ دوئم

اندلس

کی

اموی خلافت

ظفر عمر زبیری ایم۔ اے

و

عطیہ ظفر زبیری ایم۔ اے

مکتبہ علم و فکر فریئر مارکیٹ کراچی